حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے دادا، والدین، ازواج، اولاد، داماد، سسر، نواسے

چچے، پھوپھی اور رضاعی رشتہ داروں کا خوبصورت تذکرہ

محمد صلی اللہ علیہ وسلم

تذکرہ خاندانِ نبوّت

مؤلف

ابو تراب مولانا محمد ناصر الدین ناصر مدنی

والضحیٰ پبلی کیشنز

بسم الله الرحمن الرحيم

حضرت شمس الدین محمد حافظ شیرازی رحمۃ اللہ علیہ

یا صاحبَ الجمالِ و یا سیّدَ البشر
من وجہکَ المنیرِ لقد نوّر القمر
لا یمکنُ الثناءُ کما کانَ حقّہٗ
بعد از خدا بزرگ توئی قصّہ مختصر

۱۳۶۹

اے پیکرِ حُسن اور اے سرتاجِ انسانیت ! یقیناً (چودھویں کا) چاند آپ ہی کے نُور افشاں چہرے سے درخشاں (ہُوا) ہے (پُوری انسانیت بھی ایک زبان ہوکر) آپ کے اوصاف و کمالات بیان کرپائے ؟ یہ ممکن ہی نہیں! اس (بے پناہ) داستان کو یُوں مختصر کرتا ہوں کہ خُدا کے بعد آپ ہی کی ذات بزرگ و برتر ہے۔

حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے دادا، والدین، ازواج، اولاد، داماد، سسر، نواسے
چچے، پھوپھی اور رضائی رشتہ داروں کا خوبصورت تذکرہ

تذکرہ
خاندانِ نبوّت

مؤلف

ابو تراب مولانا محمد ناصر الدین ناصر المدنی عطاری

والضحیٰ پبلی کیشنز
داتا دربار مارکیٹ لاہور 0300-7259263

کتاب	تذکرۂ خاندانِ نبوت
مصنف	علامہ ابوتراب محمد ناصر الدین ناصر مدنی عطاری
ناشر	**والضحی پبلی کیشنز، لاہور**
لیگل ایڈوائزر	محمد صدیق الحسنات ڈوگر؛ ایڈووکیٹ ہائی کورٹ
تاریخ اشاعت	ربیع الثانی 1434ھ/ مارچ 2013ء
تعداد	1100
قیمت	300 روپے

ملنے کے پتے

مکتبہ فیضانِ مدینہ؛ مدینہ ٹاؤن، فیصل آباد 0346-6021452، 0312-6561574

مکتبہ نوریہ رضویہ پبلی کیشنز؛ فیصل آباد، لاہور	**دار الاسلام**؛ داتا دربار مارکیٹ، لاہور
مکتبہ بہارِ شریعت؛ دربار مارکیٹ، لاہور	انوار الاسلام؛ چشتیاں، بہاول نگر
مکتبہ غوثیہ ہول سیل؛ کراچی	رضا بک شاپ؛ گجرات
اسلامک بک کارپوریشن؛ راول پنڈی	مکتبہ شمس وقمر؛ بھاٹی چوک، لاہور
مکتبہ قادریہ؛ لاہور، گجرات، کراچی، گوجراں والا	مکتبہ اہل سنت؛ فیصل آباد، لاہور
مکتبہ امام احمد رضا؛ لاہور، راول پنڈی	نظامیہ کتاب گھر؛ اُردو بازار، لاہور
ہجویری بک شاپ؛ گنج بخش روڈ، لاہور	ضیاء القرآن پبلی کیشنز؛ لاہور، کراچی
احمد بک کارپوریشن؛ راول پنڈی	مکتبہ برکات المدینہ؛ کراچی
مکتبہ درسِ نظامی؛ پاک پتن شریف	علامہ فضل حق پبلی کیشنز؛ لاہور

فہرست

انتساب

میں اس کتاب کو

حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ

اور

ان کے دادا، والدین، ازواج، اولاد، داماد، سسر، نواسے،

چچے، پھوپھی اور رضاعی رشتہ داروں

کے نام منسوب کرتا ہوں

ابوتراب محمد ناصرالدین ناصر

نبی کریم ﷺ کے دادا حضرت عبدالمطلب رضی اللہ عنہ

حضرت عبدالمطلب کا اصل نام شیبہ تھا اور یہ نام اس لئے کہ ولادت کے وقت آپ کے سر کے بال سفید تھے۔ لوگ آپ کے اچھے کاموں کے سبب آپ کی تعریف وستائش کرتے تھے۔ آپ کی کنیت ابوالحارث ہے جو آپ کے سب سے بڑے بیٹے حارث پر رکھی گئی۔ چچا کی وفات کے بعد اہل مکہ کی ریاست عبدالمطلب کو ملی اور تمام تر اہل مکہ آپ کے مطیع و فادار ہو گئے اور آپ کی بڑی تعظیم و توقیر کرتے آپ کے پاس سے مشک و ازفر کی خوشبو آتی رہتی اور آپ کی پیشانی پر نور مصطفیٰ ﷺ تاباں رہتا اہل مکہ ہر مصیبت و پریشانی کے وقت حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کے وسیلے سے بارگاہ الٰہی میں دعا مانگا کرتے اور ان کی مشکل حل ہو جایا کرتی۔ روایت میں ہے کہ ایک دن آپ رضی اللہ عنہ کعبے کے ایک مقام پر سوئے ہوئے تھے جب آپ بیدار ہوئے تو آنکھوں میں سرمہ لگا ہوا تھا اور بیش بہا لباس زیب تن تھا اور بڑا جلال اور حسن تھا کہ آپ حیران ہو گئے۔ یہ سب کہاں سے اور کیسے ہوا؟ پس ان کے والد ہاشم انہیں قریش کے کاہنوں کے پاس لے گئے کاہنوں نے خبر دی کہ یہ حکم الٰہی ہے انؓ کی شادی کر دی جائے۔ چنانچہ آپ کے والد ہاشم نے ان کی شادی ایک عورت سے کر دی جس کا نام قبلہ تھا۔ اس کے بطن سے حارث پیدا ہوئے۔ قبلہ کی وفات کے بعد ایک دوسری عورت سے نکاح ہوا جس کا نام ہند تھا۔ اسی عرصے میں ابرہہ اور ان کے آدمی خانہ کعبہ کو ڈھانے کے لئے ہاتھیوں پر سوار آئے۔ رب تعالیٰ نے ابرہہ کے شر سے حفاظت فرمائی اور

ابابیلوں کے غول کو ابرہہ کے لشکر پر مسلط فرما دیا یہ ابابیلیں اپنی چونچ اور پنجوں میں سنگریزے اٹھائے ہوئی تھیں یہ سنگریزہ جس پر گرتا اسے ہلاک کر دیتا اور اس طرح اللہ تعالیٰ نے عبدالمطلب کو ابرہہ کے شر سے نجات عطا فرمائی۔ جیسا کہ پہلے مذکور ہوا کہ حضرت عبدالمطلب کی پیشانی پر رسول خدا ﷺ کا نور چمکتا دمکتا رہتا تھا واقعہ ابرہہ کے موقع پر جب ابرہہ کے سفید ہاتھی کی نظر حضرت عبدالمطلب کے چہرے پر پڑی تو وہ سجدے میں گر پڑا اور اس ہاتھی نے کہا اس نور کو میرا اسلام جو تمہاری پشت میں ہے اے عبدالمطلب اور وہ ہاتھی اوپر نہ اٹھتا تھا گو اس کے سر پر بھی مارتے تھے یہاں تک کہ وہ یمن کی جانب واپس مڑ گیا۔ (مدارج النبوت ج ۲)

اس واقعے کے بعد آپ کی شادی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے ہوئی جن کے بطن سے نبی کریم ﷺ کے والد ماجد حضرت عبداللہ تولد ہوئے۔

نوٹ: واضح رہے کہ اس وقت کاہنوں کے پاس جانا ممنوع نہ ہوا تھا۔

آپ رضی اللہ عنہ اپنے فرزند دلبند کے اکلوتے نور نظر سرور دو عالم ﷺ سے بے حد محبت و شفقت فرماتے ہمیشہ ساتھ بٹھاتے۔ پشت پر پیار سے ہاتھ پھیرتے جب حضور ﷺ کی عمر مبارک آٹھ برس ہوئی تو اپنے بیٹے ابو طالب کو حضور ﷺ کی ذمہ داری سونپ کر داعی اجل کو لبیک کہا۔ اس وقت آپ کی عمر 110 سال تھی۔ آپ کو مقام حجون میں اپنے جد اعلیٰ قصی کی قبر کے پہلو میں دفن کیا گیا آپ کی وفات پر کئی روز تک بازار بند رہے اور کاروبار معطل رہا۔ (السیرۃ النبویہ)

نبی کریم ﷺ کے والدین کریمین

حضرت عبدالمطلب رضی اللہ عنہ نے نذر مانی تھی کہ اللہ تعالیٰ اگر ان کو دس بیٹے دے گا اور وہ بلوغ کو پہنچ کر عبدالمطلب کے معاون و مددگار و فرمانبردار ہوں گے تو ان میں سے ایک کو قربان کریں گے۔ چنانچہ آپ رضی اللہ عنہ کی خواہش پوری ہوگئی تو ایک دن خواب دیکھا کہ کوئی کہہ رہا ہے کہ اے عبدالمطلب اپنی نذر پوری کرو۔ خواب دیکھ کر آپ بہت غمناک ہوئے اپنی اولادوں کو جمع کیا اور صورت حال بیان فرمائی۔ سب نے یہی کہا کہ ہم راضی ہیں۔ چنانچہ قرعہ اندازی کی گئی۔ جس میں آپ کے سب سے چہیتے و خوبصورت صاحبزادے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کا نام نکلا۔

جب حضرت عبدالمطلب قربانی کیلئے نکلے تو اہل مکہ آڑے آ گئے انہوں نے ایک کاہن کا پتا دیا کہ اس سے مشورہ کر لیں۔ چنانچہ آپ رضی اللہ عنہ اس کے پاس پہنچے تو اس نے کہا کہ تم اپنے ایک مرد کی دیت دس اونٹ اپنے بیٹے کے مقابل لے آؤ اور قرعہ ڈالتے جاؤ اور اونٹوں کی تعداد بڑھاتے جاؤ جس وقت قرعہ اندازی اونٹوں کے نام نکل آئے اس وقت معلوم ہو جائے گا کہ پروردگار راضی ہے اور اتنے اونٹ تمہارے بیٹے کا فدیہ ہے۔ چنانچہ عبدالمطلب اپنے بیٹے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کے مقابل اونٹ قربان گاہ میں لے آئے اور قرعہ ڈالا یہاں تک کہ سو اونٹ پر قرعہ نکل آیا چنانچہ عبدالمطلب نے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کی پھر سو اونٹ ذبح کئے اور ہر خاص و عام چرند

پرندوغیرہ سب کو پیٹ بھر کر کھلایا اور یوں حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ ذبح ہونے سے بچ گئے یوں آپ کا لقب ذبیح مشہور ہوا۔

نوٹ: جیسا کہ پہلے مذکور ہوا کہ اس وقت کاہنوں کے پاس جانے کی ممانعت نہیں آئی تھی۔

آپ کے لقب ذبیح کو سب سے پہلے حضور ﷺ نے ذکر فرمایا تھا" انا ابن الذبیحین" یہاں دو ذبیحوں سے مراد حضرت عبداللہ اور حضرت اسماعیل علیہ السلام ہیں۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ اپنے والد عبدالمطلب کے نہایت چہیتے و پیارے فرزند تھے اس لئے کہ ان کی پیشانی میں وہی نوری محمدی ﷺ دمک رہا تھا جو حضرت عبد المطلب رضی اللہ عنہ کی پیشانی پر دمکتا تھا۔

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ انتہائی حسین وجمیل، دلیر و بہادر اور دیگر صفات وکمالات کے مالک تھے آپ رضی اللہ عنہ کی ظاہری خوبصورتی حسن وجمال اور سیرت وکرداری پختگی و پاکیزگی نے قریشی عورتوں کا دل جیت لیا تھا ان میں سے ہر ایک کی دلی آرزو تھی کہ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کا ساتھ مل جائے آپ رضی اللہ عنہ کی خصوصیات اور بالخصوص چند علامات جو اس بات کی نشاندہی کر رہی تھیں کہ آپ کے صلب سے نبی آخرالزماں ﷺ جلوہ افروز ہوں گے دیکھ کر اہل کتاب آپ کے جان کے درپے ہو گئے۔

ایک روز موقعہ پا کر اہل کتاب کا ایک گروہ ہاتھ میں تلواریں لئے آپ رضی

اللہ عنہ کو شہید کرنے کے لئے پہنچ گیا۔ وہاں موجود وہب بن مناف نے جو سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا کے والد تھے جنتی سواروں کا ایک دستہ دیکھا جو غیب سے نمودار ہوا اور حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کی اس گروہ اہل کتاب سے حفاظت فرمائی۔

وہب بن مناف تمام صورتحال دیکھ کر گھر آئے اور اپنی زوجہ سے اس خواہش کا اظہار کیا کہ اپنی بیٹی سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا کی شادی حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے کر دی جائے۔ ان کی اس خواہش کی خبر حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کے والد حضرت عبدالمطلب کو بھی پہنچی۔ آپ رضی اللہ عنہ بھی اپنے فرزند دلبند کی شادی ایسی لڑکی سے کرنا چاہتے تھے جو حسب ونسب، عزت وشرافت حیاو پاکیزگی حسن وجمال وعفت وعصمت میں تمام قریش کی عورتوں سے منفرد و ممتاز ہو چنانچہ انہوں نے آمنہ رضی اللہ عنہا بنت وہب کو اس سے بڑھ کر پایا چنانچہ انہوں نے اپنے صاحبزادے حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ کی شادی سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا سے کر دی۔ چنانچہ جب حضرت سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا حضرت عبداللہ کے کاشانہ اقدس میں رونق افروز ہوئیں تو رسول اللہ ﷺ کا مبارک نور حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کی پیشانی مبارک سے منتقل ہو کر آپ رضی اللہ عنہا کے شکم طاہر میں قرار پایا:

سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

"مجھے پتہ ہی نہ چلا کہ میں حاملہ ہوگئی ہوں نہ مجھے کوئی بوجھ محسوس ہوا جو ان حالات میں دوسری عورتوں کو محسوس ہوتا ہے

ایک روز میں خواب اور بیداری کے درمیان تھی کہ کوئی آنے والا میرے پاس آیا اور اس نے پوچھا آمنہ مجھے علم ہوا کہ تو حاملہ ہے میں نے جواب دیا نہیں پھر اس نے بتایا کہ تو حاملہ ہے اور تیرے بطن میں اس امت کا سردار اور نبی تشریف فرما ہوا ہے۔

"(الوفاء ابن جوزی ج اول)

سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا سوائے سرکار دو عالم ﷺ کے کسی دوسرے فرزند سے حاملہ نہ ہوئیں اور حضرت عبداللہ کا بھی کوئی فرزند سوائے آپ ﷺ کے نہ ہوا۔

وصال:

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہا شادی کے بعد کچھ عرصہ مکہ مکرمہ میں رہے پھر بغرض تجارت شام گئے جب لوٹے تو ان کا گزر مدینہ شریف سے ہوا چند روز کے لئے اپنے والد حضرت عبدالمطلب کے ننھیال میں قیام کیا اس دوران بیمار ہو گئے آپ رضی اللہ عنہ وہی رک گئے کہ صحت درست ہو تو سفر اختیار کریں لیکن آپ رضی اللہ عنہ کی طبیعت بگڑتی چلی گئی یہاں تک کہ آپ رضی اللہ عنہ نے مدینہ شریف میں ہی وصال فرمایا اور روایات کے مطابق سرورعالم ﷺ کی پیدائش سے قبل ہی آپ نے داعی اجل کو لبیک کہا پھر ابواء کے قبرستان میں سپرد خاک ہوئے

سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا پر حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کے وصال کی خبر بجلی بن کر گری اور اسی صدمے میں تقریبا چھ سال کا عرصہ گزرا تو آپ رضی اللہ عنہا نے مدینہ جانے

کا فیصلہ کیا تا کہ اپنے عزیز شوہر کی قبر کی زیارت کرسکیں اس وقت آپ ﷺ کی عمر مبارک چھ برس تھی۔ چنانچہ حضرت عبدالمطلب سے اپنی دیرینہ خواہش اظہار کیا ان کی اجازت پا کر اپنے نور نظر لخت جگر ﷺ کے ہمراہ مدینہ شریف کی طرف روانہ ہوئیں آپ رضی اللہ عنہا کی کنیز ام ایمن بھی آپ کے ہمراہ تھی آپ رضی اللہ عنہا حضرت عبد المطلب کے ننھیال، بنوعدی بن نجار کے یہاں اتریں اور مہینہ بھر قیام فرمایا۔

ایک موقع پر جب حضور ﷺ ہجرت کے بعد یہاں تشریف لائے تو فرمایا:

"اس مکان میں میں اپنی والدہ کے ساتھ اترا تھا اور میں بنی عدی بن نجار کے تالاب میں تیرنے کی مہارت حاصل کی تھی۔ (السیرۃ النبویہ)

مہینہ بھر قیام کے بعد سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا نے واپس مکہ مکرمہ جانے کے لئے رخت سفر باندھا جب آپ ابواء کے مقام پر پہنچیں جہاں آپ کے عزیز شوہر حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ مدفون تھے۔ اچانک آپ رضی اللہ عنہا کی طبیعت ناساز ہوگئی اور سفر آخرت آپہنچا۔

حضرت اسماء بنت احم سے روایت ہے کہ فرماتی ہیں کہ میری ماں حضرت آمنہ کی وفات کے وقت حاضر تھی آپ رضی اللہ عنہا نے اپنے فرزند دلبند ﷺ کو دیکھ کر یہ اشعار پڑھے میں نے جو خواب دیکھا ہے اگر وہ صحیح ہے تو آپ تمام لوگوں کی طرف نبی بنا کر بھیجے گئے ہیں۔ اور سب جگہ آپ نبی ہوں گے آپ کو اپنے باپ ابراہیم کے دین پر مبعوث کیا جائے گا پھر فرمایا:

"ہر ذرہ موت کا مزہ چکھے گا ہر نئی چیز پرانی ہو جائے گی۔ ہر بڑی چیز فنا ہو جائے گی میں تو مر رہی ہوں لیکن میرا ذکر ہمیشہ باقی رہے گا میں نے ایک پاکباز بچہ جنا ہے۔"

(دلائل النبوت)

علامہ زرقانی شرح مواہب لدنیہ میں ان اشعار کو نقل کرنے کے بعد علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ یہ اشعار اس بات پر صراحتاً دلالت کرتے ہیں کہ حضرت آمنہ موحدہ تھیں انہوں نے دین ابراہیمی کا ذکر کیا اور یہ بھی بتایا کہ آپ کا فرزند اسلام کے ساتھ اللہ کی طرف سے مبعوث ہوگا اور بتوں کی دوستی سے اپنے فرزند کو منع فرمایا کیا یہی توحید نہیں کیا ان عقائد کے علاوہ توحید کسی دوسری چیز کا نام ہے۔"

نوٹ: واضح ہو کہ نبی کریم ﷺ کے والدین کریمین کے ایمان پر علماء کا اتفاق ہے۔

سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا نے مکہ مکرمہ سے تقریباً دو سو میل دور ابواء کے مقام پر ہی جہاں ان کے عزیز شوہر حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہا مدفون تھے آپ کو سپرد خاک کیا گیا ابواء بستی سے ذرا ہٹ کر ایک اونچا ٹیلہ ہے جہاں سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا کا مزار پر انوار ہے۔

نبی کریم ﷺ کی ازواج مطہرات

ام المومنین حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا

نام ونسب:

آپ کا نام مبارک خدیجہ، کنیت ام ہند اور لقب طاہرہ ہے آپ کا نسب نامہ اس طرح سے ہے

خدیجہ رضی اللہ عنہا بنت خویلد بن اسد بن عبد العزیٰ بن قصی بن کلاب بن مرہ بن بعب بن لوی قصی پر پہنچ کر سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کا نسب شریف آنحضرت ﷺ کے نسب پاک سے مل جاتا ہے۔ (قصی سرور عالم ﷺ کے جدامجد تھے)

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی والدہ کا نام فاطمہ بنت زائدہ تھا جو کہ خاندان عامر بن لوی سے تعلق رکھتی تھیں اور آپ کے والد کا نام خویلد بن اسد تھا جو کہ اپنے قبیلہ میں اپنی دیانت داری اور خوش معاملگی کے باعث بے حد معزز اور محترم تھے اور تمام قریش آپ کو بے حد عزیز رکھتے تھے۔ چنانچہ مکہ مکرمہ میں ہی آپ کی شادی فاطمہ بن زائدہ سے انجام پائی۔ جن کے بطن سے عام الفیل سے 15 سال قبل 555ء میں حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا پیدا ہوئیں۔ آپ رضی اللہ عنہا بچپن ہی سے نہایت نیک اور

شریف الطبع تھیں جب سن شعور کو پہنچیں تو اپنے پاکیزہ اخلاق و بلند کرداری کی بدولت طاہرہ کے لقب سے مشہور ہوئیں۔

نکاح:

آپ کا پہلا نکاح ابو ہالہ بن نباش تمیمی سے ہوا جن سے ان کے دو لڑکے ہوئے ان میں سے ایک کا نام ہالہ اور دوسرے کا ہند تھا۔ابو ہالہ کے انتقال کے بعد سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کا دوسرا نکاح عتیق بن عائذ مخزومی سے ہوا اس سے ان کے ہاں ایک بیٹی ہند رضی اللہ عنہا پیدا ہوئی جو کہ آنحضور ﷺ کی ربیبہ تھیں۔کچھ عرصہ کے بعد عتیق بن عائذ کا بھی انتقال ہو گیا

تجارت:

عام الفیل سے تقریبا 20 سال بعد حرب الفجار کی لڑائی میں سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے والد کا انتقال ہو گیا چنانچہ شوہر اور باپ کے انتقال کے بعد آپ کے چچا عمرو بن اسد آپ کے سرپرست و ولی تھے۔سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا نے اپنے والد کا تمام کاروبار تجارت اپنے حسن تدبیر و دیانت داری سے بحسن وخوبی سنبھال لیا۔آپ کا یہ کاروبار شام سے یمن تک پھیلا ہوا تھا۔چنانچہ آپ اپنے اعزہ کو معاوضہ دے کر مال تجارت بھیجا کرتی تھیں مگر ساتھ ساتھ آپ رضی اللہ عنہا اپنے اس روز بروز ترقی کرتے ہوئے کاروبار کے لئے کسی ایسے قابل ذہین اور دیانت دار شخص کی متلاشی تھیں جو ان

کے کاروبار اور عملے کی نگرانی کر سکے اور جس کی سرکردگی میں اپنا مال تجارت تجارتی قافلوں کے ہمراہ باہر بھیجا کریں۔چنانچہ پھر وہ وقت آیا جب سرور عالم ﷺ کے حسن معاملت، بلند اخلاق پاکیزہ صفات و کردار کا چرچہ مکہ کی گلی کوچوں سے ہوتا ہوا آپ تک پہنچا حضور پر نور ﷺ اپنے اوصاف جمیلہ و صفات حمیدہ اور دیانت داری کے سبب سارے قبیلے میں امین کے لقب سے یاد کئے جاتے تھے چنانچہ سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا نے حضور ﷺ کو اپنا سامان تجارت شام لے جانے کی پیشکش کی حضور ﷺ نے سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کی یہ پیشکش قبول فرمائی اور مال تجارت لے کر بصرہ تشریف لے گئے ۔سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا نے حضور ﷺ کی خدمت کے لئے ایک غلام خاص جس کا نام میسرہ تھا ساتھ کر دیا۔

حرم نبوت:

حضور پر نور ﷺ کی دیانت داری، راست گوئی وسلیقہ شعاری کے سبب تجارت میں ہر سال کی نسبت دوگنا نفع ہوا۔جب قافلہ واپس آیا تو سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے غلام میسرہ نے منافع کی تفصیلات کے ساتھ ساتھ حضور پر نور ﷺ کے اخلاق کریمانہ واوصاف حمیدہ کی تصدیق کی جسے سن کر سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا بے حد متاثر ہوئیں اور اپنی خادمہ یا سہیلی نفیسہ رضی اللہ عنہا کی معرفت حضور ﷺ کو نکاح کا پیغام بھیجا جسے آنحضرت ﷺ نے قبول فرمایا اور اپنے چچا حضرت حمزہ رضی اللہ تعالی عنہ اور دیگر اکابرین خاندان کو ہمراہ لیا اور سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے مکان پر تشریف لے

گئے۔ یہاں سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا نے بھی اپنے خاندان کے چند بزرگوں اور اپنے چچا اور سرپرست عمرو بن اسد کو بلا لیا ابو طالب نے خطبہ نکاح پڑھا اور عمرو بن اسد کے مشورہ سے 500 طلائی درہم مہر طے پایا اور دیگر روایات کے مطابق بارہ اوقیہ سونا یا انتیس اونٹ حق مہر قرار ہوا۔ اور یوں سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کو حرم نبوت ہونے کا شرف عظیم حاصل ہوا نکاح کے وقت سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کی عمر 40 سال اور رسول اللہ ﷺ کی عمر مبارک پچیس سال کی تھی یہ بعثت نبوی ﷺ سے پندرہ سال قبل کا واقعہ ہے۔

ارباب سیر کہتے ہیں کہ سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا نے ایک خواب دیکھا تھا کہ آفتاب ان کے گھر میں اترا اور وہاں سے اس کا نور پھیل گیا حتیٰ کہ مکہ شریف کا شہر اس نور کے باعث چمک اٹھتا ہے خواب سے بیدار ہونے پر انہوں نے اپنے چچا زاد بھائی ورقہ بن نوفل کو اپنے خواب سے آگاہ کیا تو انہوں نے خواب کی تعبیر یوں بیان فرمائی کہ تمہارا نکاح نبی آخر الزماں ﷺ سے ہوگا۔ آپ رضی اللہ عنہا کا یہ خواب مبارک ثابت ہوا اور آپ کو حضور ﷺ کا شرف زوجیت حاصل ہوا۔

قبول اسلام:

نکاح کے بعد حضور ﷺ کبھی کبھی روز مکہ کے پہاڑوں پر جا کر عبادت الٰہی میں مشغول ہو جاتے اسی طرح دس پندرہ برس کا زمانہ گزر گیا۔ ایک دن حسب معمول حضور ﷺ غار حرا میں معتکف تھے کہ اللہ عزوجل کے حکم سے حضرت جبرائیل امین علیہ السلام آپ ﷺ کے پاس تشریف لائے اور عرض کی "قم یا محمد" حضور ﷺ نے نگاہ

مبارک اٹھائی تو اپنے سامنے ایک نورانی شکل کو کھڑے پایا جس کی پیشانی پر نورانی خط سے کلمہ طیبہ رقم تھا جبرائیل امین علیہ السلام نے حضور ﷺ کو گلے لگا کر بھینچا اور عرض کی "پڑھیئے" حضور ﷺ نے فرمایا میں نہیں پڑھنے والا جبرائیل امین علیہ السلام نے پھر یہی عرض کی حضور ﷺ نے وہی جواب ارشاد فرمایا پھر جب تیسری مرتبہ جبرائیل امین نے کہا:

"اقرا باسم ربك الذی خلق ... علم الانسان مالم یعلم"

ترجمہ کنزالایمان:

پڑھو اپنے رب کے نام سے جس نے پیدا کیا آدمی کو خون کی پھٹک سے بنایا پڑھو اور تمہارا سکھایا جو نہ جانتا تھا رب ہی ہے سب سے بڑھ کر کریم جس نے قلم سے لکھنا سکھایا آدمی کو"

تو حضور ﷺ کی زبان مبارک پر یہی کلمات جاری ہو گئے اس واقعہ کے بعد آپ ﷺ گھر تشریف لائے آپ کا بدن مبارک جلال الٰہی سے لبریز تھا آپ نے سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا سے ارشاد فرمایا:

زَمِّلُوْنِی زَمِّلُوْنِی   مجھ کو کپڑا اڑھاؤ، مجھ کو کپڑا اڑھاؤ

سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا نے تکمیل ارشاد کی اور جب کچھ طبیعت بہتر ہوئی تو آپ ﷺ نے تمام واقعہ سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا سے بیان فرمایا تو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا اللہ عزوجل آپ کو تنہا نہ چھوڑے گا کیونکہ آپ سچ بولتے ہیں، صلہ رحمی

کرتے ہیں، بے کسوں اور فقیروں کی معاونت کرتے ہیں امانت دار اور حق کی حمایت کرنے والے ہیں بے کسوں اور فقیروں کی معاونت کرنے والے ہیں اور یوں سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا بلاتردد حضور ﷺ پر ایمان لے آئیں اور خواتین میں سب سے پہلے مشرف بہ اسلام ہونے کی سعادت حاصل کی۔

غمگساری وتابعداری:

سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا نے نہ صرف آپ ﷺ کی نبوت کی تصدیق کی بلکہ آغاز اسلام میں آنحضرت ﷺ کی بھرپور مالی وجسمانی معاونت بھی کی اور حضور ﷺ کی رضا کے مطابق اپنا تمام مال وزر راہ خدا میں صرف کر دیا۔ حضور ﷺ سے نکاح کے بعد سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا تقریباً 25 سال حیات رہیں اور اس تمام مدت میں آپ نے حضور ﷺ کی رفاقت اور جانثاری کا حق ادا کرنے میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھی اور تمام عمر تبلیغ حق کی خاطر ہر قسم کے مصائب کو خندہ پیشانی سے برداشت کیا دعوت اسلام کے سلسلے میں جب کفار ومشرکین آنحضور ﷺ کو طرح طرح کی اذیتیں پہنچاتے اور اپنی لا یعنی اور بیہودہ باتوں سے آپ ﷺ کو کبیدہ خاطر کرتے اور آپ ﷺ کو جھٹلاتے تو سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا ان تمام مواقع پر آپ ﷺ کو تسلی وتشفی دیا کرتیں اور عرض کرتیں:

"یارسول اللہ ﷺ آپ رنجیدہ نہ ہوں بھلا کوئی ایسا رسول بھی آج تک آیا ہے جس سے لوگوں نے تمسخر نہ کیا ہو اور جسے نہ جھٹلایا ہو۔"

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی غمگساری سے آپ ﷺ کا ملال اور رنج دور ہو

جاتا تھا آپ ﷺ جب سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کو دیکھ لیتے تھے تو تمام رنج والم بھول جایا کرتے تھے اور آپ کو بے حد اطمینان وخوشی محسوس ہوتی تھی آپ ﷺ فرمایا کرتے تھے:

"میں جب کفار سے کوئی بات سنتا ہوں اور وہ مجھ کو ناگوار معلوم ہوتی تھی تو میں خدیجہ سے کہتا وہ اس طرح میرے ڈھارس بندھاتی تھیں کہ میرے دل کو تسکین ہو جاتی تھی اور کوئی رنج ایسا نہ تھا جو خدیجہ رضی اللہ عنہا کی باتوں سے آسان اور ہلکا نہ ہو جاتا تھا"

صحیحین میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی گئی ہے کہ:

"جبرائیل علیہ السلام نازل ہوئے اور آنحضرت ﷺ سے عرض کی اے محم ﷺ آپ کے پاس سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا دسترخوان لے آرہی ہیں اس میں کھانا او پانی ہے وہ آپ کے پاس لے کر پہنچیں تو آپ انہیں اپنے رب کی جانب سے سلا فرمادیں اور انہیں یہ خوشخبری بھی دے دیں کہ ان کی خاطر جنت میں ایک موتی کا گھ تیار ہے جس میں شور غل اور محنت مشقت نہ ہوگی۔" (بخاری شریف)

اس وقت تک نماز پنجگانہ فرض نہ تھی لہٰذا آنحضور ﷺ نوافل ادا کیا کر تھے اور حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا بھی آپ کے ساتھ نوافل میں شرکت کرتی تھیں۔

سنہ 7 نبوی میں قریش نے اسلام کو تباہ کرنے کا ناپاک منصوبہ بنایا اور یہ تدب سوچی کہ آنحضرت ﷺ اور آپ کے خاندان کو ایک گھاٹی میں محصور کیا جائے۔ چنا ابوطالب مجبور ہو کر خاندان ہاشم کے ساتھ شعب ابی طالب میں محصور ہو گئے۔ سیدہ خد

رضی اللہ عنہا بھی آنحضرت ﷺ کے ساتھ تھیں۔ تین سال بنو ہاشم نے اسی حصار میں بسر کئے اور ایسا سخت زمانہ گزارا کہ طلح پتے کھا کھا کر گزارہ کیا لیکن ان نامساعد حالات میں بھی سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا نے آپ ﷺ کا ساتھ نہ چھوڑا اور ہمدردی دل سوزی اور جاں نثاری کا بھرپور مظاہرہ کیا۔

وصال:

آپ نے اس دوران تمام تر آلام ومصائب کا صبر واستقلال کے ساتھ مقابلہ کیا یہاں تک کہ سنہ 10 بعد نبوت یہ ظالمانہ محاصرہ ختم ہوا لیکن اس کے کچھ ہی عرصے تک سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا حیات رہیں یہاں تک کہ 11 رمضان سنہ 11 نبوی کو انہوں نے داعی اجل کو لبیک کہا اور مکہ مکرمہ کے قبرستان حجون میں آپ کو سپرد خاک کیا گیا اس وقت آپ کی عمر 65 برس تھی۔ حضور ﷺ خود ان کی قبر میں اترے اور اپنی غمگسار کے لئے دعائے خیر فرمائی۔

فضائل ومناقب

سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا نے حضور ﷺ کی رفاقت مبارک میں پچیس برس کا عرصہ گزارا اور اس دوران آپ رضی اللہ عنہا نے اپنی جانثاری، تابعداری، وفا شعاری، سلیقہ مندی اور خدمت سے حضور ﷺ کی بھرپور معاونت کی۔ یہی جمیلہ اوصاف تھے کہ حضور ﷺ ان سے بے پناہ محبت فرماتے تھے جب تک سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا

حیات رہیں حضور ﷺ نے کوئی دوسرا نکاح نہ فرمایا۔ یہاں تک کہ سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کی وفات کے بعد بھی آپ ﷺ کو ان سے اتنی محبت تھی کہ جب کوئی قربانی کرتے تو پہلے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی سہیلیوں کو گوشت بھیجتے پھر بعد میں کسی اور کو دیتے اسی طرح سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کا جب کوئی رشتہ دار آپ کے پاس آتا تو آپ ﷺ اس کی بے حد خاطر مدارت فرمایا کرتے۔ آنحضور ﷺ آپ رضی اللہ عنہا کی بے حد تعریف وتوصیف فرمایا کرتے آپ فرماتے:

"خدا کی قسم مجھے خدیجہ رضی اللہ عنہا سے اچھی بیوی نہیں ملی وہ ایمان لائیں جب سب لوگ کافر تھے انہوں نے میری تصدیق کی جب سب نے مجھے جھٹلایا انہوں نے اپنا مال وزر مجھ پر قربان کر دیا جب دوسروں نے مجھے محروم رکھا اور اللہ عزوجل نے ان کے بطن سے مجھے اولاد دی"

آنحضرت ﷺ اس سال کو (یعنی وفات کے سال کو) عام الحزن (سال غم) ارشاد فرمایا کرتے تھے۔

حضرت سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے فضائل ومناقب میں بہت سی احادیث مروی ہیں صحیح بخاری اور مسلم میں ہے:

خیر النسائها مریم بنت عمران خیر النسائها خدیجة بن خویلد

مسند احمد وارد ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

تذکرہ ام المومنین

سیدہ سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا

نام ونسب:

ام المومنین سیدہ سودہ رضی اللہ عنہا کا نام سودہ تھا آپ قبیلہ عامر بن لوی سے تھیں ۔جوکہ قبیلہ قریش سے ہے آپ کا سلسلہ نسب سودہ بنت زمعہ بن قیس بن شمس بن عبدو بن نضر بن مالک بن حسل بن عامرلوی ہے لوی پر جا کر آپ کا نسب آنحضرت ﷺ کے نسب مبارکہ سے مل جاتا ہے آپ کی کنیت ام الاسود ہے اور آپ کی والدہ کا نام شموس بنت قیس تھا جوکہ مدینہ منورہ کے انصاری خاندان بنونجار سے تعلق رکھتی تھیں۔

نکاح: حضرت سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا کا پہلا نکاح ان کے چچازاد بھائی حضرت سکران بن عمرو رضی اللہ عنہا سے ہوا۔

قبول اسلام:

جب حضور ﷺ نے دعوت اسلام کا آغاز کیا تو آپ جوکہ ابتداء ہی سے نیک خصلت اور سمجھدار تھیں اور اچھی اور سچی بات فوراً ان کے دل پر اثر کرجاتی چنانچہ نبی کریم ﷺ کی حق گوئی بعض قرآنی آیات سننے کے بعد فوراً مشرف بہ اسلام ہوئیں اور

ان کے ساتھ ان کے شوہر حضرت سکران رضی اللہ عنہ بھی اسلام لے آئے اسی لیے آپ رضی اللہ عنہا کو قدیم اسلام ہونے کا شرف حاصل ہے۔

اولاد

حضرت سکران رضی اللہ عنہ سے آپ رضی اللہ عنہا کے ایک فرزند تولد ہوئے جن کا نام عبد الرحمن تھا انہوں نے خلافت فاروقی میں جنگ جلولا میں شرکت کی اور دلیری و شجاعت کا مظاہرہ کرتے ہوئے جام شہادت نوش کیا۔ نبی کریم ﷺ سے آپ رضی اللہ عنہا کی کوئی اولاد نہیں ہوئی۔

ہجرت

حبشہ کی پہلی ہجرت کے موقعہ پر حضرت سودہ رضی اللہ عنہا اور ان کے شوہر حضرت سکران رضی اللہ عنہ مکہ مکرمہ میں ہی ٹھہرے رہے لیکن جب کفار کی ایزارسایاں ناقابل برداشت ہوگئیں تو حبشہ کی دوسری ہجرت میں حضرت سودہ رضی اللہ عنہا اور ان کے شوہر حضرت سکران رضی اللہ عنہ بھی دوسرے مسلمانوں کے ہمراہ حبشہ کی طرف ہجرت کر گئے ۔اور کئی برس کے بعد واپس مکہ مکرمہ آگئے جہاں حضرت سکران رضی اللہ عنہ کا کچھ دن بعد وصال ہوگیا۔

حرم نبوت

حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے وصال کے بعد آنحضور ﷺ بہت

غمگین تھے گھر بار کی پریشانی اور بن ماں کے بچیوں کی دیکھ کر آپ ﷺ افسردہ رہنے لگے چنانچہ آپ ﷺ کی طبیعت مبارکہ کی افسردگی کو دیکھ کر آپ کی خدمت میں ایک صحابیہ حضرت خولہ بنت حکیم رضی اللہ عنہا نے آپ ﷺ کی خدمت میں عرض کیا یارسول اللہ ﷺ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے وصال کے بعد آپ ﷺ بہت ملول و رنجیدہ رہنے لگے ہیں۔ تو آنحضور ﷺ نے ارشاد فرمایا ہاں گھر کا انتظام اور بچوں کی تربیت خدیجہ رضی اللہ عنہا ہی کے سپرد تھی۔ حضرت خولہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ تو پھر آپ ﷺ کو ایک غمگسار رفیق حیات کی ضرورت ہے اگر آپ ﷺ اجازت عطا فرمائیں تو اس سلسلہ میں پیش قدمی کریں؟ حضور ﷺ نے اس سے منظور فرمالیا چنانچہ حضرت خولہ رضی اللہ عنہا حضرت سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لے گئیں اور ان سے حرم نبوی ﷺ بننے پر عندیہ لیا جس پر انہوں نے بخوشی رضامندی کا اظہار کیا اور حرم نبوی ﷺ بننے کی عظیم سعادت حاصل کی۔ ان کے والد زمعہ نے اپنی بیٹی کا نکاح خود پڑھایا مہر کی رقم چار سو درہم قرار پائی۔ یہ نکاح ایک روایت کے مطابق اواخر رمضان اور دوسری روایت کے مطابق شوال سنہ ۱۰ بعد بعثت میں ہوا۔

نکاح کے بعد

حضرت عبداللہ بن زمعہ رضی اللہ عنہ جو حضرت سودہ رضی اللہ عنہ کے بھائی تھے اور اس وقت تک مسلمان نہ ہوئے تھے کو جب اس نکاح کا علم ہوا تو اپنے سر پر خاک ڈالی اور سخت رنجیدہ ہوئے لیکن اسلام قبول کے لینے کے بعد آپ رضی اللہ عنہ ساری عمر

اپنی اس نادانی پر پشیمان ہوتے رہے

زرقانی رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے کہ حضرت سودہ رضی اللہ عنہا نے اپنے پہلے شوہر حضرت سکران رضی اللہ عنہ کی زندگی میں ایک دفعہ خواب میں دیکھا کہ وہ تکیہ کے سہارے لیٹی ہیں کہ آسمان پھٹا اور چاند ان پر گر پڑا یہ خواب انہوں نے اپنے شوہر حضرت سکران رضی اللہ عنہ سے بیان کیا تو انہوں نے کہا اس خواب کی تعبیر یہ معلوم ہوتی ہے کہ میں عنقریب فوت ہو جاؤں گا اور تم عرب کے چاند محمد ﷺ کے نکاح میں آؤ گی۔ چنانچہ اس خواب کی تعبیر چند دن بعد حرف بہ حرف پوری ہوئی۔

(زرقانی ج ۳ صفحہ ۲۶۰، طبقات ابن سعد ج ۸ صفحہ ۳۹ ۳۸۔)

اہل سیر کا بیان ہے کہ حبشہ سے جب سیدہ سودہ رضی اللہ عنہا مکہ واپس آئیں تو انہوں نے ایک خواب دیکھا کہ نبی کریم ﷺ نے ان کے پاس آکر ان کی گردن پر اپنا پائے اقدس رکھا ہے انہوں نے جب یہ خواب اپنے شوہر حضرت سکران رضی اللہ عنہ سے بیان فرمایا تو وہ کہنے لگے کہ اگر تم سچ کہہ رہی ہو تو میں جلد وصال پاؤں گا اور رسول کریم ﷺ آپ رضی اللہ عنہا کی خواہش فرمائینگے۔ چنانچہ چند ہی دنوں میں خواب کی تعبیر پوری ہوگئی۔

حالات وواقعات

سنہ ۱۲ بعد بعثت میں سرور عالم ﷺ نے جب مدینہ منورہ ہجرت فرمائی تو

حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ اور حضرت ابو رافع رضی اللہ عنہ کو مکہ بھیجا کہ حضرت سودہ رضی اللہ عنہا، حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا، حضرت فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا وغیرہ کو جا کر لے آئیں چنانچہ وہ سب حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ اور حضرت ابو رافع رضی اللہ عنہ کے ہمراہ مدینہ منورہ تشریف لے آئیں۔

پردہ کا حکم نازل ہونے سے پہلے حضرت سودہ رضی اللہ عنہا قضائے حاجت وغیرہ کے لیے باہر تشریف لے جایا کرتی تھیں جبکہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کہ یہ خواہش تھی کہ ازواج مطہرات باہر نہ نکلیں چنانچہ ایک دفعہ حضرت سودہ رضی اللہ عنہا قضائے حاجت کے لیے جنگل کی طرف جا رہی تھیں کہ راستے میں حضرت عمر فاروق مل گے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کے بلند قد و قامت کی وجہ سے انھیں پہچان لیا اور فرمایا کہ سودہ رضی اللہ عنہا ہم نے تمھیں پہچان لیا حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کو یہ جملہ ناگوار محسوس ہوا چنانچہ حضور ﷺ نے عرض کی اس واقعہ کے بعد آیت حجاب نازل ہوئی اور تمام خواتین پردے کی پابند ہوگئیں۔ (صحیح بخاری)

عادات واطوار

حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کے مزاج میں کسی قدر تندی پائی جاتی تھی لیکن ساتھ ساتھ مزاج میں ظرافت بھی موجود تھی، اور حضور اکرم ﷺ اس سے محظوظ بھی ہو کرتے تھے ایک دن رات کے وقت حضور پر نور ﷺ کے ساتھ نماز پڑھی حضور ﷺ نے کافی دیر تک رکوع فرمایا صبح ہوئی تو عرض کرنے لگیں یا رسول اللہ ﷺ رات کو نماز میں آپ

ﷺ نے اتنی دیر تک رکوع فرمایا کہ مجھے اپنی نکسیر پھوٹنے کا اندیشہ ہوگیا چنانچہ میں بڑی دیر تک اپنی ناک پکڑے رہی حضور ﷺ ان کی یہ بات سن کر مسکرا دیئے۔

ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کبھی کبھی جان بوجھ کر بے ڈھنگے پن سے چلنے لگتی تھیں حضور ﷺ ان کو اس طرح چلتا دیکھتے تو ہنس پڑتے۔ حضرت سودہ رضی اللہ عنہا نہایت سخی اور رحمدل تھیں جو کچھ بھی آپ رضی اللہ عنہا کے پاس ہوتا حاجتمندوں میں بے دریغ لٹاتیں تھیں۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ ان کی خدمت میں درہموں کی تھیلی کا نذرانہ بھیجا انہوں نے پوچھا اس میں کیا ہے لوگوں نے بتایا کہ اس میں درہم ہیں فرمانے لگیں تھیلی میں کھجوروں کی طرح؟ یہ فرما کر تمام درہم حاجت مندوں اور ضرورت مندوں میں اس طرح بانٹ دئے جیسے کھجوریں بانٹی جاتی ہیں۔ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے اصابہ میں تحریر فرمایا ہے کہ حضرت سودہ رضی اللہ عنہا دستکار تھیں اور کھالیں بنایا کرتی تھیں اور اس سے حاصل ہونے والی تمام آمدنی راہ خدا میں خرچ کر دیا کرتی تھیں۔

(اصابہ ج ۸ صفحہ ۱۸)

حضرت سودہ رضی اللہ عنہا نہایت فیاض اور ایثار پسند تھیں چونکہ آپ رضی اللہ عنہا کی عمر زیادہ ہو چکی تھی اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا ابھی نوعمر تھیں چنانچہ انہوں نے حصول تقرب بارگاہ نبوت میں اپنی باری بخوشی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو دے دی۔ (صحیح بخاری و صحیح مسلم)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا قول ہے میں نے کسی عورت کو جذبہ رغبت سے خالی نہ دیکھا سوائے سودہ رضی اللہ عنہا کے ۔حضرت سودہ رضی اللہ عنہا اتنے بلند کردار و پاکیزہ اخلاق کی مالک تھیں کہ ایک دفعہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا۔سوائے سودہ کے کسی عورت کو دیکھ کر میرے دل میں یہ خواہش پیدا نہ ہوئی کہ اس کے جسم میں میری روح ہوئی ۔(طبقات ج ۸ صفہ ۳۸)

آپ رضی اللہ عنہا رسول کریم ﷺ کی بے حد تابعدار رفیقہ حیات تھیں حجۃ الوداع کے موقعہ پر رسول اللہ ﷺ کے تمام ازواج مطہرات سے ارشاد فرمایا، اس حج کے بعد اپنے گھروں میں بیٹھنا۔ چنانچہ حضرت سودہ رضی اللہ عنہا نے اس مبارک حکم کی نہایت سختی سے تعمیل کی اور ساری عمر گھر سے باہر نہ نکلیں ۔آپ رضی اللہ عنہا فرمایا کرتیں میں حج وعمرہ دونوں کر چکی ہوں چنانچہ اب گھر سے باہر نہ نکلوں گی۔

(طبقات ج ۸ صفہ ۳۸)

دجال سے بہت ڈرتی تھیں ایک مرتبہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے پاس آرہی تھیں دونوں نے مذاق کے لہجے میں کہا تم نے کچھ سنا ؟ پوچھا کیا؟ کہا دجال نے خروج کیا حضرت سودہ رضی اللہ عنہا یہ سن کر گھبرا گئیں اور قریب ہی ایک خیمہ تھا فوراً اس کے اندر داخل ہو گئیں ۔حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا ہنستی ہوئی آنحضور ﷺ کے پاس پہنچیں اور اپنے مذاق کی خبر دی ۔آپ ﷺ تشریف لائے اور خیمہ کے دروازے پر کھڑے ہو کر فرمایا کہ ابھی دجال

نہیں نکلا ہے یہ سن کر حضرت سودہ رضی اللہ عنہا باہر آئیں ۔(اصابہ ج ۸ صفہ ۶۵)

وصال

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ، امام جزری رحمۃ اللہ علیہ، اور جمہو دعلماء کرام کی روایت کے مطابق حضرت سودہ رضی اللہ عنہا نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے آخیر عہد خلافت ۲۲ھ میں وصال فرمایا۔

جیسا کہ ارباب سیر نے بیان کیا ہے کہ سیدہ سودہ رضی اللہ عنہا چونکہ لمبے قد اور فربہ جسم تھیں لہذا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ان کا جنازہ رات میں لے جانے کا حکم فرمایا۔

حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا نے فرمایا عورتوں کے جنازے کے لیے پردہ دار ستھری بنائی جاتی تھی (جیسا کہ حضرت سید فاطمہ زہرا کے لیے سب سے پہلے بنائی گئی تھی) میں نے ان کے اسی طرح کی ایک ستھری بنائی حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی نظر اس پر پڑی تو دیکھ کر حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کے حق میں دعا دی اور فرمایا ستر تیا سترک اللہ یعنی تم نے ان کا ستر قائم کیا اللہ تعالیٰ تمہارا ستر فرمائے ۔

تذکرہ ام المومنین

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا

نام ونسب

ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا مشہور صحابی رسول ﷺ اور یار غار خلیفہ اول سیدنا حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی دختر تھیں ۔آپ رضی اللہ عنہا کا نام مبارک عائشہ لقب صدیقہ اور حمیرا اور کنیت ام عبداللہ تھی ۔آپ رضی اللہ عنہا کی یہ نسبت آپ رضی اللہ عنہا کے بھانجے حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کی نسبت سے تھی جو کہ آپ رضی اللہ عنہا کی بہن حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کے فرزند ارجمند تھے ۔رسول اللہ ﷺ سے آپ رضی اللہ عنہا کی خواہش کا اظہار فرمایا کہ میری کنیت مقرر فرمائیں تو رسول اللہ ﷺ نے ان کے بھانجے کی نسبت سے کنیت اختیار کرنے کی خواہش فرمائی ۔

ایک روایت کے مطابق حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کی پیدائش کے موقعہ پر آنحضور ﷺ نے تحنیک فرمائی ان کے منہ میں آپ ﷺ نے اپنا لعاب دہن ڈالا اور سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا کہ یہ عبداللہ ہیں اور تم ام عبداللہ ہو ۔

(مدارج النبوت ج ۲)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بعثت کے چار سال بعد شوال کے مہینے میں

پیدا ہوئیں آپ رضی اللہ عنہا کے والد آپ رضی اللہ عنہا کے ہوش سنبھالنے سے پہلے ہی اسلام لا چکے تھے لہذا آپ رضی اللہ عنہا ان برگزیدہ ہستیوں میں سے ہیں جنھوں نے اپنے اردگرد کبھی کفر وشرک کی آواز نہیں سنی ۔خود حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں ۔

جب سے میں نے اپنے والدین کو پہچانا انھیں مسلمان پایا ۔(بخاری شریف ج ۱صفحہ ۲۵۲)

آپ رضی اللہ عنہا کی والدہ کا نام زینب اور کنیت ام رومان بنت عامر بن عمویمر تھی جو کہ قبیلہ بنو کنانہ سے تھے ۔حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا والد کی طرف سے قریشیہ اور والد کی طرف سے کنانیہ ہیں آپ رضی اللہ عنہا کا سلسلہ نسب والد کی طرف سے چھ واسطوں سے نبی کریم ﷺ سے جا ملتا ہے ۔حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو وائل کی بیوی نے دودھ پلایا وائل کے کنیت ابوالتصیص تھی وائل کے بھائی افلح حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے رضاعی چچا تھے وہ آپ رضی اللہ عنہا سے کبھی کبھی ملنے آیا کرتے تھے ۔(بخاری شریف ج ۱صفحہ ۳۲۰)

بچپن

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بچپن ہی سے بے حد ذہین اور باشعور تھیں اور بے حد اچھے حافظے کی مالک تھیں انھیں اپنے بچپن کے تمام واقعات اور باتیں خوب یاد تھیں آپ رضی اللہ عنہا غیر معمولی ذہانت کی مالک تھیں ۔بچپن میں ایک دفعہ حضرت

عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا گڑیوں سے کھیل رہی تھیں کہ حضور ﷺ کا وہاں سے گزر ہوا تو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے پاس ایک گھوڑا دیکھا آپ ﷺ نے دریافت فرمایا اے عائشہ یہ کیا ہے؟ انہوں نے جواب دیا گھوڑا ہے حضور ﷺ نے فرمایا گھوڑوں کے پر تو نہیں ہوتے تو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے بے ساختہ فرمایا کیوں یارسول اللہ ﷺ حضرت سلیمان علیہ السلام کے گھوڑوں کے تو پر تھے۔ حضور ﷺ یہ جواب سن کر مسکرادیئے۔ (تزکرہ صحابیات)

حرم نبوت

حضور ﷺ کے شرف زوجیت میں آنے سے قبل حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی نسبت جبیر بن معطم کے بیٹے سے ہوئی تھی لیکن معطم نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور ان کے اہل خانہ کے اسلام لانے کے سبب از خود یہ نسبت ختم کر دی کہ اگر عائشہ رضی اللہ عنہا ان کے گھر آئیں تو ان کے گھر میں اسلام داخل ہو جائے گا۔

چنانچہ بعد ازاں آنحضور ﷺ نے حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے لیے نکاح کا پیغام بھیجا حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے خوشی خوشی اس سعادت عظمی کو قبول کرلیا اور یوں ماہ شوال المکرم میں ۱۰نبوی میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا نکاح ہوا۔ پانچ سو درہم مہر مقرر ہوا اس وقت آپ رضی اللہ عنہا کی عمر مبارک چھ برس تھی۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا خود فرماتی ہیں کہ جب میرا نکاح ہوا تو مجھ کو خبر

تک نہ ہوئی جب میری والدہ نے باہر نکلنے میں روک ٹوک شروع کی اور مجھے سمجھایا تو مجھے معلوم ہوا کہ میرا نکاح ہوگیا۔ (طبقات ابن سعد ج ۸ ص ۴۰)

ایک روایت کے مطابق حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا نکاح ہوا تو آپ رضی اللہ عنہا گڑیوں سے کھیل رہی تھیں ان کی انا آئی ان کو اندر لے گئی اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے آ کر ان کا نکاح پڑھا دیا۔ نکاح کے بعد ہجرت کے دوسرے سال اٹھویں مہینے کے آخر میں رسم عروسی ادا کی گئی اس وقت حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے عمر مبارک نو برس تھی۔ (مدارج النبوت)

ایک روایت کے مطابق ۱۳نبوی میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے شب زفاف ہوئی اس وقت حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی عمر مبارک ۹ سال تھی آپ رضی اللہ عنہا اس وقت اپنی سہیلیوں کے ساتھ جھولا جھول رہی تھیں کہ ان کی والدہ ام رومان رضی اللہ عنہا ان کے پاس آئیں ان کا منہ ہاتھ دھلایا بال درست کئے گھر میں موجود انصاری عورتوں نے انھیں مبارک باد دی تھوڑی دیر بعد ہی نبی کریم ﷺ تشریف لے آئے۔ (صحیح بخاری ج ۲)

اور یوں شوال ہی میں نکاح ہوا اور شوال ہی میں رخصتی ہوئی۔

اہل عرب کے وہم کی اصلاح

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے اس مبارک نکاح کی وساطت سے اہل عرب کے بعض غلط خیالات و وہم کی اصلاح بھی ہوگئی۔

1۔ عرب میں منہ بولے بھائی کی لڑکی سے نکاح ناجائز سمجھا جاتا تھا چونکہ حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ آنحضور ﷺ کے منہ بولے بھائی تھے لہذا جب آنحضور ﷺ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے لیے نکاح کا نکاح کا پیغام بھیجا تو انہوں نے تعجب سے پوچھا کہ کیا بھائی کی بیٹی سے نکاح جائز ہے؟ عائشہ تو رسول اللہ ﷺ کی بھتیجی ہیں تو آنحضور ﷺ نے ارشاد فرمایا

"انت اخ فی اسلام" تم صرف میرے مذہبی بھائی ہو (البخاری ج ۲ ص ۵۸۱)

2۔ اہل عرب میں ایک اور وہم یہ موجود تھا کہ وہ شوال کے مہینے کو منحوس سمجھتے تھے کیونکہ اس مہینے میں زمانہ قدیم میں طاعون کی وبا پھیلی تھی جس نے بڑی تباہی مچائی تھی لہذا اہل عرب شوال کے مہینے میں شادی نہیں کرتے تھے لیکن حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے نکاح و رخصتی دونوں شوال کے مہینے میں ہوئی جس کے باعث اہل عرب کا یہ وہم دور ہوگیا۔

آنحضور ﷺ کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کی پہلے ہی بشارت ہو چکی تھی۔ آپ ﷺ نے خواب میں ملاحظہ فرمایا کہ کوئی شخص ریشم میں لپٹی ہوئی چیز آپ ﷺ کو دکھا رہا ہے اور کہتا ہے کہ یہ آپ ﷺ کی ہے جب آپ ﷺ نے کپڑا کھول کر دیکھا تو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا تھیں۔ دیگر احادیث مبارکہ میں آیا ہے کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی تصویر سبز ریشمی پرچے پر لائے۔ ایک روایت کے مطابق رسول اللہ ﷺ نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو فرمایا کہ تم کو خواب

میں میں نے تین راتیں دیکھا ہے فرشتے نے وہ (خاکہ) ریشمی کپڑے پر نقش کیا ہوا تھا اس فرشتے نے عرض کیا یہ آپ ﷺ کی زوجہ پاک ہیں ان کی شکل وشباہت اس طرح کی ہے وہ پارچہ میں نے ہٹادیا تو وہ تم نکلیں۔ (بخاری ومسلم)

آپ رضی اللہ عنہا کی حیات مبارکہ کے چار اہم واقعات:

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی حیات مبارکہ میں چار اہم واقعات پیش آئے (۱) واقعہ افک (۲) واقعہ ایلا (۳) واقعہ تحریم (۴) واقعہ تخیر

واقعہ افک

واقعہ افک ۵ھ میں پیش آیا غزوہ بنو مصطلق کے موقعہ پر آنحضور ﷺ کے ساتھ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بھی تھیں واپسی پر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا رات کے وقت رفع حاجت کے لیے قافلے سے دور نکل گئیں اس دوران ان کے گلے کا ہار کہیں گر گیا جو کہ اپنی بہن حضرت اسماء رضی اللہ عنہا سے پہننے کے لیے مانگا تھا۔ چنانچہ ہار کے گر جانے پر بہت پریشان ہوئیں اور یہ سوچ کر ہار ڈھونڈنے لگیں کہ قافلے کے روانہ ہونے سے پہلے پہلے ہار ڈھونڈ کر پہنچ جائیں گی لیکن جب آپ رضی اللہ عنہا ہار ڈھونڈ کر واپس پہنچیں تو قافلہ روانہ ہو چکا تھا۔ آپ رضی اللہ عنہا بہت پریشان ہوئیں اور اسی گھبراہٹ و پریشانی میں وہیں چادر اوڑھ کر لیٹ گئیں۔ اسی اثنا میں ایک صحابی حضرت صفوان بن معطل رضی اللہ عنہ جن کا کام یہ تھا کہ قافلے کے پیچھے رہ جانے والا سامان اٹھاتے

تھے۔ وہاں سے گزرے اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو وہاں دیکھا تو انہوں نے قافلے سے پیچھے رہ جانے کا سبب دریافت کیا حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پورا ماجرا بیان فرما دیا حضرت صفوان رضی اللہ عنہ فوراً حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو لے کر قافلے کی طرف روانہ ہو گئے اور دوپہر کے وقت قافلے سے جا ملے۔

مشہور منافق عبداللہ بن ابی کو جب صورتحال کا پتا چلا تو اس نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے خلاف یہ مشہور کرنا شروع کر دیا کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا باعصمت نہیں رہیں اس منافق کے اس پروپیگنڈے سے متاثر ہو کر سادہ لوح مسلمان بھی اس غلط فہمی میں مبتلا ہو کر وسوسوں میں پڑ گئے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو اس صورتحال اور اپنی بدنامی سے بے حد رنج پہنچا اور وہ اس صدمے سے بیمار پڑ گئیں۔ یہاں تک کے اللہ عزوجل نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے دامن اقدس پر لگے داغ کو مٹانے کے لیے آیت برات نازل فرمائی چنانچہ ارشاد ہوا۔

"یعنی جب تم نے یہ سنا تو مومن مردوں اور عورتوں کی نسبت نیک گمان کیوں نہیں کیا اور کیوں نہیں کہا کہ یہ صریح تہمت ہے۔" (سورۃ النور)

اس آیت کریمہ کے نزول کے سبب حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اس تہمت سے بری ہو گئیں اور اس طرح مسلمانوں کی غلط فہمی دور ہو گئی اور انہوں نے اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے نہایت عاجزی سے معافی مانگی۔ منافقین کو اس آیت کریمہ کے نازل ہونے کے سبب بڑی خفت اٹھانی پڑی اور وہ ذلیل و خوار ہوئے اور

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا سر فخر سے بلند ہو گیا اور ان کی شان و عظمت میں مزید اضافہ ہو گیا۔

واقعہ تحریم

واقعہ تحریم ۹ھ ہجری میں پیش آیا واقعہ کچھ یوں ہے کہ ایک دفعہ حضرت محمد ﷺ نے حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لے گئے انہوں نے آپ ﷺ خدمت میں شہد پیش کیا۔ آپ ﷺ کو چونکہ شہد بہت پسند تھا لہٰذا نوش فرمایا اس دوران معمولی سے کچھ دیر ہو گئی حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے دیر سے آنے پر تجسس کیا تو صورتحال معلوم ہوئی۔ چنانچہ انہوں نے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا کہ جب حضور ﷺ ہم دونوں کے گھر آئینگے تو ہم کہیں گے کہ یارسول اللہ ﷺ کیا آپ ﷺ نے مغافیر کا شہد نوش فرمایا ہے۔ (مغافیر ایک پھول ہوتا ہے جس سے شہد کی مکھی چوستی ہے اس میں قدرے بو ہوتی ہے) تب حضور ﷺ فرمائیں گے زینب رضی اللہ عنہا نے شہد پلایا ہے تو کہیں گے کہ شاید یہ شہد عرفطہ مکھی کا ہے۔ جب حضور ﷺ باری باری حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر تشریف لے گئے تو دونوں نے یہی گفتگو دہرائی جس سے سن کر حضور ﷺ کی طبیعت مبارک مکدر ہوئی اور آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں اب آئندہ شہد نہیں کھاؤں گا۔ اس پر اللہ عزوجل نے قرآن پاک کی یہ آیت مبارکہ نازل فرمائی "اے نبی تم اپنی بیویوں کی رضامندی کے لیے جو چیز خدا نے حلال کی ہے اس کو اپنے اوپر کیوں حرام کرتے ہو" (سورۃ تحریم)

واقعہ ایلاء

۹ھ میں واقعہ ایلاء پیش آیا واقعہ کچھ یوں ہے کہ آنحضور ﷺ زہدانہ زندگی گزارنا پسند فرماتے تھے لہٰذا ازواج مطہرات کے لیے جو کھجور اور غلہ کی مقدار عطا فرماتے تھے وہ ان کی ضروریات کے لیے کافی نہ تھی جبکہ ازواج مطہرات یہ بھی جانتی تھیں کہ اموال غنیمت اور سالانہ محاصل میں اس قدر اضافہ ہو چکا ہے کہ اگر ان کے مقررہ غلہ میں اضافہ کر دیا جائے تو سرمایہ غنیمت میں کوئی فرق نہیں پڑے گا لہٰذا انہوں نے مل کر آنحضور ﷺ سے اپنے مقررہ گزارے میں اضافے کی خواہش کی۔

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنی اپنی صاحبزادیوں یعنی حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کو سمجھایا کہ وہ توسیع نفقہ کے مطالبے سے باز رہیں چنانچہ یہ دونوں ازواج آمادہ ہوگئیں کہ ہم آئندہ آنحضور ﷺ کو زائد مصارف کی تکلیف نہیں دینگے لیکن باقی ازواج مطہرات کا مطالبہ اپنی جگہ قائم رہا۔ آنحضور ﷺ کے دل میں اس بات سے تکدر پیدا ہوا اور آپ ﷺ نے عہد فرمایا کہ ایک ماہ تک ازواج سے ملاقات نہیں کرینگے اسی دوران ایک دن کسی سبب سے آپ ﷺ کے پہلوئے مبارک پر زخم آیا چنانچہ آپ ﷺ نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے حجرے سے متصل بالاخانہ پر تنہا نشینی اختیار فرمائی اس صورتحال کو دیکھتے ہی منافقین جو کہ ایسے موقعوں کی تلاش میں رہتے تھے انہوں نے یہ خبر مشہور کر دی کہ آپ ﷺ نے اپنی ازواج کو طلاق دے دی ہے۔ تمام صحابہ کرام علیھم

الرضوان یہ سن کر بہت رنجیدہ ہوئے چنانچہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ خدمت اقدس میں تشریف لے گئے اور دریافت کیا کہ کیا آپ ﷺ نے اپنی ازواج کو طلاق دے دی ہے؟ تو آنحضور ﷺ نے فرمایا نہیں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ خوش ہو گئے اور یہ خوشخبری تمام صحابہ کرام علیھم الرضوان کو سنا دی تمام صحابہ کرام علیھم الرضوان اور ازواج مطہرات میں خوشخبری سن کر مسرت کی لہر دوڑ گئی۔

جب ایلاء کی مدت یعنی ایک مہینہ گزر چکا تو آپ ﷺ بالا خانے سے اتر آئے اور سب سے پہلے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لائے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں ایک ایک دن گنتی تھی۔ انتیسویں دن حضور ﷺ بالا خانے سے اتر کر سب سے پہلے میرے پاس تشریف لائے میں نے عرض کی یارسول اللہ ﷺ آپ ﷺ نے ایک مہینے کا عہد فرمایا تھا اور آج انتیس دن ہوئے ہیں آپ ﷺ نے فرمایا مہینہ کبھی ۲۹ دن کا بھی ہوتا ہے۔

واقعہ تخییر

یہ واقعہ بھی ۹ھ میں پیش آیا واقعہ یوں ہے کہ جب آیت تخییر نازل ہوئی تو آنحضور ﷺ کو اس آیت مبارکہ میں حکم فرمایا گیا کہ اپنی ازواج کو مطلع فرما دیں کہ دو چیزیں تمہارے سامنے ہیں دنیا اور آخرت۔ اگر تم دنیا چاہو تو آؤ میں تم کو رخصتی جوڑے دے کر عزت و احترام کے ساتھ رخصت کر دوں اور اگر تم اللہ اور رسول اللہ ﷺ اور ابدی راحت کی طلب گار ہو تو اللہ تعالیٰ نے نیکو کاروں کے لیے بڑا اجر تیار کر رکھا ہے۔ آپ ﷺ

نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو اس ارشاد باری تعالیٰ سے مطلع فرمایا تو انہوں نے جواب دیا کہ میں سب کچھ چھوڑ کر اللہ اور اس کے رسول ﷺ کو لیتی ہوں ۔ یہی بات جب دوسری ازواج سے دریافت فرمائی تو انہوں نے بھی یہی جواب دیا۔

(بخاری ج ۲ صفحہ ۹۲۷، صحیح مسلم باب الایلاء)

عائلی زندگی:

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی عائلی زندگی بہت پرسکون وخوشگوار تھی ۔ آپ رضی اللہ عنہا کا گھر بنونجار کے محلے میں تھا، جس کی وسعت تقریباً چھ سات ہاتھ تھی دیواریں مٹی کی تھیں چھت کھجور کے پتوں اور ٹہنیوں کی تھی جن کے اوپر کمبل ڈال دیا گیا تھا۔ تاکہ بارش نہ ٹپکے اور چھت کی بلندی اتنی تھی کہ آدمی کھڑا ہوتا تو ہاتھ چھت تک پہنچ جاتا۔ دروازہ ایک پٹ کا تھا جس پر پردہ کے طور پر ایک کمبل پڑا رہتا تھا حجرہ سے متصل ایک بالاخانہ تھا جس پر آنحضور ﷺ نے ایام ایلاء میں قیام فرمایا۔ آپ رضی اللہ عنہا کی کل کائنات ایک چارپائی ایک چٹائی ایک بستر ایک کھجور کی چھال بھرا تکیہ کھجور رکھنے کے ۲ مٹکے اور ایک پانی رکھنے کا برتن اور ایک پانی پینے کا پیالہ۔ (بخاری شریف ج ۲ صفحہ ۷۳)

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ چالیس چالیس راتیں گزر جاتی تھیں ہمارے گھر چراغ نہیں جلتا تھا اور فرماتی ہیں کہ کبھی تین روز متواتر ایسے نہیں گزرے کہ خاندان نبوت ﷺ نے پیٹ بھر کر کھانا کھایا ہو۔ گھر میں مہینہ بھر آگ نہیں جلتی تھی صر

ف پانی اور کھجور پر گزارا تھا لیکن اس عسرت کے باوجود آپ رضی اللہ عنہا کی ازدواجی زندگی بہت خوشگور تھی۔

سرور عالم ﷺ صفائی کا خاص اہتمام فرمایا کرتے تھے اور اپنی مسواک بار بار دھلوایا کرتے تھے اور یہ خدمت مبارک حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا انجام دیا کرتیں ۔ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں اور آنحضور ﷺ ایک ہی برتن کے میں نہایا کرتے تھے کسی اور زوجہ کو یہ خصوصیت حاصل نہ تھی۔ اس روایت سے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور آپ ﷺ میں کمال درجہ کا انس ومحبت ثابت ہوتا ہے۔ (مدارج النبوت)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سید الانبیاء ﷺ کو بے حد محبوب تھیں ۔ آپ ﷺ ارشاد فرمایا کرتے تھے ۔ اے باری تعالیٰ یوں تو میں سب بیویوں سے برابر کا سلوک کرتا ہوں مگر دل میرے بس میں نہیں کہ وہ عائشہ کو زیادہ محبوب رکھتا ہے یا اللہ سے معاف فرما۔ (مسند ابو داؤد)

اس طرح حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بھی آنحضور ﷺ پر جان چھڑکتی تھیں ۔ ایک دفعہ آنحضور ﷺ رات کے وقت اٹھ کر کہیں تشریف لے گئے جب حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی آنکھ کھلی اور حضور ﷺ کو موجود نہ پایا تو سخت پریشان ہوئیں دیوانہ وار اٹھیں اور ادھر ادھر اندھیرے میں ٹٹولنے لگیں ۔ آخر ایک جگہ حضور ﷺ کا قدم مبارک ملا دیکھا کہ آپ ﷺ سر بسجود یاد الہی میں گم ہیں چنانچہ پھر آپ رضی اللہ عنہا مطمئن

ہوگئیں۔ جب آنحضور ﷺ احرام باندھتے یا کھولتے تو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا آپ ﷺ کے بدن اطہر پر خوشبو لگایا کرتی تھیں۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا آنحضور ﷺ اور اپنے درمیان انس ومحبت کے ضمن میں فرماتی ہیں کہ۔ آنحضور ﷺ نماز میں ہوتے تھے اور میں ان کے سامنے لیٹی ہوتی تھی رسول اللہ ﷺ اپنے ہاتھ سے میرے پاؤں چھوتے تھے تو میں پاؤں پیچھے کھینچ لیا کرتی تھی (یعنی آپ ﷺ کی جائے سجدہ پر آپ رضی اللہ عنہا کے پاؤں ہوا کرتے تھے اور جب سجدہ ہو چکتا تھا تو سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پھر پاؤں پھیلا لیا کرتی تھیں)۔ (مدارج النبوت)

آپ رضی اللہ عنہا کے خوشگوار ازدواجی زندگی کے مظاہرے آخری دم تک رہے یہاں تک کہ آقائے دو جہاں ﷺ وصال سے قبل بے حد علیل ہو گئے چنانچہ آپ ﷺ نے آٹھ دن حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے گھر قیام فرمایا۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا حضور ﷺ کی مسواک مبارک اپنے دانتوں سے چبا کر نرم کرلیتیں اور پھر حضور ﷺ اسے استعمال فرماتے۔ یہاں تک کہ حضور ﷺ کے وصال کے وقت حضور ﷺ کا سر مبارک سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی گود میں رکھا ہوا تھا اور پھر آپ رضی اللہ عنہا کے ہی حجرہ مبارکہ کو آنحضور ﷺ کی آرام گاہ بننے کا شرف حاصل ہوا۔ (بخاری ومسلم)

عادات واخلاق

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اپنے اخلاق وعادات میں کمال درجہ کو پہنچی ہوئی تھیں۔ آپ رضی اللہ عنہا بے حد سخی اور وسیع القلب تھیں۔ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے ان سے زیادہ سخی کسی کو نہیں دیکھا ایک مرتبہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے ان کی خدمت میں ایک لاکھ درہم بھیجے تو شام سے پہلے پہلے آپ رضی اللہ عنہا نے وہ تمام درہم خیرات کر دیئے اور اپنے لیے کچھ نہ رکھا حالانکہ آپ رضی اللہ عنہا اس دن روزہ سے تھیں مگر اپنے افطار کے لیے بھی کچھ نہ روکا۔ (مستدرک حاکم ج ۴)

حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے پاس کسی نے ستر ہزار درہم بھیجے آپ رضی اللہ عنہا نے میرے سامنے ساری رقم راہ خدا میں لٹا دی۔ یہاں تک کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے رہنے کا مکان حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ فروخت کر دیا اور جو قیمت ملی وہ سب راہ خدا میں دے دی۔ (طبقات ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی فیاضی اور سخاوت کا اندازہ اس واقعہ سے بھی بخوبی ہوتا ہے کہ ایک دن سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا روزے سے تھیں اور گھر میں ایک روٹی کے سوا کچھ نہ تھا اتنے میں ایک سائلہ نے آواز دی تو آپ رضی اللہ عنہا نے وہ روٹی سائلہ کو دے دی۔ (موطا امام مالک رحمۃ اللہ علیہ)

آپ رضی اللہ عنہا بے حد ایثار پسند تھیں اس کا اندازہ اس واقعہ سے لگا لیجیے کہ آنحضور ﷺ کی آرام گاہ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے حجرے مبارک میں بنائی گئی۔ اسی طرح آپ رضی اللہ عنہا کے والد سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو بھی آنحضور ﷺ کے قریب اسی حجرے میں آرام فرمانے کی سعادت حاصل ہوئی۔ اب ہجرے میں صرف ایک قبر کی جگہ باقی رہ گئی تھی جسے سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے اپنے لیے وقف کر لیا تھا کہ اس سے بڑی سعادت اور کیا ہو سکتی تھی کہ وہ سرور انبیاء ﷺ اور اپنے والد اور خلیفہ اول صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے پہلو میں دفن ہوں۔ لیکن جب انھیں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی اس خواہش کا علم ہوا کہ وہ اپنے لیے یہ جگہ پسند فرماتے ہیں تو آپ رضی اللہ عنہا نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہا سے فرمایا کہ میں خود کو اس قابل نہیں پاتی کہ ان کی خواہش پر اپنی خواہش کو ترجیح دوں لہذا میں نے یہ جگہ انھیں دی۔

آپ رضی اللہ عنہا بے حد قناعت پسند، خوددار تھیں اور شجاعت و دلیری میں بھی اپنی مثال آپ تھیں۔ آپ رضی اللہ عنہا غیبت سے اجتناب برتیں اور کسی کا احسان کم قبول کرتیں۔ آپ رضی اللہ عنہا خوف خدا میں بھی بلند مقام رکھتی ہیں۔ جب کبھی کوئی عبرت انگیز بات سنتیں تو بے اختیار رونے لگتیں تھیں ایک مرتبہ آپ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ میں کبھی سیر ہو کر نہیں کھاتی کہ مجھے رونا نہ آتا ہو ان کے ایک شاگرد نے پوچھا کیوں؟ تو فرمایا مجھے وہ حالات یاد آتی ہے کہ خدا کی قسم آنحضور ﷺ نے کبھی دن میں دو بار بھی

سیر ہو کر روٹی اور گوشت نہیں کھایا۔ آپ رضی اللہ عنہا عبادت کے معاملے میں بھی نہایت امتیازی درجہ رکھتی ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہا نہایت خاشع، متضرع اور عبادت گزار تھیں اکثر روزے رکھا کرتیں، غلاموں پر شفقت فرماتیں اور انھیں خرید کر آزاد کرتیں۔ آپ رضی اللہ عنہا کے آزاد کردہ غلاموں کی تعداد ایک روایت کے مطابق سرسٹھ (۶۷) ہے

آپ رضی اللہ عنہا نماز چاشت تہجد اور دیگر نوفل کی بے حد پابند تھیں حلقہ درس کا اہتمام کرتیں جس میں تشنگان علم آپ رضی اللہ عنہا کے علم و کمال سے اپنی پیاس بجھاتے اور سیراب ہوتے۔

درجہ فضیلت:

آپ رضی اللہ عنہا بچپن ہی سے نہایت ذہین تھیں ادب و تاریخ کی تعلیم آپ رضی اللہ عنہا نے اپنے والد سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے حاصل کی اور پھر نو عمری کا زمانہ جو علم کی دولت لوٹنے کا بہترین زمانہ ہوتا ہے اس وقت آپ رضی اللہ عنہا کو صحبت نبوی ﷺ نصیب ہوئی اور یوں دینی تعلیم و مسائل نبی کریم ﷺ سے سیکھے اور یوں انتہائی کم عمر میں ہی عالمہ وفقیہہ بننے کا شرف حاصل ہو گیا۔

عالمہ وفقیہہ ہونے کے ساتھ ساتھ آپ رضی اللہ عنہا انتہائی متقی، عبادت گزار اور سخی تھیں پاکبازی، راست گوئی میں آپ رضی اللہ عنہا اپنی مثال آپ تھیں اسی لئے آپ رضی اللہ عنہا سیدہ، طاہرہ، صدیقہ، عفیفہ، طیبہ، زاہدہ کے لقب سے بھی

مشہور ومعروف ہوئیں۔نبی کریم رؤف ورحیم ﷺ آپ رضی اللہ عنہا سے بے حد محبت فرمایا کرتے تھے

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اسلام میں سب سے پہلی محبت جو پیدا ہوئی وہ نبی کریم ﷺ کی محبت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے ہے صحابہ کرام نے ایک موقعہ پر نبی کریم ﷺ سے پوچھا کہ یارسول اللہ ﷺ آپ کے نزدیک سب سے زیادہ محبوب کون ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: عائشہ رضی اللہ عنہا۔

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ وہ فرماتی ہیں کہ: ایک دن رسول اللہ ﷺ اپنی نعلین مبارک سی رہے تھے میں نے نبی کریم ﷺ کا چہرہ انور دیکھا کہ آپ ﷺ کی جبین مبارک سے پسینہ بہہ رہا تھا اور اس پسینہ سے آپ ﷺ کے حسن وجمال میں ایک تابانی تھی کہ میں حیران رہ گئی پھر نبی کریم ﷺ نے میری طرف نگاہ کرم اٹھا کر فرمایا کیابات ہے تم کیوں حیران ہو؟ میں عرض گزار ہوئی یارسول اللہ ﷺ آپ کی پیشانی کے پسینہ نورانی اور حسن وجمال کی تابانی نے مجھے حیران کردیا ہے یہ سن کر نبی کریم رؤف ورحیم ﷺ کھڑے ہوئے اور میرے پاس تشریف لائے پھر میری دونوں آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا اور ارشاد فرمایا اے عائشہ اللہ تعالی تمہیں جزا اور خیر دے تم اتنا مجھ سے مسرور نہیں ہوئیں جتنا تم نے مجھے مسرور کردیا۔

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی فضیلت کی ایک دوسری وجہ یہ بھی ہے کہ نبی

کریم ﷺ نے آپ رضی اللہ عنہا کے علاوہ کسی اور کنواری لڑکی سے نکاح نہ فرمایا آپ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میری یہ فضیلت دوسری ازواج میں خاص ہے نکاح سے قبل جبریل علیہ السلام نے ریشمی کپڑے پر میری صورت نبی کریم ﷺ کو ملاحظہ فرمائی اور عرض کیا کہ یہ آپ کی زوجہ مطہرہ ہیں یہ بھی سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی ایک بہت بڑی فضیلت ہے۔سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی ایک فضیلت یہ بھی بیان کی گئی ہے کہ نبی کریم ﷺ کو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے بستر کے علاوہ کسی اور کے بستر پر وحی نہ فرمائی گئی۔

ایک موقعہ پر نبی کریم ﷺ نے سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا سے فرمایا اے فاطمہ جس سے میں محبت کرتا ہوں تم بھی اس محبت کروگی؟ سیدہ فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا نے فرمایا یارسول اللہ ﷺ میں ضرور محبت کروں گی اس پر نبی کریم رؤف ورحیم ﷺ نے فرمایا تو عائشہ سے محبت رکھو۔سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی ایک فضیلت یہ بھی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے آپ رضی اللہ عنہا کی باری کے دن آپ رضی اللہ عنہا کے ہی حجرے میں اور آپ رضی اللہ عنہا کی گود میں وصال فرمایا۔

آپ رضی اللہ عنہا سے کتب معتبرہ میں دو ہزار دوسو احادیث مروی ہیں

وصال: سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی وفات ۱۷ رمضان المبارک کو ہوئی اور آپ رضی اللہ عنہا کو جنت البقیع میں سپرد خاک کیا گیا۔

ام المومنین سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا

نام ونسب:

آپ رضی اللہ عنہا کا نام حفصہ بن عمر ہے ۔آپ رضی اللہ عنہا جلیل القدر صحابی اور خلیفہ دوم حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی صاحب زادی ہیں ۔والدہ کا نام زینب بنت مظعون ہے جو کہ مشہور صحابی حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کی ہمشیرہ تھیں ۔سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا بعثت نبوی ﷺ سے پانچ سال قبل مکہ معظمہ میں پیدا ہوئیں ۔ والدہ کی طرف سے آپ رضی اللہ عنہا کا سلسلہ نسب حفصہ بنت عمر ابن خطاب بن نفیل بن عبد العزیٰ بن رباح بن عبد اللہ بن قرط بن رزاخ بن عدی بن لوی بن فہر بن مالک ہے ۔والدہ کی طرف سے نسب نامہ یہ ہے زینب بنت مظعون بن حبیب بن وہب بن حزافہ بن جمع ۔سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا مشہور جلیل القدر صحابی فقیہہ السلام حضرت عبد اللہ بن عمر کی حقیقی بڑی ہمشیرہ تھیں۔

نکاح:

سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کا پہلا نکاح حنیس بن حزافہ رضی اللہ عنہا سے ہوا جو خاندان بنوسہم سے تھے اور اہل بدر میں سے تھے۔

قبول اسلام:

سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کے والد حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہا دعوت اسلام کی ابتدا ہی سے اسلام لے آئے تھے اور آپ رضی اللہ عنہ کا شمار السابقون الاولون میں ہوتا ہے چنانچہ حضرت سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا بھی اپنے والدین کے ساتھ ہی مسلمان ہوگئیں۔

ہجرت:

جب نبی کریم ﷺ اور صحابہ کرام علیھم الرضوان نے اللہ عزوجل کے حکم سے مدینہ طیبہ ہجرت فرمائی تو ان میں حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا اور ان کے شوہر حضرت حنیس رضی اللہ عنہا شامل تھے ۔۲ھ ہجری میں غزوہ بدر پیش آیا تو آپ رضی اللہ عنہا کے شوہر حضرت حنیس رضی اللہ عنہا نے بڑی جوانمردی شجاعت و دلیری کا مظاہرہ کرتے ہوئے شدید زخمی ہو گئے اور بالآخر ان زخموں کی تاب نہ لاتے ہوئے وصال کر گئے ۔یک روایت کے مطابق ۳ھ ہجری میں غزوہ احد میں لڑتے ہوئے وصال ہوا ۔اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا بیوہ ہوگئیں۔ (مدارج النبوت)

حرم نبوت:

حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کی عدت کا زمانہ پورا ہوگیا تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہا نے حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہا سے اپنی بیٹی کے نکاح کے لیے کہا حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ خاموش رہے پھر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس گئے اور ان سے اپنی بیٹی کے نکاح کے لیے کہا

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ چونکہ اپنی زوجہ سیدہ رقیہ بنت رسول ﷺ کے وصال کا صدمہ سہہ رہے تھے لہذا انہوں نے بھی حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی خواہش پوری کرنے سے معذرت کر لی۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ بہت رنجیدہ ہوئے اور تمام ماجرہ رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ تمہاری بیٹی کو عثمان سے بہتر زوج عطا فرمائے اور عثمان کو تمہاری بیٹی سے بہتر زوج عطا فرما دے۔ پس یونہی ہوا کہ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کو حرم نبوت ﷺ بننے کی سعادت حاصل ہوئی اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے سیدہ ام کلثوم بنت رسول ﷺ کا نکاح ہوا۔ (طبقات ابن سعد)

حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا ۳ھ ہجری میں آنحضور ﷺ کی زوجیت میں آئیں بعد میں سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے ملے تو فرمایا کہ دراصل میں نے خاموشی اس لیے اختیار کی کہ مجھے یہ معلوم تھا کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے لیے ان کا ذکر کیا تھا اور میں نے یہ راز فاش نہ کرنا چاہتا تھا اگر رسول اللہ ﷺ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کا ارادہ نہ فرماتے تو پھر میں ان سے نکاح کے لیے راضی تھا۔ (بخاری شریف، مدارج النبوت)

اخلاق و عادات:

حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا بہت عبادت گزار تھیں۔ روایت میں ان کی عبادت کے لیے مذکور ہوا۔ انها صوامته قوامته۔

وہ صائم النہار اور قائم اللیل ہیں (طبقات ابن سعد)

ایک اور جگہ مذکور ہوا ماتت حفصه حتى ما تفطر

وصال کے وقت تک روزہ سے تھیں (اصابہ ج ۸)

حافظ ابن عبد البر نے یہ حدیث روایت کی

ایک دفعہ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے حضور ﷺ کے سامنے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں یہ الفاظ کہے۔

وہ حفصہ رضی اللہ عنہا بہت عبادت کرنے والی اور روزے رکھنے والی ہیں اور جنت میں آپ ﷺ کی زوجہ پاک ہونگی۔ (الاستیعاب)

حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے مزاج میں کسی قدر تیزی پائی جاتی تھی مگر ساتھ ساتھ آپ رضی اللہ عنہا بے حد خدا ترس رحمدل تھیں۔ آپ رضی اللہ عنہا دجال سے بے حد ڈرتی تھیں روایت میں ہے کہ۔ مدینہ میں ایک شخص ابن صیاد تھا جس میں دجال کی بعض علامات پائی جاتی تھیں۔ ایک دن حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کو وہ راستے میں مل گیا انہوں نے اس کی بعض حرکتوں پر اظہار نفرت کیا چنانچہ وہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کا راستہ روک کر کھڑا ہو گیا جس پر حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے اس کو مارنا شروع کر دیا۔ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کو خبر ہوئی تو بھائی سے کہنے لگیں تم اس سے کیوں الجھتے ہو کیا تمہیں معلوم نہیں حضور ﷺ نے فرمایا ہے کہ دجال کے خروج کا

سبب اس کا غصہ ہو گا۔ (صحیح مسلم)

آپ رضی اللہ عنہا کی حیات پاک میں دو واقعات، واقعہ تحریم و واقعہ ایلاء پیش آئے جو سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے باب میں مذکور ہو چکے ہیں۔

حصول علم:

حضور ﷺ نے ان کے حصول علم کے شوق کو دیکھتے ہوئے خصوصی اہتمام فرمایا اور حضرت شفاء رضی اللہ عنہا جنھیں چیونٹی کے کاٹے کا دم آتا تھا سے فرمایا کہ تم حفصہ رضی اللہ عنہا کو منتر سکھا دو۔ (مسند امام احمد ۲۸۱)

اس کے علاوہ حضور ﷺ کے ارشاد پاک کے مطابق حضرت شفاء بنت عبد اللہ عدویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کو لکھنا بھی سکھایا۔ (مسند امام احمد)

بعض اہل سیر کے مطابق رسول اللہ ﷺ نے قرآن حکیم کے تمام کتابت شدہ اجزاء کو یکجا فرما کر حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے پاس رکھوا دیا جو تا زندگی آپ رضی اللہ عنہا کے پاس رہا۔ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا علم وفضل کے معاملے میں بھی اعلیٰ مقام رکھتی ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہا سے ۶۰ حدیثیں منقول ہیں جو انہوں نے نبی کریم ﷺ اور اپنے والد حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے سماع کی تھیں۔ جن میں چار متفق علیہ، چھ صحیح مسلم میں اور باقی دیگر کتب احادیث میں روایت کی گئی ہیں۔ (مدارج النبوت)

وصال:

حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور حکومت میں ماہ شعبان ۵۵ھ ہجری کو مدینہ منورہ میں وصال فرمایا اس وقت آپ رضی اللہ عنہا کی عمر مبارک ۶۰ سال تھی۔

مدینہ منورہ کے گورنر مروان نے آپ رضی اللہ عنہا کی نماز جنازہ پڑھائی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ جنازہ کو قبر شریف تک لے گئے اور ان کے بھائی حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اور ان کے بھتیجے حضرت حمزہ، سالم عبد اللہ اور عاصم رضی اللہ عنہ نے قبر میں اتارا۔

وصال کے وقت آپ رضی اللہ عنہا نے اپنے بھائی حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کو وصیت بھی فرمائی اور غابہ میں اپنی جائداد جسے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ ان کی نگرانی میں دے گئے تھے اس کو صدقہ کر کے بیت المال کیلئے وقف کر دیا۔

(زرقانی ج ۳ صفحہ ۲۷۱)

حضرت زینب بنت خذیمہ رضی اللہ عنہا

نام ونسب:

آپ رضی اللہ عنہا کا نام زینب تھا اور لقب وکنیت ام المساکین تھا آپ رضی اللہ عنہا کا سلسلہ نسب یہ ہے۔ زینب بنت خذیمہ بن الحارث بن عبد اللہ بن عمر بن عبد المناف بن ہلال بن عامر بن صعصعہ بن معاویہ بن بکر بن ہوازن بن منصور بن عکرمہ بن خصفہ بن خیس بن عیلان الحلالیہ۔

نکاح: آپ رضی اللہ عنہا کا پہلا نکاح حضرت عبد اللہ بن جحش رضی اللہ عنہ سے ہوا جو کہ ایک جلیل القدر صحابی گزرے ہیں۔ جنگ احد کے موقعہ پر ۳ ہجری میں جانثارانہ لڑتے ہوئے جام شہادت نوش کیا۔ (البیہقی) (مواہب الدینہ)

حرم نبوت ﷺ:

حضرت عبد اللہ بن جحش رضی اللہ عنہ کی غزوہ احد میں شہادت کے بعد حضور ﷺ نے حضرت زینب بنت خزیمہ رضی اللہ عنہا کو اپنی ازواج کے زمرہ میں شامل کرنے کا شرف بخشا۔ آپ رضی اللہ عنہا کا نکاح رمضان المبارک کے مہینے میں انجام پایا ۔آپ رضی اللہ عنہا کا مہر بارہ اوقیہ (پانچ سو درہم) مقرر ہوا اس وقت حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی عمر شریف ۳۰ سال تھی۔ (طبقات ابن سعد)

اخلاق: حضرت زینب رضی اللہ عنہا فقراء ومساکین کو نہایت کثرت وفیاضی کے ساتھ کھانا کھلایا کرتی تھیں اور ان پر بڑی مہربانی فرمایا کرتی تھیں۔ آپ رضی اللہ عنہا شروع سے نہایت وسیع القلب دریادل وکشادہ دست تھیں فقیروں اور مسکینوں کی امداد سے کبھی پیچھے نہیں رہیں۔ یہی وجہ ہے کہ لوگوں نے آپ رضی اللہ عنہا کی صفات کو دیکھتے ہوئے آپ رضی اللہ عنہا کو ام المساکین کے لقب سے پکارنا شروع کر دیا۔

وصال:

ام المومنین سیدہ زینب بنت خزیمہ رضی اللہ عنہا بہت قلیل عرصہ حضور ﷺ کی صحبت پاک میں رہ سکیں اور آپ ﷺ کے سامنے ہی وصال پا گئیں دیگر روایات کے مطابق آپ رضی اللہ عنہا دو یا تین ماہ ہی حرم نبوت میں رہیں اور بلا آخر ہجرت کے چوتھے سال ربیع الآخر کے مہینے کی آخری تاریخوں میں وصال فرما گئیں۔ حضور ﷺ نے خود ہی نماز جنازہ پڑھائی اور جنت البقیع میں مدفن عطا فرمایا۔

چونکہ حضور ﷺ سے نکاح کے بعد بہت کم عرصہ رہیں لہذا ان کے حالات زندگی تفصیل کے ساتھ کتب میں موجود نہیں۔ حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے بعد حضرت زینب بنت خزیمہ رضی اللہ عنہا کو ہی یہ سعادت حاصل ہوئی کہ سرور عالم ﷺ کے ہاتھوں رخصت ہوئیں جبکہ باقی ازواج مطہرات نے حضور ﷺ کے پردہ فرمالینے کے بعد وصال فرمایا۔

ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا

نام ونسب:

آپ رضی اللہ عنہا کا نام ہند کنیت ام سلمہ ہے آپ رضی اللہ عنہا کا سلسلہ نسب یہ ہے ہند بنت ابی امیہ سہیل بن المغیرہ بن عبد اللہ بن عمر بن مخزوم۔ آپ رضی اللہ عنہا قریش کے مشہور خاندان فراس سے تعلق رکھتی تھیں اور آپ کے والد اوب امیہ تھے۔ دولت مند، فیاض آدمی تھے اور اپنی سخاوت و دریا دلی میں ممتاز حیثیت رکھتے تھے ۔جب بھی گھر میں جاتے تو تمام ہمراہ مسافروں کی ضروریات کی کفالت کرتے آپ کی اسی سخاوت و فیاضی کے سبب ذاد الراکب کے لقب سے مشہور ہوئے ۔اور تمام قریش کے لئے باعث عزت و احترام تھے ۔(طبقات ابن سعد)

نکاح:

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کا پہلا نکاح آپ کے چچا زاد بھائی ابو سلمہ بن عبد الاسد سے ہوا جو کہ حضور ﷺ کے رضاعی بھائی تھے آپ رضی اللہ عنہا کی والدہ برہ بنت عبد المطلب تھیں اس رشتہ سے آپ رسول اللہ ﷺ کے پھوپھی زاد بھائی بھی تھے آپ رضی اللہ عنہا کا نام عبد اللہ تھا لیکن ابو سلمہ کے نام سے مشہور ہوئے :

قبول اسلام:

دعوت حق کا آغاز ہوتے ہی حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا اور ان کے شوہر حضرت ابو سلمہ رضی اللہ عنہ نے مخالفتوں اور درپیش آنے والے مصائب کی پرواہ نہ کرتے ہوئے فوراً اسلام قبول کر لیا یعنی آپ دونوں کا شمار السابقون الاولون میں ہوتا ہے یہاں تک کہ آپ دونوں نے سب سے پہلے حبشہ کیطرف ہجرت کی کچھ عرصہ وہاں گزارنے کے بعد واپس مکہ شریف آئے اور پھر مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کا ارادہ کیا۔

ہجرت کا واقعہ:

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے اپنے شوہر اور بچے کے ساتھ مدینہ منورہ ہجرت کا ارادہ فرمایا سفر کے لئے نکلے تو راستے میں حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے گھر اور خاندان والوں نے انہیں روک لیا اور حضرت ابو سلمہ رضی اللہ عنہ سے کہا تم اکیلے جانا چاہو تو مدینہ چلے جاؤ مگر ہماری بیٹی تمہارے ساتھ نہیں جائے گی۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے خاندان والوں کی مزاحمت سے مجبور ہو کر حضرت ابو سلمہ رضی اللہ عنہ اکیلے ہی مدینہ منورہ روانہ ہو گئے اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے گھر والے زبردستی حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہ اور انکے ننھے بچے کو اپنے ساتھ لے گئے۔

جب حضرت ابو سلمہ رضی اللہ عنہ کے گھر والوں کو پتا چلا تو وہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئے اور ان سے دودھ پیتے بچے کو چھین کر لے گئے اور کہا کہ یہ ہمارا خون ہے۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہ پر غموں کا پہاڑ ٹوٹ پڑا ایک طرف شوہر کی جدائی دوسری طرف اپنے ننھے بچے سے دوری کا صدمہ انہیں ہلکان کئے رہتا آپ رضی اللہ عنہا روزانہ گھر سے زاروقطار روتی نکل جاتیں اور سارا دن اسی آہ وزاری کے ساتھ ایک ٹیلے پر بیٹھ کر گزار دیتیں ۔ ہفتہ بھر تک آپ کی یہی دگرگوں حالت رہی آخر کار ایک روز ان کے خاندان کا ایک شخص اور ایک روایت کے مطابق ان کے چچازاد بھائی نے انکو اس حال میں دیکھا تو انہیں بہت ترس آیا چنانچہ گھر آکر تمام خاندان والوں کو اکٹھا کیا اور کہا یہ لڑکی آخر تو ہمارا خون ہے اس پر یہ ظلم کیوں ہو رہا ہے یہ اس کو جانے دو اور اس کا بچہ بھی اس کے حوالے کردو۔

چنانچہ لوگوں کو بھی رحم آ ہی گیا اور اسی طرح ان کے شوہر کے خاندان والے بنو عبدالاسد نے بھی متاثر ہو کر بچہ آپ رضی اللہ عنہا کے حوالے کر دیا اور یوں حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا اپنے بچے کے ساتھ تن تنہا مدینہ کی طرف ہجرت کے لئے روانہ ہوگئیں۔

تنعیم میں ایک شریف النفس انسان عثمان بن طلحہ نے آپ کو جو یوں تن تنہا سفر میں دیکھا تو پوچھا کہ کہاں جانے کا ارادہ ہے آپ رضی اللہ عنہا نے فرمایا مدینہ ۔ چنانچہ عثمان بن طلحہ نے ان کا اکیلے تنہا جانا مناسب نہ سمجھا اور اونٹ کی مہار پکڑلی اور مدینہ کی طرف چلے پڑے اور آخر کار حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کو مدینہ کی آبادی تک پہنچا دیا (زرقانی ج 3)

امام نووی فرماتے ہیں کہ: دونوں میاں بیوی نے سب سے پہلے حبشہ کی

طرف ہجرت کی بخاری شریف کی روایت کے مطابق

وہ سب سے پہلے مہاجر تھے جو سرزمین مدینہ میں داخل ہوئے (فتح الباری)

صدمہ بیوگی:

3 ھ میں ابوسلمہ رضی اللہ عنہ غزوہ احد میں شریک ہوئے اور بڑی جوانمردی سے کفار کا مقابلہ کیا اور اپنی بہادری وشجاعت کے جوہر دکھائے تاہم آپ رضی اللہ عنہ کا بازو ایک تیر سے زخمی ہوگیا وقتی طور پر تو زخم مندمل ہوگیا لیکن کچھ عرصہ کے بعد دوبارہ زخم میں تکلیف سے واصل بحق ہوگئے اور یوں ام سلمہ رضی اللہ عنہا کو صدمہ بیوگی سہنا پڑا۔

حرم نبوت:

آنحضرت ﷺ کو حضرت ابوسلمہ رضی اللہ عنہ کے وصال کی خبر پہنچی تو آپ ﷺ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لائے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا صدمہ ہجر سے نڈھال تھیں حضور نبی کریم ﷺ نے انہیں صبر کی تلقین فرمائی اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ سے دعا کرو ان سے بہتر انکا جانشین عطا فرما۔

حضرت ابوسلمہ رضی اللہ عنہ کے وصال کے وقت آپ رضی اللہ عنہا حاملہ تھیں چنانچہ وضع حمل کے بعد یعنی زمانہ عدت گزر چکنے کے بعد سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے آپ کے لئے نکاح کا پیغام بھیجا لیکن آپ رضی اللہ عنہا نے انکار فرمادیا۔ اس کے بعد حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے ذریعے آنحضرت ﷺ سے نکاح کا پیغام ملا تو

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے بخوشی قبول فرمالیا اور فرمایا کہ یا رسول اللہ ﷺ میں ایک عمر رسیدہ عیال دار عورت ہوں۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ تمہاری نسبت میں زیادہ عمر رکھتا ہوں اور تمہارے یتیموں کی پرورش کرنا اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی ذمہ داری ہے۔

اور اس طرح 4ھ میں ماہ شوال میں حضور نبی کریم ﷺ نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے نکاح فرمایا اور انہیں حرم نبوی میں داخل فرمایا (مدارج النبوت)

بعض روایات کے مطابق آنحضور ﷺ نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کو وہ گھر اپنے لئے عطا فرمایا جو سیدہ زینب بنت خزیمہ رضی اللہ عنہ کا تھا جو کہ وصال پا چکی تھیں حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا گھر آئیں تو دیکھا کہ گھر میں ایک چھوٹا سا گھڑا ہے جس میں تھوڑے سے جو میں پتھر کی ایک ہانڈی اور چکی بھی ہے چنانچہ آپ رضی اللہ عنہا نے چکی میں کچھ جو ڈال کر پیس لئے جو کہ آپ رضی اللہ عنہ کے ولیمہ کا کھانا تھا۔

(مدارج النبوت)

آنحضور ﷺ نے آپ کو دو چکیاں، گھڑا اور چمڑے کا تکیہ جس میں مزے کی چھال بھی تھی عنایت فرمایا (مسند ج6)

ایک روایت کے مطابق آپ ﷺ نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کو دس درہم کی قیمت کا سامان ان کے مہر کی صورت میں عطا فرمایا (مدارج النبوت)

سنن ابن ماجہ میں حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کا وصال ہوا تو مجھے وہ حدیث یاد

آئی جس کی آنحضور ﷺ مجھے تلقین فرمایا کرتے تھے ابوسلمہ سے بہتر جانشین دے تو دل کہتا تھا کہ ابوسلمہ رضی اللہ عنہ سے بہتر کون مل سکتا ہے لیکن چونکہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا تھا۔ میں نے دعا جاری رکھی تو ابوسلمہ رضی اللہ عنہ کے جانشین آنحضرت ﷺ ہوئے اللہ تعالیٰ نے مجھے ابوسلمہ سے بہتر زوج عطا فرمایا۔ (مدارج النبوت)

حیات مقدسہ کے عام حالات وواقعات:

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک انصار صحابی کی زوجہ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے کہا کہ آنحضور ﷺ کے پردہ فرمالینے بعد:

"میں ام سلمہ رضی اللہ عنہ کے پاس گئی تو آپ کو روتے ہوئے دیکھا میں نے پوچھا کیا بات ہے جو آپ رو رہی ہو تو انہوں نے فرمایا کہ ابھی ابھی رسول اللہ ﷺ کی میں نے خواب میں زیارت کی ہے آپ ﷺ کا سر اقدس اور آپ کے محاسن پاک گرد آلود ہیں آپ ﷺ رو رہے ہیں میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ کیا بات واقع ہوئی ہے آپ کیوں روتے ہیں تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں وہاں پر حاضر تھا جہاں حسین رضی اللہ عنہ کو شہید کیا گیا ہے۔ (مدارج النبوۃ)

زرقانی رحمۃ اللہ علیہ اور ابن سعد نے یہ واقعہ نقل کیا ہے:

"سن 5ھ میں محاصرہ بنو قریظہ میں آنحضرت ﷺ نے مشہور صحابہ حضرت ابو لبابہ رضی اللہ عنہ کو یہود سے معاملات طے کرنے کے لئے بھیجا اسی دوران حضرت ابو لبابہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ سے ایک ایسا اشارہ سرزد ہو گیا جو اس بات کی نشاندہی کرتا تھا

کہ آنحضرت ﷺ یہودیوں کو قتل فرمائیں گے لیکن فوراً ہی انہیں اپنی غلطی اور افشائے راز پر اس قدر ندامت ہوئی کہ آپ رضی اللہ عنہ نے اپنے آپ کو مسجد نبوی ﷺ کے ایک ستون سے باندھ لیا اور قسم کھائی کہ جب تک آپ ﷺ خود آ کر نہیں کھولیں گے اس حالت میں رہوں گا چنانچہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی توبہ قبول فرمائی سرور دو عالم ﷺ نے یہ خوشخبری حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہ کو سنائی تو آپ رضی اللہ عنہا نے فرمایا یا رسول اللہ ﷺ اگر اجازت ہو تو ابولبابہ رضی اللہ عنہ کو یہ خوشخبری سنا دوں فرمایا ہاں اگر چاہو چنانچہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے اپنے حجرے کے دروازے پر کھڑے ہو کر پکارا ابولبابہ مبارک ہو تمہاری توبہ قبول ہوگئی یہ سننا تھا کہ تمام اہل مدینہ میں خوشی کی لہر دوڑ گئی اور وہ ابولبابہ رضی اللہ عنہ کو مبارک باد دینے کے لئے اکٹھے ہونے لگے۔ (زرقانی ج 2 ابن سعد ج 2)

ایک دن نبی کریم ﷺ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہ کے گھر تشریف فرما تھے کہ آیت مبارکہ نازل ہوئی۔

"انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت"

تو حضور ﷺ نے حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا حضرت علی رضی اللہ عنہ امام حسن اور امام حسین رضی اللہ عنہما کو بلایا اور ان پر اپنا کمبل ڈال دیا اور فرمایا یا اللہ یہ میرے اہل بیت ہیں' حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہ نے جو کہ پاس ہی کھڑی تھیں فرمایا یا رسول اللہ ﷺ کیا میں بھی اہل بیت میں سے ہوں تو آپ ﷺ نے فرمایا "بلی ان شاء اللہ" ہاں اگر خدا نے چاہا

تذکرہ خاندان نبوت ﷺ

ایک روایت میں آتا ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا:

"تم اپنی جگہ پر ہو اور اچھی ہو" (ترمذی شریف)

میں حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا صلح حدیبیہ کے موقع پر آنحضور ﷺ کے ساتھ تھیں۔ صلح کے بعد آنحضرت ﷺ نے اصحاب کو حکم فرمایا کہ حدیبیہ ہی میں قربانی کریں اور احرام کھول دیں صحابہ کرام بے حد دل شکستہ ہو گئے۔ ایک تو یہ کہ بغیر حج کئے احرام کھولنا نہ چاہتے تھے اور دوسرے یہ کہ معاہدے کی تمام شرائط بظاہر مسلمانوں کے سخت خلاف تھیں لہذا شدید رنج وغم میں مبتلا تھے اس لئے بھی آمادہ نہ ہوئے آنحضرت ﷺ گھر میں تشریف لے گئے اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے تمام معاملہ بیان فرمایا حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا یا رسول ﷺ مسلمانوں نے آپ کا پیغام ٹھیک طور پر سمجھا نہیں یہ صلح مسلمانوں پر بڑی سخت گزری ہے جس کی وجہ سے وہ بہت رنجیدہ اور افسردہ ہیں آپ انہیں کچھ نہ کہیں بلکہ باہر نکل کر قربانی کریں اور احرام اتارنے کے لئے بال منڈوائیں آپ دیکھیں گے کہ آپ کے اصحاب آپ کی پیروی واتباع کریں گے۔ آنحضور ﷺ نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہ کا مشورہ قبول فرمایا جب صحابہ کرام نے حضور ﷺ کو اپنے فیصلے پر مستحکم دیکھا تو فوراً آپ ﷺ کی اتباع میں لگ گئے اور یوں ہر ایک قربانی کرنے اور اپنے سر کے بال منڈوانے میں مصروف ہو گیا۔

(بخاری شریف)

ایک دفعہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے حضور ﷺ کی خدمت میں عرض کیا یا

رسول اللہ ﷺ اس کی کیا وجہ ہے کہ ہمارا قرآن میں ذکر نہیں حضور ﷺ نے آپ رضی اللہ عنہا کی یہ بات سن کر منبر شریف پر تشریف لے گئے اس کے بعد یہ آیت مبارک تلاوت فرمائی۔

"ان المسلمین والمسلمات والمومنین والمومنات"

(مسند احمد)

63ھ میں واقعہ حرہ پیش آنے کے بعد ایک شامی لشکر مکہ مکرمہ آیا جہاں ابن زبیر رضی اللہ عنہ پناہ گزین تھے چونکہ آنحضرت ﷺ نے ایک مرتبہ ایسے لشکر کا ذکر فرمایا تھا چنانچہ لوگوں کو شبہ ہوا کہیں یہ وہی لشکر تو نہیں چنانچہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے دریافت کیا تو آپ نے فرمایا کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے کہ ایک شخص مکہ میں پناہ لے گا (اس کے مقابلے میں جو لشکر آئے گا بیابان میں وہی دھنس جائے گا"
ایک روایت کے مطابق جیسا کہ حضرت ابوجعفر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ یہ واقعہ مدینے کے میدان میں پیش آیا۔ (صحیح مسلم جلد دوم)

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کو احادیث سننے کے بے حد شوق تھا ایک دن باندی سے اپنے بال گندھوا رہی تھیں کہ رسول اللہ ﷺ منبر پر تشریف لائے اور خطبہ دینا شروع کیا ابھی زبان مبارک سے "ایہا الناس" ہی ادا ہوا تھا کہ آپ نے باندی کو حکم دیا کہ بال باندھ دو اس نے کہا اتنی جلدی بھی کیا ہے ابھی تو حضور ﷺ نے "ایہا الناس" ہی فرمایا ہے چنانچہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا اٹھ کھڑی ہوئیں اپنے بال خود باندھے اور

فرمایا کیا ہم انسانوں میں شامل نہیں۔ اسکے بعد بڑے غور و انہماک سے پورا خطبہ سماعت فرمایا۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا غزوہ خیبر میں شریک تھیں چنانچہ جب مرحب کے دانتوں پر تلوار پڑی تو گڑگڑاہٹ کی آواز ان کے کانوں تک آئی (الاستیعاب جلد دوم)

آنحضور ﷺ سے عقیدت و محبت:

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا حضور نبی کریم ﷺ سے نہایت محبت وعقیدت فرمایا کرتی تھی۔ یہاں تک کہ آپ کے تبرکات کو بھی بہت عزیز رکھتی تھیں اور لوگوں کو ان کی زیارت کروایا کرتی حضور ﷺ کے کچھ موئے مبارک آپ رضی اللہ عنہا کے پاس تھے جنہیں آپ نے تبرکاً بڑے احترام کے ساتھ ایک چاندی کی ڈبیہ میں محفوظ کر لئے تھے۔ صحابہ کرام علیہم الرضوان میں سے کسی کو بھی کوئی تکلیف پہنچتی تو ام سلمہ رضی اللہ عنہا ایک پیالہ پانی میں وہ موئے مبارک حرکت دیتیں اور وہ پانی پلاتیں اس تبرک کی برکت سے تکلیف و مرض دور ہو جایا کرتے۔ (صحیح بخاری)

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کو حضور ﷺ کے آرام و سکون کا بڑا خیال رہتا تھا چنانچہ آپ کے مشہور غلام حضرت سفینہ رضی اللہ عنہ کو جب آپ نے آزاد کیا تو ساتھ ہی یہ شرط بھی لگا دی کہ آنحضرت ﷺ کی حیات ظاہری تک تم پر ان کی خدمت لازم ہو گی۔ (مسند ج6)

ام سلمہ رضی اللہ عنہا آنحضور ﷺ کے احکامات وارشادات کا بہت ہی پاس

کیا کرتی تھیں ایک مرتبہ حضور ﷺ نے طواف کے متعلق ارشاد فرمایا:

''جب نماز فجر قائم ہو تم اونٹ پر سوار ہو کر طواف کرنا''

چنانچہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے ایسا ہی کیا (صحیح بخاری جلد اول)

حضور ﷺ کی تکلیف پر آپ رضی اللہ عنہا بے چین و پریشان ہو جایا کرتی تھیں۔ س 11 ھ میں آنحضرت ﷺ جب علیل ہو گئے اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے گھر تشریف لے گئے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا وقتاً فوقتاً گاہے بگاہے آپ ﷺ کی مزاج پرسی اور خبر گیری کیلئے آیا کرتی تھیں ایک دن آپ ﷺ زیادہ علیل تھے تو حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا آپ ﷺ کو اس حال میں دیکھ کر پریشانی سے چیخ اٹھیں۔ آنحضرت ﷺ نے آپ کو منع فرمایا کہ مصیبت میں چیخنا مسلمانوں کیلئے مناسب نہیں

(طبقات ابن سعد جلد دوم)

آنحضرت ﷺ کی پسند و ناپسند کا بے حد خیال فرماتی تھیں ایک مرتبہ آپ رضی اللہ عنہا نے ایک ہار پہنا جس میں سونے کا کچھ حصہ شامل تھا آنحضرت ﷺ نے ناپسند فرمایا اور اعراض کیا تو اس کو فوراً اتار دیا ایک روایت کے مطابق توڑ ڈالا (مسند احمد)

اخلاق و عادات:

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نہایت عبادت گزار اور زہد و تقویٰ کی پابند تھیں۔ رمضان المبارک کے علاوہ ہر ماہ تین روزے پابندی سے رکھتی تھیں۔ حصول ثواب کے لئے سرگرداں رہا کرتی تھی۔ اور ہر اچھے اور نیک عمل کو کرتے ہوئے ثواب

تذکرہ خاندان نبوت ﷺ

کی امید رکھتی تھیں۔ چنانچہ اپنے پہلے شوہر حضرت ابو سلمہ رضی اللہ عنہ کی اولاد جنہیں اپنے ساتھ رکھا ہوا تھا اور انکی پرورش شفقت و توجہ سے کی اور کوئی کسر نہ چھوڑی ایک دفعہ نبی کریم ﷺ سے دریافت کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ کیا مجھے ان بچوں کی پرورش کرنے پر اجر و ثواب ملے گا؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا ہاں۔ (صحیح بخاری جلد اول)

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا زاہدانہ زندگی بسر فرمانا پسند کرتیں تھیں آپ بے حد کشادہ دل و کشادہ دست اور بے حد فیاض و سخی تھیں اور دوسروں کو بھی فیاضی و سخاوت کی تعلیم فرماتی تھیں۔ حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی ام المومنین میرے پاس اسقدر مال جمع ہو گیا ہے کہ اب بربادی کا خوف ہے تو ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا اس کو خرچ کر دو (مسند احمد)

ایک مرتبہ چند فقراء جن میں عورتیں بھی تھیں خدمت میں حاضر ہوئے اور سوال کرنے لگے تو آپ رضی اللہ عنہ نے لونڈی سے کہا کہ ان کو کچھ دے کر رخصت کرو اگر کچھ نہ ہو تو ایک ایک چھوہارا ہی ان کے ہاتھ پر رکھ دو۔

(الاستیعاب جلد دوم)

ام سلمہ رضی اللہ عنہا امر بالمعروف و نہی عن المنکر کا بھی بے حد پابند تھیں اور کوئی موقع اوامر و نواہی کا ہاتھ سے نہ جانے دیتی تھیں۔

ایک دن آپ رضی اللہ عنہا کے بھتیجے نے دو رکعت نماز پڑھی سجدہ گاہ چونکہ

غبار آلود تھی چنانچہ وہ سجدہ کرتے وقت مٹی جھاڑتے تھے آپ رضی اللہ عنہا نے دیکھا تو فوراً انہیں ٹوکا اور اس فعل سے منع کیا اور فرمایا کہ یہ فعل آنحضور ﷺ کی روش کے خلاف ہے۔ (مسند احمد)

اسی طرح بعض امراء نے نماز کے اوقات میں تغیر وتبدل کیا یعنی مستحب اوقات چھوڑ دیئے تو حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے انہیں تنبیہ فرمائی اور مستحبات اختیار کرنے کا حکم فرمایا۔ (مسند احمد)

علم وفضل:

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا اپنے علم وفضل میں بلند مقام رکھتی ہیں اور دوسری ازواج مطہرات میں سوائے سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے کوئی اور ان کا ہم پلہ نہ تھا محمود بن لبید لکھتے ہیں:

''آنحضرت ﷺ کی ازواج احادیث کا مخزن تھیں تاہم عائشہ رضی اللہ عنہا اور ام سلمہ رضی اللہ عنہا کا ان میں کوئی حریف مقابل نہ تھا۔''

سوائے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے حدیث میں کوئی ان کے مقابل نہیں تھا آپ رضی اللہ عنہا سے 378 احادیث مروی ہیں اسی لئے آپ کو محدثین صحابہ کے تیسرے طبقہ میں شامل کیا جاتا ہے۔

آپ رضی اللہ عنہا قرآن پاک کی قرات بھی بہت اچھے طریقے سے کیا کرتی تھیں اور اس کے علاوہ آنحضرت ﷺ کے طریقہ اور طرز پر بھی قرات کیا کرتی تھیں

ایک دفعہ کسی نے پوچھا آنحضرت ﷺ کس طرح قرات کیا کرتے تھے تو آپ رضی اللہ عنہا نے فرمایا ایک ایک ایت الگ الگ کر کے پڑھا کرتے تھے پھر آپ رضی اللہ عنہا نے انہیں پڑھ کر بھی سنایا۔ (مسند احمد جلد 6)

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے کثیر تعداد میں بڑے بڑے جلیل القدر صحابہ صحابیات، وتابعین نے علم حدیث حاصل کیا۔ جن کے سب ناموں کو احاطہ قلم میں لانا ممکن نہیں البتہ چند کے اسماء مبارکہ درج ذیل ہیں:

''سعید بن المسیب رضی اللہ عنہ، عبداللہ بن رافع عبدالرحمن رضی اللہ عنہ، بن ابی بکر رضی اللہ عنہ، حضرت صفیہ بنت شیبہ رضی اللہ عنہا، ابوسلمہ رضی اللہ عنہ، عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ، اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ، مصعب بن عبداللہ رضی اللہ عنہ، ابوبکر رضی اللہ عنہ، سلیمان بن یسار رضی اللہ عنہ، ابووائل رضی اللہ عنہ، ہند بنت حار الفراسیہ رضی اللہ عنہا، عمر رضی اللہ عنہ (فرزند) زینب رضی اللہ عنہا (بیٹی) بنیا رضی اللہ عنہ (غلام) پسر شیبہ رضی اللہ عنہ، حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ، ابوعثمان البندی رضی اللہ عنہ، حمید رضی اللہ عنہ، صفیہ بنت محض رضی اللہ عنہا، شعبی رضی اللہ عنہ، عبدالرحمن بن حارث رضی اللہ عنہ، ابوبکر بن عبد الرحمن رضی اللہ عنہ، عثمان بن عبداللہ رضی اللہ عنہ، بن مواہب رضی اللہ عنہ، حضرت کریب رضی اللہ عنہ، مولی ابن عباس رضی اللہ عنہ، بن زویہ رضی اللہ عنہ، نافع مولی رضی اللہ عنہ، ابن عمر یعلی ابن مملک، والدہ حسن بصری، حضرت خیرہ رضی اللہ عنہا۔

اولاد:

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی حضور نبی کریم سے کوئی اولاد نہ تھی۔

آپ رضی اللہ عنہا کے پہلے شوہر ابوسلمہ رضی اللہ عنہ سے چار اولادیں تھیں۔

1۔ حضرت سلمہ رضی اللہ عنہ

2۔ حضرت درہ رضی اللہ عنہا

3۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ

4۔ حضرت زینب رضی اللہ عنہا

حضرت زینب رضی اللہ عنہا وہ بلند بخت شخصیت ہیں کہ بچپن میں جنکے چہرے پر حضور ﷺ نے اپنے وضو کے پانی کا چھینٹا مارجس کی برکت سے بڑھاپے میں بھی ان کا چہرہ جوانوں کی طرح تروتازہ تھا۔

وصال: امہات المومنین میں سب سے آخر میں وصال پانے والی ام سلمہ رضی اللہ عنہا ہی ہیں ابکا وصال واقدی کے بین کے مطابق 59ھ میں حضرت امیہ معاویہ رضی اللہ عنہ کے وصال سے ایک سال قبل ہوا (طبقات ابن سعد)

بعض روایات کے مطابق آپ کاوصال یزید بن معاویہ کے دور میں 63ھ بعد از شہادت حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ ہوا وصال کے وقت آپ کی عمر 84 سال تھی۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے نماز جنازہ پڑھائی اور جنت البقیع میں مدفون ہوئیں بعض روایات کے مطابق حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ نے نماز جنازہ پڑھائی

(طبری کبیر جلد 3) (مدارج النبوۃ)

ام المومنین حضرت

زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا

نام ونسب:

آپ رضی اللہ عنہا کا نام زینب اور کنیت ام الحکم ہے پہلے آپ رضی اللہ عنہا کا نامبر وتھا اسے تبدیل کر کے آنحضور ﷺ نے زینب رکھا۔ قبیلہ قریش کے خاندان اسد بن خزیمہ سے تعلق رکھتی تھیں، آپ رضی اللہ عنہا کا سلسلہ نسب یہ ہے، زینب بنت جحش بن راءب بن یعمر بن صبرۃ بن مروہ بن کثیر بن غنم بن دودان بن سعد بن خزیمہ۔ آپ رضی اللہ عنہا کی والدہ کا نام امیمہ تھا جو کہ حضرت عبد المطلب کی صاحبزادی تھیں چنانچہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا حضور ﷺ کی پھوپھی زاد تھیں۔ (الاستیعاب ج ۴، مدارج النبوت)

قبول اسلام:

حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا شمار السابقون الاولون میں ہوتا ہے۔ یعنی آپ رضی اللہ عنہا نبوت کے ابتدائی دور میں ہی اسلام لے آئیں۔ ۱۳ھ بعد بعثت میں ہجرت کر کے مدینہ تشریف لے گئیں۔

نکاح: آنحضور ﷺ سے نکاح سے قبل حضرت زینب رضی اللہ عنہا حضور ﷺ کے

آزاد کردہ غلام اور منہ بولے بیٹے حضرت زید بن حارث رضی اللہ عنہ کے نکاح میں تھیں مگر بعض وجوہ کی بناء پر دونوں میں نہ نبھ سکی اور یوں حضرت زید بن حارث رضی اللہ عنہ نے حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو طلاق دے دی۔

حرم نبوت:

طلاق کے بعد حضرت زینب رضی اللہ عنہا عدت کے دن گزار چکیں تو آنحضور ﷺ نے حضرت زید بن حارث رضی اللہ عنہ کے ذریعے ہی حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو اپنے نکاح کا پیغام بھیجا۔ آپ ﷺ نے حضرت زید رضی اللہ عنہا کا انتخاب اس لیے کیا تاکہ لوگوں کو واضح ہو جائے کہ طلاق دینے میں حضرت زید رضی اللہ عنہا کی مرضی تھی اور اب یہ نکاح بھی کسی قہر و جبر سے نہیں کیا جا رہا۔ چونکہ حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہا حضور ﷺ کے منہ بولے بیٹے تھے اور لوگوں میں زید بن محمد ﷺ کے نام سے مشہور تھے اور عرب میں منہ بولے بیٹے کو حقیقی بیٹا سمجھا جاتا تھا اس لیے منہ بولے بیٹے کی بیوی سے نکاح حرام تصور کیا جاتا تھا لہذا حضور ﷺ کو لوگوں کے اس غلط خیال کے سبب حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی طرف نکاح کا پیغام بھیجنے میں تامل ہوا لیکن اللہ تعالیٰ کی طرف سے واضح الفاظ میں لوگوں کو متنبہ کر دیا گیا کہ۔ ج

لوگو! محمد ﷺ تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں مگر وہ اللہ کے رسول اور خاتم النبیین ہیں۔ اور پھر حکم ہوا

"لوگوں کو ان کے (حقیقی) باپ کے نام سے پکارو۔"

چنانچہ حضور نبی کریم ﷺ نے بلا تردد اپنے نکاح کا پیغام حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے پاس بھیجا۔ بعض روایات کے مطابق حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے دو نفل ادا کئے اور سجدے میں مناجات کی کہ یا الہیٰ تیرے نبی ﷺ نے میری خواہش فرمائی ہے اگر میں ان کے لائق ہوں تو مجھے ان کی زوجیت میں داخل فرما دے۔ ان کی دعا اسی وقت قبول ہوئی اور آنحضور ﷺ پر وحی نازل ہوئی۔ جس کا مفہوم:

"اور جب زید اس سے بے غرض ہو گئے اور اس کو ہم نے تمہارے نکاح میں دے دیا تاکہ مسلمانوں کو ان کے لے پالکوں کی ازواج کے بارے میں کچھ حرج نہ ہو جبکہ ان سے ان کا نکاح ختم ہو چکا"۔

اس آیت مبارکہ کے نازل ہونے کے بعد حضور ﷺ نے تبسم فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا کون ہے جو زینب رضی اللہ عنہا کو خوشخبری دے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کا مجھ سے نکاح فرما دیا ہے۔ چنانچہ آپ ﷺ کی خادمہ سلمیٰ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو یہ خوشخبری سنانے پہنچیں۔

سیدہ زینب رضی اللہ عنہا نے اتنی بڑی خوشخبری سن کر اپنے پہنے ہوئے زیورات اتار کر خادمہ کو ہدیہ کر دیئے اور سجدہ شکر ادا کیا اور منت مانی کہ دو ماہ کے روزے رکھوں گی۔ روایت میں مذکور ہوا ہے کہ جب حضور نبی کریم ﷺ بلا اذن حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے گھر اندر تشریف لے آئے تو آپ رضی اللہ عنہا نے فرمایا یا رسول اللہ ﷺ بغیر خطبہ اور گواہ کے نکاح ہو گیا؟ تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ نکاح

فرمانے والا ہے اور جبرائیل علیہ السلام گواہ ہیں۔ یہ مبارک نکاح ماہ ذیعقدہ ۵ ھ کو واقع ہوا۔ اور چار سو درہم مقرر ہوا۔

ولیمہ:

دوسرے دن ولیمہ کے لیے نان اور گوشت پر مشتمل کھانا تیار کیا گیا۔ دعوت ولیمہ میں تین سو مہمانوں کو مدعو کیا گیا۔ مہمان دس دس ٹکڑوں میں آئے اور کھانا کھا کو چلے گئے۔ اسی دوران کچھ لوگ کھانا کھا کر باتوں میں مگن ہو گئے نبی کریم ﷺ ازراہ مروت انھیں اٹھنے کے لیے نہ فرماتے اور اضطراب میں کبھی اندر آتے کبھی باہر جاتے۔ اسی مکان میں حضرت زینب رضی اللہ عنہا دیوار کی طرف رخ کئے بیٹھی تھیں۔ حضور ﷺ کو ان کی تکلیف کا بھی خیال تھا۔ چنانچہ اسی واقعہ پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت مبارکہ نازل فرمائی۔

ترجمہ: اے لوگو! جو ایمان لائے ہو نبی ﷺ کے گھروں میں بلا اجازت نہ چلے آیا کرو نہ کھانے کا وقت تکتے رہو ہاں اگر تمھیں کھانے پر بلایا جائے تو ضرور آؤ پھر جب کھانا کھا چکو تو چلے جاؤ اور باتوں میں نہ لگ جاؤ کیونکہ اس بات سے نبی ﷺ کو تکلیف ہوتی ہے۔ سو وہ تمھارے لحاظ سے کچھ نہیں کہتے مگر اللہ کو حق بات کہنے میں کوئی شرم نہیں اور جب تم ان سے (ازواج مطہرات) کوئی چیز مانگو تو پردے کی آڑ سے مانگو۔ (سورۃ احزاب)

چنانچہ اس آیت مبارکہ کے نزول کے بعد آنحضرت ﷺ نے تمام ازواج مطہرات کے گھروں کے دروازوں پر پردہ لٹکا دیا اور لوگوں کو بغیر اجازت گھر کے اندر

داخل ہونے کی ممانعت ہوگئی۔ غرض یہ کہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا ولیمہ بھی ان کے نکاح کی طرح ایک خاص شان اپنے اندر لیے ہوئے تھا کہ اس دعوت ولیمہ میں آیت حجاب نازل ہوئیں۔ اور دوسری بات یہ کہ جیسے حضرت انس رضی اللہ عنہا فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے اپنی کسی بی بی کے ولیمے میں اس قدر اہتمام طعام نہیں فرمایا جتنی حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے ولیمے میں فرمایا۔

نکاح وولیمہ کی خصوصیات:

1۔ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا نکاح اور ولیمہ بھی خصوصیات اور شان و امتیاز کا مظہر ہے مثلاً آپ رضی اللہ عنہا کے ذریعے عرب کی ایک جاہلانہ رسم کا خاتمہ ہوگیا جس میں منہ بولے بیٹے کی بیوی سے نکاح حرام سمجھا جاتا تھا اور منہ بولا بیٹا حقیقی بیٹا سمجھا جاتا تھا۔

2۔ حکم ربانی کا نزول ہوا کہ ہر ایک کو اس کے حقیقی باپ کے نام سے منسوب کیا جائے منہ بولے باپ کے نام سے منسوب نہ کیا جائے جیسا کہ حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہا زید بن محمد ﷺ کے نام سے مشہور تھے۔

3۔ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے نکاح کے لیے وحی نازل ہوئی۔

4۔ حق تعالیٰ نے حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا نکاح پڑھایا اور حضرت جبرائیل علیہ السلام گواہ ہوئے۔

5۔ آپ رضی اللہ عنہا کے ولیمہ کا نہایت شاندار اہتمام کیا گیا جس میں بکری ک گوشت، نان اور حضرت ام سلمہ رضہ اللہ عنہا کا بھیجا ہوا مالیدہ تھا جسے کثیر تعداد میں لوگو

نے پیٹ بھر کر کھایا۔

6۔ دعوت ولیمہ میں ہی آیت حجاب نازل ہوئی۔ (ترمذی شریف)

اخلاق وعادات:

حضرت زینب رضی اللہ عنہا نہایت پرہیزگار وعبادت گزار تھیں اور اپنی عبادت میں نہایت خشوع وخضوع کا مظاہرہ فرماتیں۔ آپ رضی اللہ عنہا حق تعالیٰ سے بے حد خوف رکھتی تھیں۔ نبی کریم ﷺ نے آپ رضی اللہ عنہا کے لیے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ارشاد فرمایا کہ، یہ اواہ ہیں، (یعنی عبادت گزار اور اللہ عزوجل سے ڈرنے والی) وہاں ایک شخص موجود تھا اس نے پوچھا کہ اواہ سے کیا مراد ہے تو آپ ﷺ نے یہ آیت مبارکہ تلاوت فرمائی۔ ان ابراھیم لاواہ حلیم یعنی اس صفت میں سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کو آنحضور ﷺ نے مرتبہ خلیل اللہ سے مخصوص فرمایا۔

(مدارج النبوت)

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا آپ رضی اللہ عنہا کے لیے ارشاد فرماتی ہیں

"کانت زینب صالحۃ صوامۃ قوامۃ"

حضرت زینب رضی اللہ عنہا نیک خو، روزہ دار اور نمازی تھیں۔ (زرقانی بحوالہ سعد)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں۔

یعنی میں نے کوئی عورت زینب رضی اللہ عنہا سے زیادہ دیندار، زیادہ پرہیزگار، زیادہ راست باز، زیادہ فیاض خدا کی رضاجوئی میں زیادہ سرگرم نہیں دیکھی۔ (

مسلم شریف ج ۲)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے ایک اور دفعہ ارشاد فرمایا۔

میں نے دین کے معاملے میں زینب سے بہتر کوئی عورت نہیں دیکھی۔

حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے زہد وتقویٰ اور حسن وظن کا یہ عالم تھا کہ جب حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر واقعہ افک میں بہتان لگایا تو حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی حقیقی بہن حمنیٰ رضی اللہ عنہا بھی اس غلط فہمی کا شکار ہوگئیں لیکن اس کے باوجود رسول اللہ ﷺ نے حضرت زینب رضی اللہ عنہا سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے متعلق دریافت فرمایا تو آپ رضی اللہ عنہا نے برملا فرمایا۔

"میں عائشہ رضی اللہ عنہا میں بھلائی کے سوا کچھ نہیں پاتی"۔

حضرت زینب رضی اللہ عنہا بے حد فیاض، مخیر، کشادہ دست تھیں۔ ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ نے ازواج مطہرات کو مخاطب کر کے ارشاد فرمایا۔

"تم میں سے وہ مجھے جلد ملے گی جس کا ہاتھ سب سے لمبا ہوگا"۔

چنانچہ آپ ﷺ کا فرمایا سچ ثابت ہوا۔ حضرت زینب رضی اللہ عنہا اپنی فیاضی وسخاوت کے سبب اس فرمان نبوی ﷺ کا مصداق ثابت ہوئیں اور ازواج مطہرات میں سب سے پہلے وصال فرمایا۔ فیاضی کا یہ عالم تھا کہ اپنی حیات مبارکہ میں ہی اپنے کفن کا خود انتظام کر لیا تھا اور وصیت فرمادی تھی کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی کفن دیں تو ان میں سے ایک کو صدقہ کر دینا۔ (صحیح بخاری، مسلم شریف)

حضرت زینب رضی اللہ عنہا کسی سے سوال کرنے کے بجائے اپنے زور بازو پر بھروسہ کرتی تھیں نہایت قناعت پسند واقع ہوئی تھیں۔ خود اپنے دست بازو سے روزی کماتی تھیں۔ آپ رضی اللہ عنہا دباغت کا فن جانتی تھیں چنانچہ اس سے حاصل ہونے والی رقم کو راہ خدا میں صدقہ کر دیا کرتی تھیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہا اپنے دور خلافت میں تمام امہات المومنین کو خطیر رقم بطور وظیفہ دیا کرتے تھے۔ چنانچہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا اپنے اس وظیفے کی رقم کو فوراً حاجت مندوں میں تقسیم فرما دیا کرتی تھیں۔ پھر مزید ایک ہزار درہم حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو بھیجے کہ یہ اپنے لئے رکھ لیں تو انہوں نے وہ بھی فوراً خیرات کر دیئے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آپ رضی اللہ عنہا کے لیے ارشاد فرمایا۔

زینب رضی اللہ عنہا بڑی مخیر ہیں۔

حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے وصال کی خبر سنتے ہی مدینہ شریف کے فقراء و مساکین میں جن کی آپ رضی اللہ عنہا دستگیری فرمایا کرتی تھیں ایک کھلبلی مچ گئی کہ وہ ایک مہربان و رحم دل اور احسان فرمانے والی سے محروم ہو گئے تھے۔ (طبقات ابن سعد)

فضلیت وکمال:

حضرت زینب رضی اللہ عنہا سے کتب احادیث میں گیارہ احادیث روایت ہوئیں ہیں جن میں سے دو احادیث متفق علیہ ہیں اور باقی نو احادیث دیگر تمام کتب

احادیث میں پائی جاتی ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہا کے راویوں میں حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا، حضرت زینب بنت ابی سلمہ رضی اللہ عنہا، محمد بن عبداللہ بن ابی جحش رضی اللہ عنہا، کلثوم بنت طلق رضی اللہ عنہا اور غلام شامل ہے۔

ازواج مطہرات میں بھی حضرت زینب رضی اللہ عنہا خصوصیت کے ساتھ ممتاز حیثیت رکھتی تھیں۔ جبکہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی ہمسری کا دعوی رکھتی تھیں۔ خود حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ارشاد فرماتی ہیں، ازواج مطہرات میں وہی (حضرت زینب رضی اللہ عنہا) رسول اللہ ﷺ کی نگاہ میں عزت و مرتبہ میں میرا مقابلہ کرتی تھیں۔ آنحضور ﷺ بھی آپ رضی اللہ عنہا کی خاطر داری فرمایا کرتے تھے۔ حضرت زینب رضی اللہ عنہا نبی کریم ﷺ سے فرمایا کرتی تھیں کہ مجھے تین باتوں میں آپ ﷺ پر ناز ہے اور آپ ﷺ کی کوئی زوجہ اس بارے میں ناز نہیں کر سکتی وہ باتیں یہ ہیں۔

1- میرے جد امجد اور آپ ﷺ کے جد امجد ایک ہیں۔

2- میرا نکاح آپ ﷺ سے اللہ تعالیٰ نے پڑھایا۔

3- میرے معاملے کے سفیر جبرائیل علیہ السلام تھے۔ (طبری)

وصال:

حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے فرمان نبوی ﷺ کے مطابق ازواج مطہرات میں سب سے پہلے وصال فرمایا۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے ان کی وفات پر فرمایا۔ ''وہ نیک بخت بے مثل خاتون چلی گئیں اور یتیموں بیواؤں کو بے

چین کر گئیں:

حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے ۲۰ھ میں ۵۶ برس کی عمر میں وصال فرمایا ۔وصال کے وقت ترکہ میں صرف ایک مکان چھوڑا جس کو ولید بن عبد الملک نے اپنے زمانہ حکومت میں ۵۰ ہزار درہم میں خرید کر مسجد نبوی ﷺ میں شامل کر دیا۔ (طبری ج ۱۳)

وصال سے کچھ دیر پہلے وصیت فرمائی کہ مجھے تابوت رسول اللہ ﷺ پر اٹھایا جائے چنانچہ ان کی وصیت پوری کی گئی ۔وصال کے دن شدید گرمی تھی چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے قبر کی جگہ پر خیمہ لگوا دیا۔نماز جنازہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے پڑھائی اس کے بعد ازواج مطہرات سے دریافت کیا کہ کون قبر میں داخل ہوگا؟ انہوں نے جواب دیا وہی جو ان کے گھر میں داخل ہوا کرتے تھے ۔ چنانچہ حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما محمد بن عبد اللہ بن جحش رضی اللہ عنہما اور عبد اللہ ابن ابی احمد بن جحش رضی اللہ عنہ نے آپ رضی اللہ عنہا کو قبر میں اتارا اور بقیع پاک میں سپرد خاک کیا۔ (صحیح بخاری ج ۱)

بعض روایات کے مطابق جب سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے وصال کی خبر ملی تو انہوں نے فرمایا "پسندیدہ خصلت ,یتیموں کے لیے فائدہ دینے والی اور بیوگان کی خبر گیر دنیا سے رخصت ہو چکی ہے" (مدارج النبوت)

ام المومنین سیدہ جویریہ بنت الحارث رضی اللہ عنہا

نام و نسب:

آپ رضی اللہ عنہا کا نام برہ تھا جس سے حضور ﷺ نے تبدیل فرما کر جویریہ رکھ دیا۔آپ رضی اللہ عنہا قبیلہ خزاعہ کے خاندان مصطلق سے تعلق رکھتی ہیں آپ رضی اللہ عنہا کا سلسلہ نسب یہ ہے ۔جویریہ بنت حارث بن ابی ضرار بن حبیب بن عائذ بن مالک خزیمہ بن سعد بن عمرو بن ربیعہ بن حارثہ بن عمرو ۔آپ رضی اللہ عنہ کے والد حارث بن ابی ضرار تھے جو خاندان بنو مصطلق کے سردار تھے ۔ (طبقات ج ۲)

نکاح:

حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا کا پہلا نکاح اپنے ہی قبیلے میں مسانع بن صفوان (ذی شعر) سے ہوا تھا۔

حرم نبوت: غزوہ مریسیع میں مسلمانوں کو فتح نصیب ہوئی اور بہت سا مال غنیمت ہاتھ آیا جس میں دو ہزار اونٹ اور پانچ ہزار بکریاں شامل تھیں اس کے علاوہ اس جنگ میں جو لوگ گرفتار ہوئے ان کی تعداد چھ سو (۶۰۰) کے قریب تھی ان گرفتار شدہ گان میں حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا شامل تھیں ۔تمام اسیران جنگ لونڈی اور غلام بنا کر تقسیم کر دیے گئے ۔حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ کے

حصے میں آئیں۔

حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا نے حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ سے درخواست کی کہ مکاتب کرلو یعنی مجھ سے کچھ رقم لے کر مجھ چھوڑ دو چنانچہ حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ انیس (۱۹) اوقیہ سونے پر منظور کرلیا۔

اب رقم کے حصول کا مسئلہ درپیش ہوا تو حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور عرض کی یارسول اللہ ﷺ میں مسلمان ہوکر آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی ہوں میں حارث بن ابی ضرار کی بیٹی ہوں جو کہ قبیلہ بنو مصطلق کا سردار تھا میں اس وقت اسلامی لشکر کی قید میں ہوں۔ اور ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ کے حصے میں آچکی ہوں۔ انہوں نے مجھے جس قدر مال پر مکاتب بنایا ہے میں اسے ادا نہیں کرسکتی چنانچہ میں امید لے کر آئی ہوں کہ میری مدد فرمائی جائے تاکہ وہ رقم ادا ہو جائے۔

آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میں ادا کردونگا اور تمہارے ساتھ اس سے بھی بہتر سلوک کرونگا۔ حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا کہ اس سے بہتر سلوک کیا ہوگا؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ مکاتبت کی رقم ادا کرنے کے بعد تم کو اپنے نکاح میں لے آؤں گا۔ حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا کے لیے اس سے بڑھ کر اور کیا سعادت ہوسکتی تھی چنانچہ فوراً رضامند ہوگئیں اور یوں آنحضرت ﷺ نے رقم ادا فرما کر حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا کو آزاد کرالیا اور ان سے نکاح فرمالیا۔ آپ رضی اللہ عنہا کا حق مہر چار سو درہم مقرر کیا گیا۔ حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا کی عمر اس وقت بیس سال تھی۔ حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا

سے حضور ﷺ کا زفاف فرمانا بروز جمعہ منقول ہوا ہے آپ رضی اللہ عنہا نے روزہ رکھا ہوا تھا آپ ﷺ نے دریافت فرمایا کیا کل روزہ تھا عرض کیا نہیں پھر دریافت فرمایا کیا کل رکھنے کا ارادہ ہے عرض کی نہیں تو ارشاد فرمایا پھر آج کا روزہ بھی کھول لو (بخاری جلد اول)

معلوم ہوا کہ صرف جمعہ کے دن روزہ رکھنا مکروہ ہے۔ (مدارج النبوة)

سیدہ جویریہ رضی اللہ عنہا ارشاد فرماتی ہیں کہ رسول کریم ﷺ کی خدمت میں حاضری سے قبل اپنے ہی قبیلے میں میں نے خواب دیکھا تھا کہ مدینے کی طرف سے چاند چلا آرہا ہے حتیٰ کہ وہ میری گود میں اتر آیا یہ واقعہ میں نے کسی کو نہ بتایا تھا۔ اپنے خواب سے بیدار ہوکر خود ہی میں نے یہ تعبیر سوچی تھی الحمد للہ پوری ہوگئی۔ (مدارج النبوت)

حضور ﷺ نے حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا سے نکاح فرمانے کے بعد آپ رضی اللہ عنہا کا نام برہ بدل کر جویریہ رکھ دیا۔ آپ رضی اللہ عنہا کے شرف زوجیت میں آنے کے بعد صحابہ کرام علیہم الرضوان نے قرابت نبوی ﷺ کا پاس کرتے ہوئے تمام اسیران جنگ رہا کردیئے۔ صحابہ کرام علیہم الرضوان کا کہنا تھا کہ ہمارے لئے مناسب نہیں کہ رسول کریم ﷺ کے حرم کے اقرباء قیدی اور غلام بنائے جائیں۔ (ابو داؤد، طبقات ج ۲، صحیح مسلم)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں میں نے کسی عورت کو جویریہ رضی اللہ عنہا سے زیادہ بڑھ کر اپنی قوم کے حق میں مبارک نہیں دیکھا کہ ان کے سبب بنو مصطلق کے

سینکڑوں گھرانے آزاد کر دیئے گئے۔ (اسد الغابہ ج ۵)

ایک روایت کے مطابق حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ارشاد فرمایا۔ مجھے نہیں معلوم کہ ازواج مطہرات میں سیدہ جویریہ رضی اللہ عنہا سے بڑھ کر کوئی اور خیر و برکت والی ہو۔ (مدارج النبوت)

اخلاق و عادات:

حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا بے حد عبادت گزار تھیں ۔ رسول کریم ﷺ انھیں اکثر عبادت میں مشغول پاتے ۔ ایک دن حضور ﷺ نے انھیں صبح کے وقت مسجد میں عبادت میں مشغول پایا دوپہر کو پھر ادھر سے گزرے تو انھیں اسی حالت میں عبادت میں مشغول پایا حضور ﷺ نے دریافت فرمایا کیا تم ہمیشہ اسی طرح عبادت کرتی ہو؟ انہوں نے جواب دیا بے شک یا رسول اللہ ﷺ تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا یہ کلمات پڑھا کرو یہ تمہاری نفلی عبادت سے زیادہ فضیلت والے ہیں۔

سبحان الله سبحان الله عدد خلقه سبحان الله عدد خلقه سبحان الله رضی نفسه سبحان الله رضی نفسه سبحان الله زينة عرشه سبحان الله زينته عرشه سبحان الله مدادکلماته سبحان الله مداد کلماته۔ (الترمذی)

حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا بہت زاہدانہ زندگی بسر کیا کرتی تھیں ایک دن

رسول ﷺ حضرت جویریہ کے پاس تشریف لائے اور پوچھا کچھ کھانے کو ہے؟

آپ رضی اللہ عنہا نے عرض کی میری کنیز نے صدقہ کا گوشت دیا تھا بس وہی رکھا ہے اس کے علاوہ کچھ نہیں تو آپ ﷺ نے فرمایا لے آؤ کیونکہ جس کو صدقہ دیا گیا تھا اس کو پہنچ چکا

(مسلم شریف ج ۱)

حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا کی متعدد کتب احادیث میں سات احادیث وارد ہوئی ہیں دو بخاری شریف میں دو مسلم شریف میں ہیں اور باقی دوسری کتب میں ہیں۔ (مدارج النبوت)

حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا سے جنہوں نے احادیث سماع فرمائیں ان راویوں میں حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ، حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ، حضرت جابر رضی اللہ عنہ، حضرت عبید بن السباق، حضرت طفیل ابوایوب، مراغی کلثوم ابن مصطلق، عبداللہ بن شداد بن الہاد، کریب رضی اللہ عنہما شامل ہیں۔

وصال:

حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا نے ۵۰ ہجری میں ماہ ربیع الاول کو ۶۵ برس کی عمر میں وصال فرمایا۔ مروان نے جو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہا کی طرف سے مدینہ طیبہ کا گورنر تھا۔ حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا کی نماز جنازہ پڑھائی اور آپ رضی اللہ عنہا مدینہ طیبہ میں بقیع پاک میں مدفون ہوئیں۔ (طبقات ابن سعد مدارج النبوت)

ام المومنین ام حبیبہ رضی اللہ عنہا

نام ونسب:

آپ رضی اللہ عنہا کا نام رملہ تھا اور کنیت ام حبیبہ تھی آپ رضی اللہ عنہا کا سلسلہ نسب یہ ہے۔ام حبیبہ بنت ابی سفیان بن حرب بن امیہ بن عبدالشمس۔آپ رضی اللہ عنہا کی والدہ کا نام صفیہ بنت ابو العاص تھا جو کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی حقیقی پھوپھی تھیں یعنی ام حبیبہ رضی اللہ عنہا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی پھوپھی زاد بہن تھیں حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا آنحضرت ﷺ کی بعثت مبارک سے سترہ (۱۷) سال پہلے مکہ میں پیدا ہوئیں۔(اصابۃ ج ۸) آپ حضرت امیر معاویہ رضی عنہ کی بہن اور حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ کی بیٹی تھیں۔

نکاح:

حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کا پہلا نکاح عبید اللہ بن جحش سے ہوا جو کہ حرب بن امیہ کا حلیف تھا اور عبد اللہ بن جحش کا بھائی تھا۔

قبول اسلام اور ہجرت:

حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا نے اپنے شوہر کے ساتھ ہی بعثت کے ابتدائی دور ہی میں اسلام قبول کر لیا تھا۔اور دونوں دوسرے مسلمانوں کے ساتھ حبش کی طرف

ہجرت کر گئے۔حبش ہجرت کے کچھ عرصے کے بعد عبید اللہ جحش مرتد ہو گیا اور نص
مذہب اختیار کر لیا شراب نوشی شروع کر دی یہاں تک کے اسی حالت میں فو
ہو گیا۔(زرقانی ج ۳)

حرم نبوت:

آنحضرت ﷺ کو جب حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کے بیوہ ہونے کی اطلا
ملی تو آپ ﷺ نے ان کی عدت کے دن پورے ہونے کے بعد حضرت عمرو بن ا
ضمری رضی اللہ عنہ کو نجاشی بادشاہ کے پاس ام حبیبہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کا پیغام
بھیجا۔نجاشی نے اپنی لونڈی ابریہ کے ذریعے ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کو رسول اللہ ﷺ
نکاح کا پیغام بھیجا۔ام حبیبہ رضی اللہ عنہا یہ سن کر بے حد خوش و مسرور ہوئیں اور اس خوشخ
پر ابریہ لونڈی کو چاندی کے دو کنگن اور نقرئی انگوٹھیاں عطا کیں۔نکاح کے لیے آپ
اللہ عنہا نے اپنا وکیل حضرت خالد بن سعد بن العاص رضی اللہ عنہ کو مقرر فرمایا چنانچ
کو نجاشی نے حضرت جعفر بن ابی طالب جو کہ حبشہ میں تھے اور حبشہ ہی میں موجود
مسلمانوں کو مدعو کیا اور خود نکاح پڑھایا۔اور آنحضرت ﷺ کی طرف سے چار سو دی
ادا کیا اور کھانے کا بھی انتظام کیا تمام لوگوں نے کھانا کھایا پھر وہاں سے رخصت ہو
(کذا فی المواہب)

نکاح کے وقت حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کی عمر مبارک ۳۶ یا ۳۷ بر
پھر نکاح کے بعد ام حبیبہ مدینہ شریف روانہ ہو گئیں آنحضرت ﷺ اس وقت خیبر تش

لے جا چکے تھے یہ ۶ ھ یا ۷ ھ کا واقعہ ہے۔ (مسند ج ۶)

سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ مجھے ایک خواب کھائی دیا کہ ایک شخص مجھے یا ام المومنین کے الفاظ سے آواز دے رہا ہے اس سے میں نے تعبیر لی کہ میں رسول اللہ ﷺ کے نکاح میں آؤنگی۔ (مدارج النبوت)

اخلاق وعادات:

حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا بڑی نیک فطرت صالح اور دیندار خاتون تھیں اور جوش ایمان سے لبریز تھیں۔ فتح مکہ سے قبل جب ان کے والد حضرت ابوسفیان جو اس وقت تک ایمان نہ لائے تھے آنحضرت ﷺ سے ملنے مدینہ شریف آئے اور حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کے گھر آئے اور رسول کریم ﷺ کے بستر پاک پر بیٹھنے لگے تو حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہ نے فوراً بستر پلٹ دیا اور فرمایا بے شک مجھے پسند نہیں کہ رسول پاک ﷺ کے بستر مبارک پر کوئی مشرک بیٹھے۔ (طبقات ابن سعد)

آپ رضی اللہ عنہا نہایت عبادت گزار تھیں ایک دفعہ انہوں نے رسول کریم ﷺ سے سنا تھا کہ جو شخص بارہ رکعت نفل روزانہ پڑھے گا اس کے لیے جنت میں گھر بنایا جائے گا۔ چنانچہ اسی فرمان مبارک کے سننے کے بعد روزانہ پابندی کے ساتھ بارہ رکعت نفل پڑھتی رہیں۔ (مسند احمد ج ۲)

ان کے والد حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ کا وصال ہوا تو تین دن کے بعد خوشبو لگا کر رخسار اور بازوں پر ملی اور فرمایا۔ رسول اللہ ﷺ کا حکم ہے کہ ایمان دار

عورت کے لیے تین دن سے زیادہ کسی کا سوگ جائز نہیں سوائے خاوند کے کہ اس کی موت پر چار مہینہ دس دن بیوی کو سوگ کرنا چاہیے۔ حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا اس حدیث پر کاربند تھی اور دوسروں کو بھی تلقین کیا کرتی تھیں۔

فضل وکمال:

آپ رضی اللہ عنہا نے پینسٹھ (۶۵) احادیث منقول ہیں جن میں سے دو احادیث متفق علیہ (بخاری و مسلم میں) ہیں اور ایک صرف مسلم میں ہے اور باقی احادیث دیگر کتب میں روایت کی گئی ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہا کی روایت کردہ احادیث کے راویوں میں کئی جلیل القدر صحابہ اور تابعین شامل ہیں جن میں سے چند کے نام یہ ہیں۔ حبیبہ (دختر) امیر معاویہ رضی اللہ عنہ، عتبہ رضی اللہ عنہ (دونوں بھائی ہیں)، عبداللہ بن عتبہ، رضی اللہ عنہ ابوسفیان رضی اللہ عنہ، زینب بنت ابوسلمہ رضی اللہ عنہا ابوسلمہ رضی اللہ عنہ، عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ، ابوصالح سلمان، شہر ابن حوشب وغیرہم ہیں۔

اولاد:

آپ رضی اللہ عنہا کے پہلے شوہر عبید اللہ کے صلب سے ایک بیٹی حبیبہ رضی اللہ عنہا نام کی تھیں جو کہ شرف صحابیت سے سرفراز ہوئیں اور ان ہی کے نام کی نسبت سے حضرت رملہ کی کنیت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا مشہور ہوئی۔

وصال:

حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا اپنے بھائی حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے دورخلافت میں ۴۴ھ کو وصال فرماگئیں اس وقت آپ رضی اللہ عنہا کی عمر ۷۳ سال تھی آپ رضی اللہ عنہ نے مدینہ شریف میں وصال فرمایااور جنت البقیع میں مدفون ہوئیں۔ایک روایت کے مطابق آپ رضی اللہ عنہ کی قبر مبارک حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مکان میں ہے۔

حضرت علی بن حسین رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ ایک مرتبہ میں نے اپنے مکان کاایک گوشہ کھدوایا توایک کتبہ برآمد ہوا کہ یہ رملہ بنت صخر کی قبر ہے چنانچہ اس کو میں نے اسی جگہ رکھ دیا۔

(الاستیعاب ج ۲)

وصال کے قریب آپ رضی اللہ عنہا نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کواپنے پاس بلایااور فرمایا کہ مجھے تم ان امور کے بارے میں معافی دے دو جوایک شوہر کی بیویوں میں ہوا کرتا ہے میری طرف سے تمہارے بارے میں اس لحاظ سے جو کچھ بھی سرزد ہوا ہو، مجھے معاف کردو۔دونوں ازواج نے فرمایااللہ تعالیٰ تم کو معاف فرمائے ہم بھی تمہیں معاف کرتی ہیں۔ام المومنین ام حبیبہ رضی اللہ عنہا نے فرمایااللہ تعالیٰ تم کوخوش رکھے تم نے مجھے خوش کردیا ہے۔

(مدارج النبوت)

ام المومنین حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا

نام ونسب:

آپ رضی اللہ عنہا کا نام صفیہ تھااور آپ رضی اللہ عنہا حضرت ہارون علیہ اسلام کی اولاد سے تھیں آپ کاسلسلہ نسب یہ ہے۔صفیہ بنت حیی بن اخطب بن سعید بن عامر بن عبید بن خزرع بن ابی حبیب بن نصیر بن نحام میخوم۔آپ رضی اللہ عنہا کے باپ کانام حیی بن اخطب تھا جو قبیلہ بنونصیر کا سردار تھا جبکہ ماں کا نام برہ اور ایک روایت کے مطابق ضرد تھا جو قریظہ کے رئیس کی بیٹی تھی۔

نکاح:

حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کا پہلا نکاح ایک یہودی سلام بن مسلم سے ہوا پھر سلام نے انہیں طلاق دے دی تو آپ رضی اللہ عنہا کے باپ حیی بن اخطب نے آپ رضی اللہ عنہا کا دوسرا نکاح بنی قریظہ کے سردار کنانہ بن ابی الحقیق سے کردیا جو کہ خیبر کے قلعہ القموص کا حاکم تھااور غزوہ خیبر کے موقع پر مارا گیا یہاں تک کہ غزوہ خیبر کے موقعہ پر حضرت صفیہ رضی اللہ عنہ کاباپ اور بھائی اور خاندان کے بیشتر افراد مارے گئے اور جو بچ گئے قیدی بنالئے گئے۔

حرم نبوت: خیبر فتح ہونے کے بعد دوسرے جنگی قیدیوں کے ساتھ حضرت

صفیہ رضی اللہ عنہا بھی قیدی بنالی گئیں اور جب مال غنیمت تقسیم ہوا تو آپ رضی اللہ عنہا حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ عنہا کے حصے میں آئیں صحابہ کرام علیھم الرضوان نے بارگاہ رسالت ﷺ میں عرض کیا کہ یارسول اللہ ﷺ آپ ﷺ نے رئیسہ بنو نضیر و قریظہ کو دحیہ رضی اللہ عنہ کو دے دیا جب کہ صفیہ جیسی رئیسہ جو کہ عرب کی عام عورتوں کی مانند نہیں ہے سید الانبیاء ﷺ کے لیے موزوں ہے ۔ چنانچہ نبی کریم ﷺ نے حضرت دحیہ رضی اللہ عنہ کو دوسری لونڈی عطا فرمائی اور حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کو آزاد کروا کر شرف زوجیت بخشا۔ (بخاری شریف و مسلم شریف ج ۲)

جیسا کہ سیرت نگاروں نے بیان کیا ہے کہ رسول ﷺ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کے خیمے میں تشریف لے گئے آپ ﷺ کو آتا دیکھ کر صفیہ رضی اللہ عنہا کھڑی ہوگئیں اور وہاں موجود لپٹے ہوئے بستر کو آپ ﷺ کے لیے بچھا دیا اور خود زمین پر بیٹھ گئیں ۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا صفیہ تمہارے باپ نے ہمیشہ مجھ سے عداوت رکھی ہے حتی کہ وہ مارا گیا تو صفیہ رضی عنہا نے عرض کیا اللہ تعالیٰ ایک شخص کے گناہ کی پاداش میں دوسرے کو گرفتار نہیں کرتا ہے ۔ آنحضرت ﷺ نے حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کو اختیار عطا فرمایا کہ اگر چاہو تو آزاد ہو کر اپنی قوم کی طرف لوٹ جاؤ ۔ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا نے عرض کی یارسول اللہ ﷺ مجھے اسلام کی تمنا تھی اب میں آپ ﷺ کی بارگاہ میں ہوں اللہ تعالیٰ کی قسم اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول ﷺ میرے نزدیک میری قوم سے محبوب تر ہیں ۔ چنانچہ آپ ﷺ نے حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کو آزاد فرما کر ان کے عقد فرمالیا۔

(مدارج النبوت)

اور پھر لشکر اسلام خیبر سے روانہ ہوا مقام صہبا میں سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا سے زفاف فرمایا اور دعوت ولیمہ کے لئے صحابہ کرام سے ارشاد فرمایا کہ جو کچھ ہے لے آؤ چنانچہ جو کچھ سامان موجود تھا اس سے خیس تیار کیا گیا جو آنحضرت ﷺ کی برکت سے تمام لشکر کو کافی ہوگیا اس کے بعد آنحضرت ﷺ نے حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کو اونٹ پر سوار کرلیا اور اپنی عبا شریف سے ان پر پردہ کردیا گویا اس بات کا اعلان تھا کہ صفیہ رضی اللہ عنہا کنیز نہیں بلکہ ازواج مطہرات میں شامل ہوگئیں ہیں ۔

(طبقات ابن سعد ج ۸ اصابہ ج ۸)

حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کی عمر اس وقت سترہ سال تھی ۔ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کے چہرے پر چند ابھرے ہوئے نشانات تھے ۔ حضور ﷺ نے ان نشانات کے بارے میں دریافت فرمایا تو حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا، میں نے ایک رات خواب میں دیکھا کہ آسمان سے چاند ٹوٹا اور میری گود میں آن گرا میں نے یہ خواب اپنے باپ کو سنایا جس پر وہ سخت طیش میں آگیا اور میرے چہرے پر اتنے زور سے مارا کہ چہرے پر اس کی انگلیوں کے نشانات ابھر آئے پھر کہنے لگا کیا تو ملکہ عرب بننے کے خواب دیکھتی ہے ۔ ایک روایت میں آیا ہے کہ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ میرا خواب سن کر میرے شوہر نے مجھے زور سے تھپڑ مارا اور کہا کہ تو یثرب (مدینہ) کے بادشاہ کا خواب دیکھتی ہے ۔

اخلاق وعادات:

حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا حلم وتحمل میں اپنی مثال آپ تھیں غزوہ خیبر میں جب وہ اپنی بہن کے ساتھ گرفتار ہو کر آرہی تھیں تو ان کی بہن اپنے قرابتدار یہودیوں کی لاشیں دیکھ کر چیخنے چلانے لگیں لیکن حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا بدستور پیکر متانت بنی رہیں اور ان کے حلم وتحمل میں کوئی فرق نہ آیا۔حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا دریادل اور فیاض واقع ہوئی تھیں چنانچہ جب وہ ام المومنین بن کر مدینہ شریف میں آئیں تو حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا اور تمام ازواج مطہرات کو اپنے سونے کے زیوارت تقسیم کئے۔ (زرقانی ج ۳)

آپ رضی اللہ عنہا کھانا بہت اچھا اور لذیذ پکایا کرتی تھیں اور آنحضرت ﷺ کی خدمت میں اکثر تحفہ بھیجا کرتی تھیں ۔اسد الغابہ میں ہے کہ وہ (صفیہ رضی اللہ عنہ) نہایت عاقلہ تھیں ۔اور زرقانی میں آپ کے اخلاق ومحاسن کے بارے میں ہے کہ صفیہ رضی اللہ عنہا عاقل ، فاضل ،اور حلیم تھیں ۔آپ رضی اللہ عنہا بے حد دردمند دل کی مالک تھیں ۳۵ھ میں جب خلیفہ سوم حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے مکان کا مصریوں نے محاصرہ کرلیا اور ان کا کھانا اور پانی بند کردیا تو حضرت صفیہ رضی اللہ عنہ بہت بے چین ہو گئیں چنانچہ ایک غلام کو ساتھ لیا اور خچر پر سوار ہو کر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے گھر کھانا لے کر روانہ ہوئیں راستے میں اشتر نے انہیں دیکھا تو خچر کو مارنا شروع کردیا چونکہ حالات خراب تھے لہٰذا حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا مصلحتا واپس لوٹ گئیں اور حضرت امام

حسن رضی اللہ عنہ کو اس خدمت پر مامور فرمایا کہ آپ رضی اللہ عنہ سے کھانا اور پانی لیکر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ تک پہنچادیں ۔(ابن سعد)

ایک روایت میں آتا ہے کہ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہا نے حضرت صفیہ رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے گھر کے درمیان ایک تختہ رکھ دیا تھا جس کے اوپر سے کھانا اور پانی جاتا تھا۔

ازدواجی زندگی:

حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا اور آنحضرت ﷺ کے درمیان بے حد محبت اور لگاؤ پایا جاتا تھا ۔آنحضرت ﷺ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کا بے حد خیال رکھتے تھے اور ان کی دلجوئی فرماتے تھے ۔ایک مرتبہ سفر حج میں حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کا اونٹ بیٹھ گیا اور وہ سب سے پیچھے رہ گئیں آنحضرت ﷺ ادھر سے گزرے تو ملاحظہ فرمایا کہ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا زار وقطار رو رہی ہیں چنانچہ آپ ﷺ نے اپنی چادر مبارک سے ان کے آنسو پونچھتے جاتے تھے اور آپ رضی اللہ عنہا بے اختیار روتی جاتی تھیں۔

(زرقانی ج ۳)

حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا بھی حضور پرنور ﷺ سے بے حد محبت کیا کرتی تھیں اور آپ ﷺ کی تکلیف پر تڑپ جایا کرتی تھیں۔ چنانچہ آپ ﷺ جب علیل ہوئے تو ازواج مطہرات آپ ﷺ کے گرد جمع تھیں حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا نے نہایت حسرت سے عرض کی یارسول اللہ ﷺ کاش آپ ﷺ کی بیماری مجھے ہوجاتی ۔تو آپ ﷺ نے

ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ کی قسم صفیہ اپنے دعوی میں سچی ہے۔ (مدارج النبوت)

فضل وکمال:

حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا سے دس احادیث مروی ہیں جن میں ایک متفق علیہ ہے (بخاری ومسلم میں) باقی دیگر کتابوں میں موجود ہیں۔حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا سے جن اصحاب نے احادیث کو روایت کیا ان میں حضرت زین العابدین رضی اللہ عنہ، اسحاق بن عبداللہ بن حارث رضی اللہ عنہ مسلم بن صفوان رضی اللہ عنہ، یزید بن معتب رضی اللہ عنہ کنانہ وغیرہ شامل ہیں۔ دیگر ازواج کی طرح آپ رضی اللہ عنہا بھی اپنے زمانے میں تشنگان علم کا محور ومرکز بنی رہیں ہیں لوگ آپ رضی اللہ عنہا سے مسائل پوچھنے آتے رہتے تھے۔(مسند ج ٦)

وصال:

حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا نے رمضان المبارک کے مہینے میں ۵۰ھ میں وصال فرمایا اور جنت البقیع میں مدفون ہوئیں۔وصال کے وقت آپ رضی اللہ عنہا کی عمر ساٹھ (٦٠) سال تھی۔ایک روایت کے مطابق حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے آپ رضی اللہ عنہا کی نماز جنازہ پڑھائی۔(زرقانی ج ٣)

آپ رضی اللہ عنہا نے اپنا ذاتی مکان اپنی زندگی ہی میں دے دیا تھا البتہ ایک لاکھ درہم نقد ترکہ میں چھوڑے۔

ام المومنین حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا

نام ونسب:

آپ رضی اللہ عنہا کا سابقہ نام برہ تھا نبی کریم ﷺ نے تبدیل کر کے میمونہ رکھ دیا (یعنی برکت سے ماخوذ فرمادیا) آپ رضی اللہ عنہا قبیلہ قیس بن عیلان سے تعلق رکھتی تھیں آپ رضی اللہ عنہا کا سلسلہ نسب یہ ہے۔میمونہ بن حارث بن حزن ابن بجیر بن ہزم بن رویبہ بن عبداللہ بن ہلال بن عامر بن صعصعہ بن معاویہ بن یوازن بن منصور بن عکرمتہ بن خصیفہ بن قیس بن عیلان بن مضر۔آپ رضی اللہ عنہا کی والدہ کا نام ہند تھا جو کہ قبیلہ حمیر سے تعلق رکھتی تھیں حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا حضرت عبداللہ بن عباس وحضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہم کی حقیقی خالہ تھیں

حرم نبوت: حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کا پہلا نکاح مسعو بن عمرو بن عمیر ثقفی سے ہوا لیکن کسی وجہ سے طلاق ہوگئی پھر دوسرا نکاح ابو درہم بن عبدالعزی سے ہوا لیکن ابو درہم نے ۷ھ میں وفات پائی اور حضرت میمونہ رضی اللہ عنہ بیوہ ہوگئیں (زرقانی ج ٣) حضور نبی کریم ﷺ ۷ھ میں عمرہ کی نیت سے مکہ شریف روانہ ہوئے اور ذیقعدہ کے مہینے میں عمرۃ القضاء میں ان سے نکاح فرمالیا یعنی حالت احرام ہی میں ان سے نکاح ہوا۔(بخاری شریف ج ٢)

اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے متولی ہوئے (نسائی)

عمرہ سے فارغ ہو کر سرف کے مقام پر جو کہ مکہ مکرمہ سے دو میل کے فاصلے پر ہے آنحضرت ﷺ نے حضرت میمونہ رضی اللہ عنہ سے زفاف فرمایا۔ (ابن سعد) آنحضرت ﷺ کا یہ آخری نکاح تھا اس کے بعد آپ ﷺ نے کوئی نکاح نہ فرمایا۔ (طبری ج ۱۳)

اخلاق وعادات:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میمونہ خدا سے بہت ڈرتی اور صلہ رحمی کرتی تھیں۔ (اصابہ ج ۸)

آپ رضی اللہ عنہا کو غلام آزاد کرنے کی بڑی خواہش تھی ایک مرتبہ ایک لونڈی کو آزاد کیا تو آنحضرت ﷺ نے دعا فرمائی، اللہ تم کو اس کا اجر دے۔ (مسند ج ۲)

آپ رضی اللہ عنہا بے حد کشادہ دست وفیاض تھیں جس کی بنا پر اکثر قرض تک لینے کی نوبت آجاتی تھی۔ ایک دفعہ آپ رضی اللہ عنہا نے بہت زیادہ رقم قرض لے لی کسی نے پوچھا ام المومنین آپ اتنی رقم کس طرح واپس کریں گی تو فرمایا کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ جو شخص قرض ادا کرنے کی نیت رکھتا ہے اللہ تعالیٰ خود اس کا قرض ادا کرنے کے اسباب مہیا کر دیتا ہے (مسند ج ۲)

فضل وکمال: حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا فقہ میں بھی مہارت رکھتی تھیں مدینہ

تذکرہ خاندان نبوت ﷺ

شریف میں ایک عورت بیمار پڑی تو اس نے منت مانی کہ اگر صحت مند ہو گئی تو بیت المقدس جا کر نماز پڑھونگی۔ اللہ تعالیٰ نے اس سے صحت کاملہ عطا فرمائی تو اس نے اپنی منت پوری کرنے کے لئے تیاریاں شروع کر دیں سفر پر روانہ ہونے سے قبل حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا سے ملنے آئی اور اپنی منت اور جانے کا بتایا تو حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ مسجد نبوی میں نماز پڑھنے کا ثواب دوسری مساجد میں نماز پڑھنے سے ہزار گناہ زیادہ باعث اجر وثواب ہے لہٰذا تم بیت المقدس جانے کے بجائے مسجد نبوی میں ہی نماز پڑھ لو ثواب بھی زیادہ ہوگا اور منت بھی پوری ہو جائے گی۔ (مسند ج ۲) (طبقات ابن سعد ج ۸)

ایک دن آپ رضی اللہ عنہا کے بھانجے حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ آپ رضی اللہ عنہ سے ملنے آئے تو ان کے بال بکھرے ہوئے تھے تو حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا نے دریافت فرمایا کہ بال کیوں بکھرے ہیں تو حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ میری زوجہ ام عمار ایام کی حالت میں ہیں وہی میرے سر میں کنگھی کیا کرتی تھیں چنانچہ ان ایام کی وجہ سے میں نے ان سے کام نہیں لیا۔ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا واہ بیٹے کبھی ہاتھ بھی ناپاک ہوتے ہیں ہم اسی حالت میں ہوتے تھے اور رسول کریم ﷺ ہماری گود میں سر رکھ کر لیٹتے تھے اور قرآن پڑھتے تھے۔ (مسند ج ۱۶)

ایک دفعہ آپ رضی اللہ عنہا کو معلوم ہوا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ بیوی کے

زمانہ ایام میں اپنا بستر الگ کر دیتے ہیں تو حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا نے انہیں سمجھایا کہ رسول اللہ ﷺ برابر ہم لوگوں کے بستر پر آرام فرماتے تھے۔ (مسند ج ۲)

اور سمجھایا کہ عورتیں اس حالت میں ہوں تو ان کے چھونے سے کوئی چیز ناپاک نہیں ہو جاتی۔ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا سے ۷۶ احادیث روایت ہوئیں جن میں سے سات احادیث متفق علیہ ہیں اور ایک بخاری شریف میں ہے پانچ مسلم شریف میں ہیں باقی تمام دیگر کتب احادیث میں مذکور ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہا کے راویوں میں حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ بن شداد، حضرت عبدالرحمن بن سائب، حضرت عبید اللہ الخولانی، حضرت عطاء بن یسار، حضرت یزید بن اصم، مذبہ (کنیز) سلیمان بن یسار (غلام) ابراھیم بن عبداللہ بن معبد بن عباس، عبیدہ بن سباق، عبید اللہ بن عبداللہ بن عتبہ، عالیہ بنت سبیع، کریب (ابن عباس رضی اللہ عنہ کے غلام) وغیرہ شامل ہیں۔

وصال: حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا نے ۵۱ھ میں سرف کے ہی مقام پر جہاں ان کا نکاح ہوا وہیں وصال فرمایا۔ (بخاری ج ۲)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے نماز جنازہ پڑھائی۔ جب ان کا جنازہ اٹھایا گیا تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا یہ زوجہ رسول ﷺ ہیں جنازہ کو زیادہ حرکت نہ دو باادب آہستہ لے چلو۔ (بخاری ج ۲)

حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا نے ازواج مطہرات میں سب سے آخر میں وصال فرمایا۔

فرزندانِ رسول ﷺ

حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ:

نبی کریم ﷺ کے تیسرے فرزند سیدنا ابراہیم رضی اللہ عنہ ہیں ان کی ولادت ذوالحجہ 8ھ مدینے شریف میں ہوئی آپ رضی اللہ عنہ حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا کے بطن مبارک سے پیدا ہوئے اور نبی کریم ﷺ کی تمام اولاد کرام کے بعد متولد ہوئے۔

آپ کی والدہ حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا کو مصر کے بادشاہ نے بطور ہدیہ نبی کریم ﷺ کی بارگاہ اقدس میں مصر سے بھیجا تھا۔ حضرت سلمٰی رضی اللہ عنہا نے اپنے خاوند حضرت ابو رافع رضی اللہ عنہ کو سیدہ ماریہ قبطیہ کے گھر صاحبزادہ رسول ﷺ کی خوشخبری سنائی تو آپ رضی اللہ عنہ فوراً یہ مبارک خبر لے کر بارگاہ اقدس میں حاضر ہوئے چنانچہ نبی کریم ﷺ نے اس خوشخبری کے پہنچانے پر حضرت ابو رافع رضی اللہ عنہ کو غلامی سے آزاد کر دیا اس کے بعد حضرت جبرائیل علیہ السلام بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئے اور نبی کریم ﷺ کو ابا ابراہیم کی کنیت سے مخاطب کیا حضور ﷺ بے حد خوش ہوئے اور دو بھیڑیں عقیقہ میں ذبح فرمائیں حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کا سر منڈوایا گیا۔

صحیح بخاری میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"آج رات جب صاحبزادے کی پیدائش ہوئی اور اس کا نام اپنے جد امجد

کے نام پر ابراہیم رکھا گیا"

حضور ﷺ نے ان کے سر کے بالوں کے وزن کے برابر چاندی تقسیم فرمائی اور بال زمین میں دفن کر دیئے گئے اس کے بعد انہیں دودھ پلانے کے لئے حضرت ام سیف رضی اللہ عنہا کے حوالے کر دیا گیا۔

حضور ﷺ نے ام سیف رضی اللہ عنہا کو ایک قطعہ نخلستان عطا فرمایا تھا نبی کریم ﷺ حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کو دیکھنے ان کے گھر جایا کرتے تھے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے زیادہ اپنے عیال پر شفیق کوئی نہیں دیکھا جب حضور ﷺ حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کو شیرخوارگی کے زمانے میں دیکھنے جاتے تو ہم بھی حضور ﷺ کے ساتھ ہوتے آپ ﷺ حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کو اپنی گود میں لے لیتے تھے اور انہیں پیار کرتے تھے۔

(مدارج النبوۃ)

وصال:

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جس وقت حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کے حالت نزع کے متعلق نبی کریم ﷺ کو اطلاع ملی تو آپ ﷺ حضرت عبدالرحمن بن عوف کا ہاتھ پکڑ کر حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کے پاس روانہ ہوئے حضور ﷺ حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کے سرہانے تشریف فرما ہوئے اور انہیں اپنی آغوش میں لے لیا۔ آپ ﷺ کی چشمان مبارک سے آنسو بہنے لگے اور فرمانے لگے اے ابراہیم ہم

تمہارے فراق میں غمزدہ ہیں ہماری آنکھیں رو رہی ہیں اور دل میں جلن ہے۔ حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے بارگاہ اقدس میں عرض کی یارسول اللہ ﷺ آپ بھی رو رہے ہیں جبکہ آپ نے میت پر رونے کی ممانعت فرمائی ہے تو نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا اے ابن عوف تم جو حالت دیکھ رہے ہو یہ میت پر رحم اور شفقت کے اظہار میں ہے اور یہ کیفیت اس کی حالت دیکھنے سے پیدا ہو رہی ہے صرف آنکھوں سے آنسو جاری ہو جانا رحم و شفقت کا سبب ہے اور جو شخص رحم و شفقت نہیں کرتا اس پر رحم نہیں کیا جائے گا۔ (مدارج النبوۃ)

وصال کے وقت حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کی عمر سولہ مہینے آٹھ دن تھی۔ (مدارج النبوۃ)

آپ کو آپ کی دایہ حضرت سلمیٰ رضی اللہ عنہا نے غسل دیا اور بعض روایات کے مطابق آپ کو حضرت فضل بن عباس رضی اللہ عنہ نے غسل دیا اور حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ پانی ڈالتے جاتے تھے نبی کریم ﷺ بھی وہاں موجود تھے اور نبی کریم ﷺ نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی۔ (مدارج النبوۃ)

تدفین:

حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کو بقیع شریف میں حضرت عثمان بن مظعون کے قریب دفن کیا گیا رسول اللہ ﷺ نے ان کی قبر پر پانی چھڑکا اور نشان لگانے کے لئے بذات خود پتھر اٹھا کر لائے اور قبر انور پر رکھ دیا۔ آپ کا وصال محرم الحرام کی دس تاریخ یا

دس ربیع الاول کو ہوا۔اسی دن سورج گرہن واقع ہوا لوگوں نے اسے حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کے وصال کی وجہ قرار دیا تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا چاند اور سورج اللہ عزوجل کی نشانیاں ہیں وہ کسی کے مرنے یا جینے پر نہیں گہناتے۔(مدارج النبوۃ)

حضرت قاسم بن رسول اللہ ﷺ

رسول اللہ ﷺ کے سب سے بڑے اور پہلے فرزند سیدنا قاسم رضی اللہ عنہ تھے جو کہ سیدہ خدیجۃ الکبری رضی اللہ عنہا کے بطن مبارک سے پیدا ہوئے۔آپ کی ولادت اعلان نبوت سے قبل ہوئی اور آپ ہی کے نام سے نبی کریم ﷺ کی کنیت ابو القاسم مشہور ہوئی۔

آپ بچپن میں ہی انتقال فرما گئے کچھ علماء کا قول ہے کہ آپ اپنے پاؤں پر چلنے لگے تھے اور بعض روایات کے مطابق آپ رضی اللہ عنہ عمر مبارک وصال کے وقت سترہ ماہ تھی اولاد نبی ﷺ میں سب سے پہلے وصال پانے والے بھی یہی صاجزادے تھے۔(مدارج النبوۃ)

حضرت عبداللہ بن رسول اللہ ﷺ

نبی کریم ﷺ کے دوسرے صاجزادے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ تھے جو کہ سیدہ خدیجۃ الکبری رضی اللہ عنہ کے بطن مبارک سے پیدا ہوئے۔آپ کی پیدائش ظہور اسلام کے بعد مکہ معظمہ میں ہوئی آپ کا لقب طاہر وطیب ہے۔حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کا وصال بھی بچپن میں ہی ہوگیا۔حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کا باپ عاص بن وائل جو کہ رسول اللہ ﷺ کا سخت دشمن اور گستاخ رسول تھا حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کے وصال کی خبر سن کر کہنے لگا کہ محمد (ﷺ) کے صاجزادے فوت ہو گئے اور آپ ﷺ ابتر (بے نسل) ہو گئے ہیں۔چنانچہ مشرکوں کے اس گستاخانہ قول پر اللہ عزوجل نے قرآن شریف کی ایک مکمل سورت "سورہ کوثر" نازل فرمائی۔(مدارج النبوۃ)

سیدہ رقیہ بنت رسول ﷺ

نام ونسب:

سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دوسری صاحبزادی ہیں جو حضرت سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کے تین سال بعد یعنی بعثت نبوی سے سات سال پہلے مکہ معظمہ میں پیدا ہوئیں۔

نکاح:

سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا کا پہلا نکاح ابولہب کے بیٹے عتبہ سے ہوا البتہ بالغ نہ ہوئی تھیں اس لئے رخصتی نہ ہوئی۔ جس وقت سورۃ تبت یدی ابی لہب کا نزول ہوا جسیں ابولہب کی مذمت بیان کی گئی ہے تو ابولہب اپنے بیٹے عتبہ سے کہنے لگا اگر تو نے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی صاحبزادی کو طلاق نہ دی تو میں تم سے بیزار ہو جاؤں گا اور تمہارے ساتھ میرا اٹھنا بیٹھنا حرام ہے چنانچہ ابولہب کے بیٹے عتبہ نے سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا کو طلاق دے دی۔ اسکے بعد سرور عالم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے آپ رضی اللہ عنہا کا نکاح حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے فرمادیا جو کہ مکہ معظمہ میں انجام پایا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ "اللہ تعالیٰ نے میری طرف وحی فرمائی ہے کہ میں اپنی کریمہ کا نکاح عثمان بن عفان سے کردوں"

ہجرت:

کفار مکہ کی ایذا رسانیوں کے سبب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا اور انکے شوہر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو حبش کی ہجرت کی اجازت عطا فرمائی چنانچہ نبوت کے پانچویں سال دونوں نے حبش کی طرف ہجرت کی اور اسکے بعد مدینہ کی طرف ہجرت کر گئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ دونوں کی ہجرت کا معلوم ہوا تو ارشاد فرمایا:۔

"حضرت ابراہیم اور حضرت لوط علیہ سلام کے بعد عثمان رضی اللہ عنہ پہلے آدمی ہیں جنھوں نے اپنی بی بی کو لے کر ہجرت کی" (اسد الغابہ ج ۵)

یعنی سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا و عثمان غنی رضی اللہ عنہ پہلے میاں بیوی ہیں جنھوں نے راہ خدا میں ایک ساتھ دو ہجرتیں کیں ایک مکہ سے حبش اور دوسری حبشہ سے مدینہ۔

اولاد:

سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا کے بطن مبارک سے ایک فرزند پیدا ہوئے جن کا نام عبداللہ تھا۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی کنیت ان ہی کے نام پر تھی حضرت عبداللہ کی عمر چھ سال تھی کہ ایک مرغ نے انکی آنکھ میں چونچ ماری جسکے سبب زخم پڑ گیا بعد ازاں اسی تکلیف کے باعث جمادی الاول ۴ھ میں وفات فرما گئے حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے نماز جنازہ پڑھائی اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے قبر میں اتارا۔

ازدواجی زندگی:

حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی آپس میں بے حد محبت تھی اور آپس کی اسی محبت اور خوشگوار تعلقات کے سبب لوگ کہنے لگے کہ۔ احسن الزوجین راھما الانسان رقیہ وزوجھا عثمان: "رقیہ رضی اللہ عنہا اور عثمان رضی اللہ عنہ سے بہتر میاں بیوی کسی انسان نے نہیں دیکھے"

حضرت سعدیٰ بنت کرز صحابیہ نے آپ کے لئے یہ اشعار پڑھے۔

ھدی اللہ عثمان الصفی بقولہ
خاشدہ واللہ یھدی الحق
وابنکح المبعوث احدیٰ بناتہ
فکان کبدرٍ مازج الشمس فی الافق

ترجمہ:۔ اللہ تعالیٰ نے عثمان رضی اللہ عنہ کو اپنے اس قول سے کہ اللہ تعالیٰ حق کی طرف ہدایت دیتا ہے ہدایت اور رہنمائی بخشی اور حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے اپنی بیٹی کا نکاح آپ سے کر دیا آپ ایسے چودھویں کے چاند طرح تھے جو افق میں سورج کو شرما رہا ہے۔

وصال:

۲ھ میں جبکہ غزوہ بدر کی تیاریاں ہو رہی تھیں سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا کے چیچک

کے دانے نکلے اور نہایت سخت تکلیف ہوئی چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو سیدہ رضی اللہ عنہا کی تیمارداری کے لئے مدینہ شریف چھوڑ دیا اور ارشاد فرمایا کہ اس تیمارداری کے باعث اللہ تعالیٰ آپکو جہاد میں شریک ہونے کا ثواب عطا فرمائے گا لہذا لشکر اسلام غزوہ بدر کے لئے روانہ ہو گیا۔ (بخاری ج ا)

جس دن حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ مدینہ شریف بدر میں مسلمانوں کی فتح کی خوشخبری لائے اسی دن سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا نے اپنے دانوں کی تکلیف کے سبب وصال فرما گئیں اس وقت آپ کی عمر 21 برس تھی حضور ﷺ بدر سے واپسی پر قبر پر تشریف لائے آپ ﷺ اپنے صاحبزادی کی وفات کی خبر پا کر بے حد رنجیدہ و مغموم ہوئے اور فرمایا عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ جا چکے اب تم بھی ان سے جا ملو

(حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ مہاجرین میں سب سے پہلے وصال فرمانے والے صحابہ اور دوسری سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا ہیں) (ابن سعد، حافظ ابن حجر)

روایت ہے کہ سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا کی قبر کے سرہانے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا بیٹھی روتی جا رہی تھیں اور رسول اللہ ﷺ اپنی چادر مبارک کے پلو سے سیدہ فاطمہ الزہراہ رضی اللہ عنہ کے آنسو پونچھتے جا رہے تھے۔

سیدہ زینب بنت رسول ﷺ

نام ونسب:

آپ رضی اللہ عنہا کا نام زینب تھا حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سب سے بڑی صاحبزادی ہیں۔آپ رضی اللہ عنہا بعثت سے دس برس پہلے پیدا ہوئیں۔حضرت سیدہ زینب رضی اللہ عنہا حضرت ام المومنین سیدہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے بطن مبارک سے پیدا ہوئیں۔آپ رضی اللہ عنہا کا سلسلہ نسب زینب رضی اللہ عنہا بنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بن عبدالمطلب بن ہاشم ہے۔

نکاح:

حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا نکاح کمسنی میں (بعثت نبوی سے قبل) انکے خالہ زاد بھائی ابوالعاص رضی اللہ عنہ بن ربیع سے ہوا۔جنکا نام لقیط تھا مگر وہ اپنی کنیت سے معروف ہوئے۔

ہجرت:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے منصب رسالت پر فائز ہوتے ہی حضرت زینب رضی اللہ عنہا بھی فوراً ایمان لے آئیں جبکہ انکے شوہر بدستور اپنے مذہب پر قائم رہے۔کفار مکہ نے بہت کوشش کی ابوالعاص رضی اللہ عنہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا

کو ایمان لے آنے کی پاداش میں طلاق دے دیں لیکن ابوالعاص رضی اللہ عنہ نے کفار مکہ کو صاف انکار کر دیا اور حضرت زینب رضی اللہ عنہا سے بدستور حسن سلوک فرماتے رہے۔نبوت کے تیرھویں برس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ معظمہ سے مدینہ شریف ہجرت فرمائی جبکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل وعیال مکہ میں رہ گئے جبکہ سیدہ زینب رضی اللہ عنہا اپنی سسرال میں تھیں۔غزوہ بدر کے موقع پر ابوالعاص رضی اللہ عنہ جو اس وقت تک اسلام نہ لائے تھے کفار مکہ کی طرف سے شریک ہوئے مسلمانوں کو اس غزوہ میں فتح نصیب ہوئی اسیران بدر میں حضرت ابوالعاص رضی اللہ عنہ بھی شامل تھے جنھیں عبداللہ بن جبیر رضی اللہ عنہ نے گرفتار کیا تھا۔(طبقات ج ۸)

مکہ والوں نے جب اپنے اپنے عزیز قیدیوں کا فدیہ مدینہ بھیجا تو حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے اپنے گلے کا ہار اتار کر بھیجا جو ام المومنین سیدہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا نے انھیں جہیز میں دیا تھا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب وہ ہار دیکھا تو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا یاد آگئیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم غمگین ہو گئے۔چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوالعاص رضی اللہ عنہ سے وعدہ لیا کہ رہائی کے بدلے میں مکہ جا کر حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو مدینہ شریف بھیج دینگے چنانچہ ابوالعاص رضی اللہ عنہا نے وعدہ کرلیا۔آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ اور دیگر اصحاب کو مکہ بھیجا تا کہ وہ سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کو مدینہ شریف لے آئیں۔ابوالعاص رضی اللہ عنہ نے اپنے چھوٹے بھائی کنانہ کے ساتھ

سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کو مدینے روانہ کر دیا راستے میں حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ مل گئے جو سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کو لے جانے کے لئے آئے تھے۔

چنانچہ کنانہ نے حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو انکے حوالے کر دیا اور یوں حضرت زینب رضی اللہ عنہا مدینہ ہجرت کر گئیں۔ دوران ہجرت کفار مکہ کی ایذاء رسانی کے سبب حضرت زینب رضی اللہ عنہا زمین پر گر پڑیں اور انکا حمل ساقط ہو گیا بعد ازاں چند روز بعد کنانہ انھیں لے کر رات کے وقت مدینہ شریف کی طرف روانہ ہو گئے۔ (زرقانی ج ۳)

ابوالعاص رضی اللہ عنہ کا قبول اسلام:۔

سیدہ زینب رضی اللہ عنہا جو کہ اپنے شوہر ابوالعاص رضی اللہ عنہ کے قبول اسلام سے قبل ہی ہجرت کر چکی تھیں اس واقعہ کے ڈھائی سال بعد جمادی الاول ۶ ھ کو ابوالعاص رضی اللہ عنہ مال تجارت لے کر قافلہ کے ساتھ روانہ ہوئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو ۷۰ اسواروں کے ساتھ قافلہ کے تعاقب میں بھیجا چنانچہ مسلمانوں نے قافلہ پر حملہ کر دیا اور یوں تمام مال و اسباب قبضہ میں کر لیا حضرت ابوالعاص رضی اللہ عنہ پناہ لینے مدینہ شریف اپنی زوجہ سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کے پاس پہنچے۔ سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کی سفارش پر ابوالعاص رضی اللہ عنہ کا تمام مال و اسباب واپس کر دیا وہ تمام مال لے کر مکہ پہنچے اور تمام لوگوں کی امانتیں واپس کر دیں اور فرمایا اب کسی کی امانت میرے پاس تو نہیں؟ قریش کے لوگوں نے کہا

نہیں تو ابوالعاص رضی اللہ عنہ نے فرمایا تو سن لو میں مسلمان ہوتا ہوں خدا کی قسم اسلام قبول کرنے میں مجھے صرف یہ امر مانع تھا کہ تم لوگ مجھے خائن نہ سمجھو یوں ماہ محرم ۷ ھ کو ابوالعاص رضی اللہ عنہ اسلام قبول کر کے مدینہ شریف آ گئے اور آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کو دوبارہ انکے سپرد کر دیا۔ نکاح سابقہ پر یا جدید نکاح کے ساتھ

اولاد:

حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے بطن مبارک سے ایک فرزند اور ایک صاحبزادی پیدا ہوئیں۔ بیٹے کا نام علی رضی اللہ عنہ جبکہ صاحبزادی کا نام امامہ تھا۔

علی ابن ابوالعاص رضی اللہ عنہ:

حضرت زینب رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے علی کو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایام رضاعت کے بعد اپنی تربیت میں لے لیا۔ فتح مکہ کے روز ان ہی کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ناقہ پر اپنا ردیف بنایا ہوا تھا۔ علی بن ابوالعاص غریب بلوغت ہی رحلت فرما گئے۔ (بخاری شریف)

امامہ رضی اللہ عنہا:

امامہ رضی اللہ عنہا سے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم بہت ہی محبت و شفقت فرمایا کرتے تھے۔ ایک دفعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں مصروف تھے آپ صلی اللہ علیہ

وسلم حالت قیام میں امامہ رضی اللہ عنہا کو اپنے کندھے پر لئے ہوتے تھے رکوع کے وقت انھیں زمین پر اتارتے تھے سجدے کر لینے کے بعد جب قیام فرمانے لگتے تو امامہ رضی اللہ عنہا کو دوبارہ اٹھالیتے اور اپنے دوش اقدس پر بٹھالیتے سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کی وصیت کے مطابق حضرت علی کرم اللہ وجہ نے حضرت فاطمۃ الزہرا کے وصال کے بعد آپکی بھانجی امامہ رضی اللہ عنہا سے نکاح فرمالیا۔ اور ان سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ایک فرزند محمد اوسط پیدا ہوئے۔

وصال:

سیدہ زینب رضی اللہ عنہا نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات ظاہری ہی میں ۸ ھ کو مدینہ شریف میں وصال فرمایا۔ حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا ام المومنین سیدہ سودہ، ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا اور ام عطیہ رضی اللہ عنہا نے غسل دیا جیسا کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے طریقہ خود آکر بتایا تھا کہ تین یا اس سے زائد بار غسل دیا جائے پانی میں بیری کے پتے ملائے ہوئے ہوں اور جب آخری غسل کی باری ہو تو کافور اور دیگر روایت کے مطابق مشک ملا دیا جائے اور فرمایا کہ جب غسل دے چکو تو مجھے بتانا چنانچہ غسل کے بعد آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا تہبند شریف بھجوایا اور فرمایا اس سے انکی تکفین کی جائے۔

اور ایک روایت کے مطابق فرمایا کہ غسل کا آغاز دائیں جانب سے اعضائے وضو سے کیا جائے ام عطیہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ہم نے ان کے بالوں سے

تین لٹیں بنائیں اور انھیں پشت پر ڈال دیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز جنازہ پڑھائی خود قبر میں اترے اور انھیں سپرد خاک کیا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرے مبارک پر اس وقت حزن وملال کے آثار نمایاں تھے انکی آنکھوں سے آنسو رواں تھے۔ (بخاری ومسلم)

اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرمارہے تھے کہ۔

زینب میرے سب سے اچھی لڑکی تھی جو میری محبت میں ستائی گئی مطلب یہ تھا کہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے دعوت حق قبول کرنے کے بعد بے شمار مصائب جھیلے کبھی محبوب شوہر و بچوں سے دوری تو کبھی اپنے رحیم و کریم باباجان صلی اللہ علیہ وسلم سے جدائی کا صدمہ اسکے علاوہ دوران ہجرت پیش آنے والی مشکلات کا سامنا۔

غرضیکہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے اللہ اور اسکے رسول اللہ ﷺ کی محبت میں بہت دکھ جھیلے جسکے باعث نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم انکی منقبت ارشاد فرمایا کرتے تھے۔

سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا

نام ونسب:

آپ رضی اللہ عنہا کا نام ام کلثوم ہے آپ حضور ﷺ کی تیسری صاجزادی ہیں جو حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے بطن مبارک سے پیدا ہوئیں آپ کی ولادت نبوی سے چھ سال قبل ہوئی۔

نکاح:

حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا کا پہلا نکاح ابولہب کے دوسرے بیٹے عتبہ سے ہوالیکن چونکہ اس وقت بالغ نہ تھیں لہذا رخصتی نہ ہوئی۔ ابولہب جو حضور ﷺ کا حقیقی چچا تھا مگر سخت دشمن وگستاخ رسول تھا لہذا قرآن پاک میں اس کی مذمت کے لئے سورہ لہب نازل ہوئی۔ جس کے بعد ابولعب کو سخت غصہ آیا اور اس نے اپنے بیٹوں سے صاف صاف کہہ دیا کہ اگر محمد ﷺ کی بیٹی کو طلاق نہ دی تو میرا اٹھنا بیٹھنا تمہارے ساتھ حرام ہے۔ لہذا عتبہ نے اپنے باپ کی بات مان لی اور سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا کو طلاق دے دی۔

یہ واقعہ حضرت سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا اور سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا کے ساتھ ایک ہی وقت میں پیش آیا سورۃ لہب نازل ہونے کے بعد ابولہب نے اپنے دونوں بیٹوں

عتبہ اور عتیبہ کو حکم دیا تھا کہ سیدہ رقیہ اور سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہن کو طلاق دے دیں۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے نکاح:

واقعہ طلاق کے بعد جیسا کہ پہلے مذکور ہوا سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا کا نکاح حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے ہوگیا لیکن چند سال بعد ہی جب سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا وصال فرما گئیں تو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ آپ کے وصال پر سخت رنجیدہ ومغموم ہو گئے۔ چنانچہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنی صاجزادی حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا جو انہی دنوں میں بیوہ ہوئیں تھیں اور عدت کے دن گزار چکی تھیں ان کے لئے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے نکاح کی پیشکش کی حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ ان دنوں چونکہ صدمہ سے نڈھال تھے لہذا آپ نے جواب دینے میں تامل کیا حضور ﷺ کو معلوم ہوا تو آپ ﷺ نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے ارشاد فرمایا میں تم کو حفصہ رضی اللہ عنہا کے لئے عثمان رضی اللہ عنہ سے بہتر رشتہ بتاتا ہوں اور عثمان رضی اللہ عنہ کے لئے حفصہ سے بہتر رشتہ بتاتا ہوں۔ پھر ارشاد فرمایا حفصہ رضی اللہ عنہا کا نکاح مجھ سے کر دو اور میں اپنی بیٹی ام کلثوم رضی اللہ عنہا کا نکاح عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے کر دیتا ہوں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ بخوشی فوراً رضامند ہو گئے اور یوں حضور ﷺ نے ماہ ربیع الاول سن ۳ ھ میں اپنی دوسری صاجزادی سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا کا نکاح حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے کر دیا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ

نے فرمایا کہ جب میری بیوی یعنی رسول کریم ﷺ کی صاحبزادی (سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا) کا انتقال ہوا تو میں بہت رویا رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کیوں رو رہے ہو؟ میں نے عرض کیا اس لئے کہ آپ ﷺ سے میری دامادی کا تعلق منقطع ہوگیا ہے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا جبرائیل علیہ السلام نے مجھے اللہ تعالیٰ کا حکم پہنچایا ہے کہ میں تمہارے ساتھ اپنی بیٹی سیدہ ام کلثوم کا نکاح کردوں اور سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا کے مہر کے برابر مہر مقرر کردوں

اولاد:

سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہ سے کوئی اولاد نہیں ہوئی۔

وصال:

سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا اس نکاح کے بعد حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے ساتھ چھ برس ہی گزار پائیں اور شعبان ۹ ھ میں آپ رضی اللہ عنہا کا وصال ہوگیا۔

حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا بنت عبد المطلب، حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا اور حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا نے سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا کو غسل دیا حضور نبی کریم ﷺ نے کفن کے لئے اپنی چادر مبارک عطا فرمائی اور نماز جنازہ پڑھائی

حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ، حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ اور حضرت فضل بن عباس رضی اللہ عنہ قبر میں اترے اور بقیع پاک میں سپرد

تذکرہ خاندان نبوت ﷺ

خاک کیا۔

(بخاری ج ا لطبقات ابن سعد ج ۸)

حضور ﷺ قبر کے پاس تشریف فرما تھے اور چشمان مبارک سے آنسو رواں تھے۔

(رواہ انس بن مالک رضی اللہ عنہ)

سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا کے وصال کے بعد رسول اللہ ﷺ نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے ارشاد فرمایا کہ اگر کوئی تیسری بیٹی بھی ہوتی تو میں وہ بھی تمہاری زوجیت میں دے دیتا۔

اور ایک روایت میں مذکور ہے کہ فرمایا اگر میرے پاس دس صاحبزادیاں بھی ہوتیں تو میں ان کو باری باری تمہارے نکاح میں دیتا جاتا اور ان کی رحلت ہوتی جاتی۔ (مدارج النبوۃ)

سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا

نام ونسب:

آپ رضی اللہ عنہا کا نام مبارک فاطمہ اور لقب زہرا ہے آپ نبی کریم ﷺ کی چوتھی اور آخری صاحبزادی ہیں آپ رضی اللہ عنہا سیدہ خدیجۃ الکبریٰ کے بطن مبارک سے پیدا ہوئیں۔آپ کے سن ولادت میں اختلاف پایا جاتا ہے البتہ سب سے مشہور روایت یہی ہے جیسا کہ امام ابن جوزی فرماتے ہیں کہ بعثت سے پانچ برس پیشتر سیدہ فاطمۃ الزہرا کی ولادت مبارک ہوئی۔

القابات:

آپ رضی اللہ عنہا کے بے شمار القابات ہیں جن میں زہرا، سیدہ، نساء العلمین، عذرا، بتول، خاتون جنت، زاہدہ، سیدہ، طاہرہ، زکیہ، رافیہ، طیبہ، کاملہ، صادقہ، صالحہ، عاصمہ، ساجدہ وغیرہم مشہور ہیں۔

نکاح:

سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کا نکاح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوہ بدر کے بعد حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے فرمادیا یہ رمضان المبارک کا مہینہ اور سن ۲ تھا اس وقت آپکی عمر پندرہ سال ساڑھے پانچ ماہ تھی حضرت علی رضی اللہ عنہ کی عمر ۲۱ سال

تھی۔(مدارج النبوت)

روایات میں آتا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہا حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کی خواہش لئے دربارہ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوئے لیکن فطری حیا اور حضور ﷺ کے ادب ولحاظ میں حرف مدعا زبان پر نہ لاسکے بلکہ سر جھکائے خاموش بیٹھے رہے یہاں تک حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خود ہی دریافت فرمایا کہ آج خلاف معمول چپ چاپ ہو کیا فاطمہ سے نکاح کی درخواست لے کر آئے ہو۔؟

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا بے شک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا تمہارے پاس مہر ادا کرنے کے لئے بھی کچھ ہے؟

حضرت علی رضی اللہ عنہ نفی میں جواب دیا

پھر حضور ﷺ نے فرمایا میں نے جو غزوہ بدر میں تمہیں زرہ دی تھی وہی مہر میں دے دو۔چنانچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حکم کی تعمیل کی اور زرہ فروخت کر دی جسے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے چار سو اسی درہم میں خرید لی اور پھر یہی زرہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بطور ہدیہ واپس کر دی۔

حضور صلی ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ارشاد فرمایا دو تہائی خوشبو وغیرہ پر اور ایک تہائی سامان شادی اور دیگر اشیاء خانہ داری پر خرچ کرو پھر تمام انصار و مہاجرین صحابہ کرام کو بلایا جب تمام صحابہ دربار رسالت صلی اللہ علیہ وسلم میں جمع ہو گئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم منبر شریف پر تشریف لے گئے اور فرمایا۔اے گروہ مہاجرین وانصار

رضی اللہ عنہ ابھی جبرائیل امین علیہ السلام میرے پاس یہ اطلاع لے کر تشریف لائے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے بیت المعمور میں فاطمہ رضی اللہ عنہا بنت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا نکاح اپنے بندہ خاص علی رضی اللہ عنہ ابن ابی طالب سے کر دیا اور مجھے حکم ہوا کہ عقد نکاح کی تجدید کر کے گواہان کے روبرو ایجاب و قبول کراؤں ۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ نکاح پڑھا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ و فاطمہ رضی اللہ عنہا سے ایجاب قبول کروایا اور دعائے خیر و برکت فرمائی اور ایک طبق چھوہارے حاضرین محفل میں تقسیم فرمائے ۔ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا مہر چار سو مثقال چاندی مقرر ہوا زرہ کے علاوہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس ایک بھیڑ کی کھال اور ایک یمنی چادر تھی جو آپ رضی اللہ عنہ نے سیدہ فاطمہ زہرا رضی اللہ کے نذر کر دی ۔ چونکہ نکاح سے قبل حضرت علی رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس رہتے تھے لہٰذا اب شادی کے بعد گھر کی ضرورت پڑی ۔ حضرت حارث بن نعمان رضی اللہ عنہ کے پاس متعدد مکانات تھے جن میں سے کئی حضور ﷺ کو تحفہ کر چکے تھے جب انھیں معلوم ہوا کہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کو الگ گھر کی ضرورت ہے تو انہوں نے ایک مکان انھیں ہدیہ کر دیا ۔ رخصتی سے قبل حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا ہاتھ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں دے کر فرمایا ۔

اے علی پیغمبر کی بیٹی تم کو مبارک ہو

اسکے بعد سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا

اے فاطمہ تمہارا شوہر بہت اچھا ہے ۔

پھر دونوں کے لئے دعائے خیر فرمائی اور خود دروازے تک چھوڑنے آئے حضرت اسماء بنت عمیس اور بعض روایتوں کے مطابق سلمی ام رافع یا ام ایمن رضی اللہ عنہا سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے ہمراہ گئیں ۔ جب سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا اپنے نئے گھر پہنچ گئیں تو پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم انکے گھر تشریف لے گئے ایک برتن میں پانی منگوایا دونوں دست مبارک اسمیں ڈالے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ اور سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا پر وہ پانی چھڑکا اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے ارشاد فرمایا ۔

میں نے خاندان میں بہترین شخص سے تمہارا نکاح کیا ہے (بخاری ج ۲ طبقات ، زرقانی)

سامان جہیز

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی صاحبزادی سیدہ فاطمۃ الزہرا کو جو سامان جہیز عطا فرمایا اسمیں درج ذیل اشیاء شامل ہیں ۔

1) ایک عدد مصری کپڑے کا بستر جسمیں اون بھری ہوئی تھی

2) ایک منقش تخت نما پلنگ

3) ایک چمڑے کا تکیہ جسمیں کھجور کی چھال بھری ہوئی تھی

4) ایک مشکیزہ

5) دو مٹی کے گھڑے پانی کے لئے

6) ایک آٹا پیسنے کے لئے چکی

7) ایک پیالہ

8) دو چادریں

9) نقرئی بازو بند

10) ایک جاءنماز

دعوت ولیمہ:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دوسرے دن حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ارشاد فرمایا کہ دعوت ولیمہ بھی ہونی چاہیئے چنانچہ مہر ادا کرنے کے بعد جو رقم بچ گئی تھی حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اسی سے دعوت ولیمہ کا اہتمام فرمایا کھانے میں پنیر، کھجور، نان جو اور گوشت تھا حضرت اسماء رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ یہ اس زمانے کا بہترین ولیمہ تھا

جنتی لباس:

علامہ صفوری رحمۃ اللہ علیہ نے امام جوزی کے حوالے سے لکھا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدہ فاطمہ زہرا کی شادی کے لئے ایک کرتہ بنایا۔ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے پاس ایک پرانا پیوند لگا کرتہ بھی تھا اسی دوران ایک سائل دروازے پر آ کھڑا ہو اور سوال کیا میں نبوت کے گھر سے پرانا کرتہ مانگتا ہوں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے پرانا کرتہ دینے کا ارادہ کیا لیکن آپکو اللہ تعالیٰ کا فرمان مبارک یاد آ گیا۔ چنانچہ سیدہ

فاطمہ رضی اللہ عنہا نے اپنا نیا کرتہ سائل کو عطا فرما دیا۔ رخصتی کے وقت جبرئیل علیہ سلام آئے اور بارگاہ اقدس میں عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ نے آپکو سلام کہا اور مجھے ارشاد کیا کہ میں فاطمہ رضی اللہ عنہا کو سلام کروں اور انکے لئے جنتی لباسوں میں سے سندس اخضر کا ایک خاص لباس ہدیہ بھیجا ہے چنانچہ وہ جنتی لباس سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو پہنایا گیا۔ جب سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا اس جنتی لباس کو پہن کر یہودی عورتوں کے درمیان بیٹھیں تو اس لباس کا نور مشرق و مغرب میں چھا گیا۔ جب وہ نوران یہودی عورتوں کی آنکھوں پر پڑا تو انکے دل سے کفر نکل گیا اور وہ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کی شہادت دینے لگیں یعنی کلمہ پڑھ کر مسلمان ہو گئیں۔ (نزہۃ المجالس ج ۲ ص ۲۸۸)

سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی سیرت مبارکہ:

حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا اپنی سیرت کردار گفتار عادت وخصائل میں آنحضرت صلی اللہ علیہ والہٰ وسلم سے مشابہہ تھیں۔ آپ رضی اللہ عنہا زہد و زاغ میں اپنی مثال آپ تھیں۔ ایک روز نبی کریم ﷺ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے گھر تشریف لائے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے اونٹ کے بالوں کا بنایا ہوا ایک موٹا لباس زیب تن فرمایا ہوا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی چشمان مبارک سے آنسو نکل آئے اور ارشاد فرمایا کہ فاطمہ آج دنیا کی تنگی اور سختی کے وقت تم صابر رہو۔ تاکہ کل قیامت کے دن تمہیں جنت کی نعمتوں کا حصول ہو۔ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نہایت صابر

شاکر قانع خاتون تھیں سخت قسم کے مصائب اور مشکلات کا سامنا صبر و استقلال سے فرماتیں اور کبھی کوئی شکوہ زبان پر نہ لاتیں آپ رضی اللہ عنہا کی خانگی زندگی پر ایک نظر ڈالیں تو معلوم ہوگا کہ آپ رضی اللہ عنہا نے بے مثال زاہدانہ زندگی بسر فرمائی آپ رضی اللہ عنہا کے چکی پیستے پیستے ہاتھوں پر چھالے پڑ جاتے گھر کی صفائی ستھرائی کھانا پکانے اور دیگر کام کاج کے دوران کپڑے میلے ہوجاتے لیکن آپ صبر و شکر کے ساتھ راضی بہ رضا ہو کر گھر کے کام کاج میں مگن رہتیں ۔ایک دفعہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہ کے پاس تشریف لائے تو دیکھا کہ انہوں نے غربت و ناداری کے سبب اسقدر چھوٹا دوپٹہ اوڑھا ہوا ہے کہ سر ڈھانکتی ہیں تو پاؤں کھل جاتے ہیں اور پاؤں چھپاتی ہیں تو سر کھلا رہ جاتا ہے ۔سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے کئی کئی دن تک فاقے سے گزارے لیکن کبھی ماتھے پر بل نہیں ڈالے ۔ایک دن حضرت علی اور سیدہ فاطمہ آٹھ پہر سے بھوکے تھے اسی دوران میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کو کہیں سے مزدوری میں ایک درہم مل گیا رات ہو چکی تھی ایک درہم جو خرید کہ گھر پہنچے ۔سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے ان سے جو لے کر چکی میں پیسے روٹی پکائی اور حضرت علی رضی اللہ عنہا کے سامنے رکھ دی جب وہ کھا چکے تو خود کھانے بیٹھیں ۔حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے اس وقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک یاد آیا کہ" فاطمہ رضی اللہ عنہا دنیا کی بہترین عورت ہے" ۔روایت کیا گیا ہے کہ ایک دن نبی کریم ﷺ نے اپنا دست مبارک سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے سر پر رکھا اور دعا فرمائی" اے اللہ انھیں بھوک کی اذیت سے نجات دے

دے ۔سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے کا ارشاد ہے کہ اسکے بعد مجھے کبھی بھوک کا احساس نہ ہوا ۔(مدارج النبوۃ)

ایک دفعہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا مسجد نبوی میں تشریف لائیں اور روٹی کا ایک ٹکوا سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ کہاں سے آیا تو سیدہ نے جواب دیا بابا جان تھوڑے سے جو پیس کر روٹی پکائی تھی جب بچوں کو کھلا رہی تھیں خیال آیا آپ کو بھی تھوڑی سی کھلادوں ۔اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم یہ روٹی تیسرے وقت ملی ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے روٹی تناول فرمائی اور فرمایا اے میری لخت جگر چار وقت کے بعد یہ پہلا لقمہ ہے ۔سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا اکثر و بیشتر اسی حالت و کیفیت میں نظر آتیں کہ دو دو دن کے فاقے ہوتے اور بچوں کو گود میں لے کر چکی پیسا کرتیں اور دیگر گھریلو کام کاج میں مشغول ہوتیں ۔

سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا فقر و تنگدستی کے باوجود غنا کی دولت سے مالا مال تھیں یہی وجہ تھی کہ اس قدر مصائب جھیلنے اور مشکلات برداشت کرنے کے باوجود کبھی فقر و تنگدستی کا شکوہ نہ کیا اور بہ حسن و خوبی تمام مصیبتوں کا سامنا کرتی رہیں ۔ایک دفعہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا بیمار ہوگئیں تو نبی کریم ﷺ نے ایک معمر بزرگ صحابی عمران بن معین رضی اللہ عنہ کے ہمراہ آپ کے مزاج پرسی کے لئے تشریف لائے دروازے پر پہنچ کر اندر آنے کی اجازت طلب فرمائی اور فرمایا کہ میرے ساتھ عمران بن حصین رضی اللہ عنہ بھی ہیں سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا بابا جان میرے پاس ایک عبا کے سوا

کوئی دوسرا کپڑا نہیں کہ پردہ کروں چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی چادر مبارک اندر پھینک کر ارشاد فرمایا بیٹی اس سے پردہ کرلو اسکے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ اندر تشریف لے گئے۔

سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا بے حد عبادت گزار تھیں حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے اپنی ماں کو صبح سے شام تک عبادت کرنے اور رب عزوجل کے حضور گریہ وزاری کرتے دیکھا۔ والدہ محترمہ گھر کی مسجد کی محراب میں ساری ساری رات نماز میں لگی رہتیں حتیٰ کہ صبح ہو جاتی تھی اور میں نے انکو سنا ہے کہ مسلمانوں مردوں اور عورتوں کے لئے بہت دعائیں مانگا کرتی تھیں۔ (مدارج النبوت)

سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا بے حد ایثار پسند سخی کشادہ دست اور فیاض تھیں آپکے دروازے پر کوئی سائل آجاتا تو کبھی خالی ہاتھ نہ جاتا۔ ایک مرتبہ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ ایک اعرابی جو نیا نیا مسلمان ہوا تھا لیکن حد درجے غریب فقیر اور مسکین تھا ساتھ لئے اسکی خوراک کا بندوبست کرنے نکلے چند گھروں سے معلوم کیا لیکن وہاں سے کچھ نہ ملا چنانچہ حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا دروازہ کھٹکھٹایا آپ نے پوچھا کون ہے تو حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے فرمایا اے بنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم اس فقیر و مسکین کو کچھ کھانے کو دے دیں سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے ارشاد فرمایا اے سلمان رضی اللہ عنہ ہم سب کا آج تیسرے وقت کا فاقہ ہے یہاں تک کہ بچے بھی بھوکے سوئے ہیں لیکن سائل کو بھوکا نہ جانے دونگی چنانچہ اپنی چادر عنایت فرمائی اور فرمایا چادر شمعون

یہودی کے پاس لے جاؤ اور اسکے بدلے میں تھوڑا اناج اس سے لے آؤ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ اعرابی کو ساتھ لے کر یہودی کے پاس پہنچے اسے چادر دی اور تمام ماجرا کہہ سنایا یہودی سن کر بے ساختہ پکار اٹھا اے سلمان رضی اللہ عنہ خدا کی قسم یہ وہی لوگ ہیں جنکی خبر توریت میں دی گئی ہے تم گواہ رہنا کہ میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لایا اسکے بعد کچھ نمک اور سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی چادر حضرت سلمان رضی اللہ عنہا کو واپس کردی حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے پاس پہنچے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے اسی وقت اناج پیسا اعرابی کے لئے روٹی پکا کر حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کو دی انہوں نے کہا اسمیں سے کچھ بچوں کے لئے رکھ لیجئے تو آپ نے جواب دیا جو چیز اللہ کی راہ میں دے چکی وہ میرے بچوں کے لئے جائز نہیں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک دفعہ ساری رات مزدوری کی اور اجرت میں تھوڑے سے جو حاصل کئے اور گھر لے آئے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے ان کا ایک حصہ پیس کر کھانا تیار کیا عین کھانے کے وقت ایک مسکین نے دروازہ کھٹکھٹایا اور کہا میں بھوکا ہوں سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے سارا کھانا اسے دے دیا پھر باقی اناج کا کچھ حصہ پیس کر کھانا تیار کیا تو دروازے پر ایک یتیم نے آکر سوال کیا سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہ نے وہ کھانا بھی اسے دے دیا باقی اناج پیسا اور کھانا تیار کیا ہی تھا کہ ایک قیدی نے اللہ کی راہ میں کھانا مانگا تو سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے وہ تمام کھانا اسکے حوالے کردیا اور تمام اہل خانہ نے اس دن فاقہ کیا۔ اللہ تعالیٰ کو یہ ادا اسقدر

پسند آئی کہ ان سب کے لئے یہ آیت کریمہ نازل فرمائی۔

ترجمہ: اور وہ اللہ کی راہ میں مسکین، یتیم اور قیدی کو کھانا کھلاتے ہیں (الدھر)

ایک مرتبہ کسی نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا چالیس اونٹوں کی زکوۃ کیا ہو گی تو سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا تمہارے لئے صرف ایک اونٹ اور اگر میرے پاس چالیس اونٹ ہوتے تو میں سارے ہی اللہ کی راہ میں دے دوں۔ یہی نہیں بلکہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی فیاضی اور سخاوت ایثار کا ایک واقعہ اوپر مذکور ہو چکا کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کی شادی کے لئے نیا کرتہ بنوایا ایک سائل نے دروازے پر آکر پرانے کرتہ کا سوال کیا آپ رضی اللہ عنہا نے رب عزوجل کی خوشنودی کی خاطر اسے پرانے کرتے کے بجائے اپنا نیا کرتہ عنایت فرما دیا۔ اللہ عزوجل کو آپکا یہ ایثار فیاضی اسقدر پسند آئی کہ پھر آپکی شادی کے موقعہ پر جبرائیل علیہ سلام کے ذریعے جنتی لباس عنایت فرمایا۔ (نزہۃ المجالس)

ازدواجی زندگی:

گو کہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو بے شمار مصائب مشکلات، فقر و ناداری کا سامنا تھا مگر اسکے باوجود آپ رضی اللہ عنہا کی ازدواجی زندگی نہایت پرسکون اور خوشگوار تھی حضرت علی رضی اللہ عنہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے بے حد محبت کرتے اور انکا خیال رکھتے تھے اور سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا بھی اپنے شوہر حضرت علی رضی اللہ عنہ کی جی جان سے خدمت کرتیں ان سے بے حد محبت کرتیں اور انکے آرام کے لئے کوئی کسر نہ اٹھا رکھتیں

۔ایک دفعہ حضرت علی رضی اللہ عنہ گھر تشریف لائے اور کچھ کھانے کو مانگا تو سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے بتایا کہ آج تیسرا دن ہے اور گھر میں جو کا ایک دانہ نہیں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا اے فاطمہ تم نے مجھ سے ذکر کیوں نہ کیا تو سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے جواب دیا کہ میں سوال کر کے آپ کو شرمندہ نہیں کرنا چاہتی تھی ایک دن سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سخت بیمار تھیں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے انھیں اس حالت میں چکی پیتے دیکھا تو فرمایا اے رسول اللہ ﷺ کی بیٹی اتنی محنت نہ کیا کرو تھوڑی دیر آرام بھی کیا کرو کہیں زیادہ بیمار نہ ہو جاؤ تو فرمانے لگیں

"خدا کی عبادت اور آپ کی اطاعت مرض کا بہترین علاج ہے اگر ان میں سے کوئی بھی موت کا باعث بن جائے تو اس سے بڑھ کر میری خوش نصیبی کیا ہوگی"

حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی آپکے آرام کا بے حد خیال رکھتے اور آپکی تکلیف پر رنجیدہ ہو جایا کرتے تھے یہی وجہ تھی کہ ایک مرتبہ جبکہ مال غنیمت میں مسلمانوں کے پاس کچھ لونڈیاں آئیں تو سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا خیال آیا کہ چکی پیس پیس کر ہاتھوں میں چھالے پڑ گئے ہیں اور چولہا پھونکنے سے چہرے کا رنگ متاثر ہو گیا ہے گھر کے کام کاج سے سیدہ بہت تھک جاتی ہیں کیوں نہ خدمت کے لئے ایک کنیز رکھ لی جائے چنانچہ دونوں میاں بیوی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض گزار ہوئے اور ایک لونڈی کی درخواست کی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم جس چیز کے خواہشمند تھے اس سے بہتر ایک چیز میں تم کو بتاتا ہوں ہر نماز کے بعد ۱۰،۱۰ مرتبہ سبحان اللہ الحمد اللہ

اور اللہ اکبر پڑھا کرو اور سوتے وقت ۳۳ سبحان اللہ 33 بار الحمد اللہ زور ۳۴ بار اللہ اکبر پڑھ لیا کرو یہ عمل تمہارے لئے بہترین خادم ثابت ہوگا۔ (رواہ ابن سعد ابن حجر)

اسمیں کوئی شک نہیں کہ یہ عمل جو کہ تسبیح فاطمہ کے نام سے مشہور ہے تھکن دور کرنے کے لئے مجرب ہے۔ فقیر کا خود اس پر عمل ہے جسکے نتیجے میں تھکاوٹ دور ہو جاتی ہے اور صبح اٹھ کر تازگی و فرحت محسوس ہوتی ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی بے مثال محبت:

سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک دوسرے سے بے حد محبت کرتے تھے اور ایک دوسرے کی تکلیف پر مغموم وافسردہ ہو جایا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ مکہ معظمہ میں جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں مشغول تھے تو عقبہ بن ابی معیط نے دوران سجدہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی گردن مبارک پر اونٹ کی اوجھڑی ڈالی اور میں وہاں بیٹھ کر خوب مذاق اڑانے لگے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو جیسے ہی خبر ہوئی تو آپ رضی اللہ عنہا دوڑی دوڑی آئیں گو کہ اس وقت آپکی عمر پانچ یا چھ برس کی تھی لیکن جوش محبت میں آپ ﷺ کی گردن مبارک پر سے اوجھڑی کو اٹھا کر پھینکا اور عقبہ کو برا بھلا کہا۔ (بخاری ج ۱)

اسی طرح غزوہ احد میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم زخمی ہو گئے تو سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا دوسری صحابیات کے ساتھ میدان احد پہنچیں اور اپنے محترم پدر صلی اللہ علیہ وسلم کو اس حالت میں دیکھ کر رنجیدہ وغمزدہ ہوئیں بادیدہ گریاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زخموں

کو بار بار دھوتی تھیں لیکن جب خون نہیں رکا تو بل آخر کھجور کی چٹائی جلا کر زخم میں بھری جس سے خون تھم گیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے بے حد محبت فرمایا کرتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب کبھی سفر پر تشریف لے جاتے تو سب سے آخر میں حضرت میں فاطمہ رضی اللہ عنہ کے پاس سے ہوتے ہوئے جاتے اور جب سفر سے واپسی ہوتی تو سب سے پہلے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لاتے۔ جب کبھی سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوتیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہو جاتے انکی پیشانی چومتے اور اپنی نشست پر بیٹھنے کی جگہ عطا فرماتے اور بعض اوقات آپ رضی اللہ عنہا کے لئے اپنی چادر بچھاتے اور سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو اس پر بٹھاتے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا پردہ فرمانے کا وقت قریب آیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی دلجوئی اور انکی پریشانی وغم رفع کرنے کے لئے ایک دن سید فاطمہ رضی اللہ عنہا سے ارشاد فرمایا۔

"میرے جانے کا وقت قریب آگیا ہے تم اہل بیت میں سے سب سے پہلے مجھے ملوگی اور تم جنت کی عورتوں کی سردار ہوگی"

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں میں سب سے زیادہ محبوب سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو رکھتے تھے (بودراج النبوت)

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ خدا کی قسم نبی پاک ﷺ کے نزدیک حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے محبوب تر میں نے کسی کو نہ دیکھا (مدارج النبوۃ)

فضائل ومناقب:

احادیث مبارکہ میں بے شمار مقامات پر سیدۃ النساء حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے بے شمار فضائل ومناقب بیان ہوئے ہیں۔ جیسا کہ مذکورہ بالا واقعہ سے معلوم ہوا کہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدہ فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا کے لئے ارشاد فرمایا۔

''تم جنت کی عورتوں کی سردار ہوگی''

اسی بناء آپ رضی اللہ عنہ سیدۃ النساء کے لقب سے بھی مشہور ہیں نبی کریم ﷺ نے ایک موقعہ پر ارشاد فرمایا۔

فاطمہ میرے گوشت کا ٹکڑا ہے جس نے اسے ناراض کیا اس نے مجھے غضبناک کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے اکثر فرمایا کرتے: اے فاطمہ تم تمہارا خاوند اور تمھاری اولاد میرے ساتھ جنت میں سب ایک جگہ ہونگے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

''اول شخص یدخل الجنة فاطمة بنت محمد ومثلها فی هذه الامة مثل مریم فی بنی اسرائیل''

اور (میرے بعد) سب سے پہلے جو ذات جنت میں داخل ہوگی وہ فاطمہ رضی اللہ عنہا بنت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہے اور اس امت میں انکی مثال ایسی ہے جیسے حضرت مریم کی مثال بنی اسرائیل میں ہے''

جیسا کہ اوپر گزر چکا کہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا وہ مبارک اور فضیلت والی ہستی

ہیں کہ اللہ عزوجل نے انکے نکاح کے موقعہ پر جبرائیل علیہ السلام کے ذریعے جنتی لباس بھیجا اور آپ رضی اللہ عنہا کو حضرت جبرائیل علیہ السلام نے بحکم الہی سلام عرض کیا۔

ایک موقع پر حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا میری بیٹی میرے جسم کا ٹکڑا ہے جس بات سے اسے اذیت پہنچتی ہے وہ میرے لئے بھی باعث تکلیف واذیت ہے۔ (مسلم شریف)

حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا شمار ان برگزیدہ خواتین میں ہوتا ہے جو دنیا کی تمام عورتوں پر فضیلت وبزرگی رکھتی ہیں جیسا کہ حدیث مبارکہ میں ارشاد ہوا۔

''تمہاری تقلید کے لئے تمام دنیا کی عورتوں میں مریم خدیجہ آسیہ اور فاطمہ رضی اللہ عنہم کافی ہیں''

(ترمذی کتاب المناقب)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے فاطمہ رضی اللہ عنہا سے زیادہ صاف گو کسی کو نہیں دیکھا''

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا فاطمہ رضی اللہ عنہا دنیا کی بہترین عورت ہے۔

سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا اور انکے شوہر حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور فرزندان سعید کی شان میں آیت تطہیر نازل ہوئی سورۃ الدھر میں اللہ عزوجل نے ارشاد فرمایا ''اور وہ اللہ کی راہ میں مسکین یتیم اور قیدی کو کھانا کھلاتے ہیں'' آپ رضی اللہ عنہا کے نام فاطمہ کا

سبب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اور آپ سے محبت رکھنے والے تمام مسلمانوں کو دوزخ کی آگ سے محفوظ رکھا ہے۔اور آپ رضی اللہ عنہا کا نام بتول اسلئے ہے کہ آپ اپنے زمانہ کی تمام عورتوں سے بلحاظ دین اور حسن و جمال منفرد تھیں۔اور آپ کا نام زہرا ہونے کی وجہ یہ ہے کہ آپ رضی اللہ عنہا زہرت بحت اور حسن و جمال میں کمال پر تھیں۔(مدارج النبوت)

حدیث میں سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی شان یوں بیان ہوئی۔اللہ تعالیٰ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے غضب سے غضب فرماتا ہے اور انکی رضا کے ساتھ راضی ہوتا ہے"۔(مدارج النبوت)

ایک مرتبہ حضور ﷺ اپنے جسم اطہر پر ایک اونی چادر لپیٹے ہوئے تھے آپ ﷺ نے سیدہ فاطمہ و حضرت علی، و حضرت حسن و حسین رضی اللہ عنہم کو اپنے روائے مبارک میں داخل فرمایا اور فرمایا میں اس سے جنگ کروں گا جو ان سے جنگ کرے گا اور اس کے ساتھ صلح رکھوں گا جو ان سے صلح کرے گا(مدارج النبوۃ)

مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے لئے اللہ عزوجل سے دعا فرماتے یاالٰہی فاطمہ تیری بندی ہے اس سے راضی رہنا(مدارج النبوۃ)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادیوں میں صرف فاطمہ رضی اللہ عنہا کو یہ شرف حاصل ہے کہ ان سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نسل پاک جاری رہی۔

اولاد کرام:

سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے تین صاحبزادے اور تین صاحبزادیاں تولد ہوئیں صاحبزادوں کے نام ہیں۔

1) حضرت سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ

2) حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ

3) حضرت سیدنا محسن رضی اللہ عنہ (بچپن ہی میں وصال پا گئے)

سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی صاحبزادیوں کے نام یہ ہیں

1) سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا (یہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی نکاح میں آئیں)

2) سیدہ زینب رضی اللہ عنہا (یہ حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ کے نکاح میں آئیں)

3) سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا (یہ بچپن ہی میں وصال پا گئیں)

علم و فضل:

سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے ۱۸ احادیث منقول ہیں جنھیں بڑے بڑے جلیل القدر صحابہ کرام علیھم الرضوان نے آپ سے روایت کیا ہے ان صحابہ کرام میں حضرت علی ابن ابی طالب حضرت امام حسن حضرت امام حسین حضرت رضی اللہ عنہ حضرت انس بن مالک اور حضرت عائشہ صدیقہ حضرت سلمیٰ حضرت ام رافع و حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنھم شامل ہیں۔

وصال:

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا انتہائی غمگین اور افسردہ رہنے لگیں یہاں تک کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو ہنستے ہوئے نہیں دیکھا آپ ہر وقت دل گرفتہ رہنے لگیں یہاں تک کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے ۶ ماہ بعد ۳ رمضان المبارک ۱۱ھ کو رات کے وقت وصال فرما گئیں اور اسطرح اللہ کے محبوب دانائے غیوب صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ میرے بعد خاندان میں سب سے پہلے تم مجھ سے آ کر ملوگی حرف بہ حرف درست ثابت ہوا وصال کے وقت آپ رضی اللہ عنہا کی عمر مبارک ۲۹ سال تھی۔

وصال سے قبل سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا کو بلا کر فرمایا میرا جنازہ لے جاتے وقت اور تدفین کے وقت پردہ کا پورا لحاظ رکھنا کھلے جنازے میں عورتوں کی بے پردگی ہوتی ہے جس کو میں ناپسند کرتی ہوں اور غسل میں بھی سوائے اپنے اور میرے شوہر سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے کسی اور کو شریک مت کرنا اور تدفین کے وقت بھی زیادہ ہجوم نہ ہونے دینا۔

چنانچہ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ اے بنت رسول ﷺ میں نے حبش میں یہ طریقہ دیکھا ہے کہ جنازے پر درخت کی شاخیں باندھ کر ایک ڈولے کی صورت بنا لیتے ہیں اور اس پر پردہ ڈال دیتے ہیں یہ کہہ کر آپ نے خرمے چند شاخیں منگوائیں اور ان پر کپڑا تان دیا جس سے پردہ کی صورت پیدا ہوگئی سیدہ فاطمہ رضی اللہ

عنہا نے اس کو بے حد پسند فرمایا چنانچہ وصال کے بعد سیدہ رضی اللہ عنہا کا جنازہ اسی صورت میں اٹھایا گیا اور سیدہ رضی اللہ عنہا کی وصیت کے مطابق آپکو رات کے وقت ہی سپرد خاک کیا گیا اور جنازے میں زیادہ ہجوم نہ ہو سکا (اسد الغابہ ج ۵)

حضرت علی وحضرت عباس وحضرت فضل بن عباس نے قبر میں اتارا اور بقیع شریف میں سپرد خاک کر دیا۔ (خلاصۃ الوفا) بعض روایتوں کے مطابق آپ رضی اللہ عنہا آخری لمحات میں اللہ عزوجل کے حضور مناجات فرما رہی تھیں یا الٰہی میرے بابا جان صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے گناگاروں پر رحم فرما

(روضۃ الشہداء)

شیخ اسماعیل حقی اپنی تفسیر قرآن بنام روح البیان میں رقم طراز ہیں۔

''جیسا کہ روایت کیا گیا ہے کہ جب حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے پاس حضرت جبرائیل علیہ سلام روح قبض کرنے کے لئے حاضر ہوئے تو آپ رضی اللہ عنہا اس پر راضی نہ ہوئیں کہ ملک الموت میری روح قبض کریں پس اللہ تعالیٰ نے آپکی روح مبارکہ کو خود قبض فرمایا۔'' (تفسیر روح البیان ج ۸ ص 114)

نبی کریم ﷺ کے داماد

حضرت ابوالعاص بن ربیع رضی اللہ عنہ

ولادت ونام نسب:

حضرت ابوالعاص رضی اللہ عنہ کا نام مختلف روایات کے مطابق ہشم یا ہاشم تھا لیکن آپ اپنی کنیت ابوالعاص ہی سے زیادہ مقبول ہوئے آپ رضی اللہ عنہ قریش کے نہایت معزز خاندان بنو عبد شمس سے تعلق رکھتے تھے آپکا سلسلہ نسب یہ ہے ابوالعاص بن ربیع بن عبد العزیٰ بن عبد الشمس بن عبد مناف بن قصی عبد مناف پر آپکا سلسلہ نسب رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے جاملتا ہے آپکی والدہ کا نام حضرت ہالہ بنت خویلد رضی اللہ عنہ تھا اور آپ سیدہ خدیجۃ الکبریٰ عنہا کی حقیقی بہن تھیں اس رشتے سے حضرت ابوالعاص بن ربیع ام المومنین سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بھانجے تھے۔

نکاح:

بعثت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے کچھ عرصہ قبل حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی صاحبزادی سیدہ زنیب رضی اللہ تعالی عنہا کا نکاح حضرت ابوالعاص رضی اللہ عنہ سے کر دیا اس نکاح کا سبب ام المومنین سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کی خواہش اور اصرار تھا کیونکہ سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا اپنے بھانجے حضرت ابوالعاص رضی اللہ عنہ سے بہت محبت کرتی

تھیں اور انکو اپنا بیٹا سمجھتی تھیں چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوالعاص رضی اللہ عنہ کے اوصاف واخلاق کی عمدگی اور سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کی خواہش کو دیکھتے ہوئے یہ نکاح فرمایا۔

جنگ بدر:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دین کی دعوت دینی شروع کی تو ام المومنین سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہی حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے بھی اسلام قبول کرلیا جبکہ آپکے شوہر حضرت ابوالعاص رضی اللہ عنہ جوکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت حق کے موقع پر ایک تجارتی سفر کے سلسلے میں مکے سے باہر گئے ہوئے تھے فوراً مشرف بہ اسلام نہ ہو سکے البتہ دوران سفر آپ رضی اللہ عنہ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت مبارک کی خبریں مل چکی تھی۔

جب آپ رضی اللہ عنہ گھر واپس آئے تو حضرت زینب رضی اللہ عنہ نے آپکی سنی ہوئی خبروں کی تصدیق فرمادی ساتھ ہی حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے اپنے ایمان لے آنے کی خوشخبری بھی آپ کو سنادی یہ سن کر حضرت ابوالعاص رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ مجھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر کچھ شک وشبہ نہیں کچھ حکمتوں و مصلحتوں کے سبب ابھی میں اس راہ پر نہیں چل سکتا۔ادھر قریش مکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت حق کے خلاف اٹھ کھڑے ہوئے اور حضرت ابوالعاص رضی الہ عنہ پر زور ڈالنے لگے کہ وہ حضرت زینب رضی اللہ عنہ کو طلاق دے دیں اور قریش کی کسی دوسری لڑکی سے شادی کرلیں لیکن

حضرت ابولعاص رضی اللہ عنہ نے صاف انکار کر دیا اور اپنے آبائی مذہب پر ہونے کا باوجود سیدہ زینب رضی اللہ عنہا سے بے حد اچھا سلوک فرماتے تھے

2 ھ میں غزوہ بدر کے موقع پر مشرکین حضرت ابو العاص رضی اللہ عنہ کو بھی اپنے ساتھ لے گئے میدان بدر میں جب کافروں کو شکست ہوئی تو کفار قریش کو گرفتار کر لیا گیا اور حضرت ابو العاص رضی اللہ عنہ کو ایک انصاری حضرت عبداللہ بن جبیر رضی اللہ عنہ نے لے لیا۔ جنگ بدر کے قیدی جب مدینہ منورہ لائے گئے تو یہ فیصلہ ہوا کہ میدان جنگ سے جزیہ لے کر انھیں رہا کر دیا جائے ۔حضرت ابو العاص رضی اللہ عنہ بھی قیدیوں میں شامل تھے اور انکے پاس فدیہ کی رقم نہ تھی اسلئے انہوں نے حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو فدیہ کی رقم بھیجنے کے لئے پیغام بھیجا۔ سیدہ زینب رضی اللہ عنہا نے فدیہ میں وہ ہار جو کہ نکاح کے موقعہ پر انکی والدہ ام المومنین حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے جہیز میں دیا تھا جسے سیدہ زینب رضی اللہ عنہا ہر وقت پہنے رہتی تھیں حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی خدمت اقدس میں بھیجا۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ ہار دیکھا تو آپکو ام المومنین سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا یاد آگئیں اور آپکی چشمان مبارک میں آنسو آگئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام سے فرمایا اگر تم رضامند ہو تو میں اپنی بیٹی کو اسکی ماں کی یادگار واپس کر دوں اور ابو العاص کو رہا کر دوں تو صحابہ کرام نے بخوشی سر تسلیم خم کر دیا اور یوں حضرت ابو العاص رضی اللہ عنہ کو بغیر فدیہ کے رہا کر دیا گیا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو العاص رضی اللہ عنہ سے عہد لیا کہ مکہ پہنچ کر وعدے کے مطابق حضرت زینب رضی اللہ

عنہا کو میرے پاس مدینہ منورہ بھیج دو گے حضرت ابو العاص رضی اللہ عنہ نے مکہ پہنچ کر وعدہ کے مطابق حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو اپنے چھوٹے بھائی کنانہ بن ربیع کے ساتھ مدینہ منورہ کی جانب روانہ کر دیا۔

قبول اسلام:

6 ھ میں حضرت ابو العاص رضی اللہ عنہ ایک تجارتی قافلے کے ہمراہ شام جا رہے تھے مقام عیص پر مسلمانوں کی ایک جماعت نے قافلے پر چھاپہ مارا اور تمام مال قبضہ میں لے لیا حضرت ابو العاص رضی اللہ عنہ سیدھا مدینہ منورہ پہنچے اور حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے پاس جا کر پناہ طلب کی حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے انھیں اپنی پناہ میں لے لیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب صبح کی نماز سے فارغ ہو کر گھر تشریف لائے تو حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے سفارش کی ابو العاص رضی اللہ عنہ کا مال انھیں واپس کر دیا جائے ۔

حضور رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام سے فرمایا تم میرے اور ابو العاص رضی اللہ عنہ کے رشتے سے واقف ہو اگر تم اسکا مال واپس کر دو گے تو تمہارا یہ احسان ہوگا اور میری خوشی کا باعث ہوگا اور اگر نہ دو گے تو یہ تمہارا حق ہے صحابہ کرام علیہم الرضوان نے خوشنودی رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی خاطر بخوشی حضرت ابو العاص رضی اللہ عنہ کو انکا تمام مال اسباب واپس کر دیا۔ حضرت ابو العاص رضی اللہ عنہ وہ مال لے کر مکہ مکرمہ پہنچے اور تمام لوگوں کو انکی امانتیں واپس کر دیں پھر اہل مکہ سے کہا کہ اے قریش

اب میرے ذمہ کسی کا مال یا امانت تو نہیں تمام اہل مکہ نے کہا نہیں تو حضرت ابو العاص رضی اللہ عنہ نے انکا جواب سن کر کہا تو سن لو کہ میں مسلمان ہو گیا ہوں خدا کی قسم اسلام قبول کرنے میں مجھے یہ امر مانع تھا کہ تم مجھے خائن نہ سمجھو یہ کہہ کر آپ نے کلمہ شہادت پڑھا اور اس کے بعد مدینہ منورہ آ گئے۔ وہاں پہنچ کر آپ رضی اللہ عنہ نے بارگاہ رسالت میں حاضر ہو کر باقاعدہ اسلام قبول کر لیا۔

اوصاف حمیدہ:

حضرت ابو العاص رضی اللہ عنہ انتہائی شریف النفس اور امانت دار تھے اپنی سمجھ بوجھ اور خوش معاملگی کی بدولت بڑے وسیع کاروبار کے مالک تھے اور آپکا شمار قریش کے صاحب ثروت لوگوں میں ہوتا تھا آپکے حسن معاملہ اور امانت داری پر لوگوں کو اسقدر اعتماد تھا کہ اپنی امانتیں آپکے پاس رکھوایا کرتے تھے۔ ابن اثیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابو العاص رضی اللہ عنہ بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح الامین کے لقب سے مشہور ہو گئے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے کہ حضرت ابو العاص رضی اللہ عنہ امین ہونے کے علاوہ بڑے دلیر اور بہادر بھی تھے اور اہل عرب نے انھیں انکی شجاعت کے سبب شیر حجاز کا لقب دے رکھا تھا۔ نبی کریم صلی الہ علیہ وسلم نے اپنی صاحبزادی سیدہ زینب رضی اللہ کا نکاح آپ سے آپکے اخلاق حمیدہ کے ہی سبب بخوشی فرمایا تھا۔

7 نبوی میں مشرکین نے جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپکے حامیوں اور بنی مطلب کو شعب ابی طالب میں محصور کر دیا اور کھانے پینے کی کوئی بھی چیز بھی شعب کے اندر لے جانے کی ممانعت کر دی اور تین سال تک یہ پابندیاں جاری رہیں تو ایسے میں مشرکین کی روک ٹوک اور پابندیوں کے باوجود حضرت ابو العاص رضی اللہ عنہ جان پر کھیل کر کھانے پینے کی چیزیں شعب کے اندر کبھی کبھی پہنچا دیا کرتے تھے۔ آپکی اس خدمت و بھلائی کو دیکھتے ہوئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان الفاظ میں تعریفی کلمات ادا فرمائے ”ابو العاص رضی اللہ عنہ نے ہماری دامادی کا حق ادا کر دیا۔“

سیدہ زینب رضی اللہ عنہا سے محبت:

حضرت ابو العاص رضی اللہ عنہ بنت رسول سیدہ زینب رضی اللہ عنہا سے بے حد محبت فرمایا کرتے تھے اور انکا بہت خیال رکھا کرتے تھے۔ قریش مکہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دعوت حق بلند کرنے پر جب حضرت ابو العاص رضی اللہ عنہ پر زور ڈالا کہ وہ سیدہ زینب بنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو طلاق دے دیں اور قریش کی جو لڑکی پسند کریں اس سے نکاح کر لیں تو آپ رضی اللہ عنہ نے صاف انکار کر دیا اور کہا خدا کی قسم زینب رضی اللہ عنہا کے عوض کسی بھی عورت کی مجھے ضرورت نہیں اور نہ میں زینب رضی اللہ عنہا کو اپنے سے جدا کر سکتا ہوں۔

یہی سبب تھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم انکے قبول اسلام سے پہلے بھی انکا تذکرہ ہمیشہ بھلائی کے ساتھ ہی کیا کرتے تھے۔ قبول اسلام سے قبل جبکہ سیدہ زینب

رضی اللہ عنہا اسلام قبول کر چکی تھیں اسکے باوجود حضرت ابو العاص رضی اللہ عنہ ان سے نہایت اچھا برتاؤ کرتے تھے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اسی سبب سے آپ رضی اللہ عنہ کا بہت لحاظ کیا کرتے تھے۔سیدہ زینب رضی اللہ عنہا ۹ھ میں وصال فرما گئیں حضرت ابو العاص رضی اللہ عنہ کو اس حادثہ کا بہت صدمہ تھا لیکن انہوں نے صبر واستقامت سے کام لیا۔حضرت سیدہ زینب رضی اللہ عنہا سے محبت ووفاداری کے ہی سبب آپ رضی اللہ عنہ نے سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کے وصال کے بعد کسی دوسری عورت سے نکاح نہیں کیا۔

اولاد:

حضرت ابو العاص رضی اللہ عنہ کے دو اولادیں سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کے بطن مبارک سے تولد ہوئیں۔

1) علی سبط   2) امامہ

وصال:

حافظ ابن عبد البر رحمۃ اللہ کی روایت کردہ تاریخ کے مطابق حضرت ابو العاص رضی اللہ عنہ نے ذی الحجہ ۱۳ھ میں وصال فرمایا جبکہ تاریخ ابن مندہ وال کمال کے مطابق حضرت ابو العاص رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں مسیلمہ کذاب کے خلاف یمامہ کی لڑائی میں جام شہادت نوش فرمایا۔

خلیفہ سوم

حضرت عثمان غنی ذوالنورین رضی اللہ عنہ

ولادت وسلسلہ نسب:

آپ رضی اللہ عنہ کا نام عثمان کنیت ابو عمر اور لقب ذوالنورین (دو نور والے) ہے آپ کا سلسلہ نسب یہ ہے کہ عثمان بن ابو العاص بن امیہ بن عبد مناف بن قصی بن کلاب بن مرہ بن لعب بن لوئی۔پانچویں پشت میں آپ کا سلسلہ نسب رسول اللہ ﷺ کے شجرہ نسب سے جا ملتا ہے آپ رضی اللہ عنہ کی نانی ام حکیم آپ ﷺ کی پھوپھی زاد بہن تھیں۔حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی ولادت عام الفیل کے چھ سال بعد ہوئی۔

لقب ذوالنورین:

ذوالنورین کے معنی ہیں دونور والے آپ رضی اللہ عنہ کو یہ لقب اس لئے حاصل ہوا کہ آپ کے نکاح میں سید الانبیاء ﷺ کی دو صاحبزادیاں یکے بعد دیگر نکاح میں آئیں اور یوں آپ رضی اللہ عنہ کو داماد رسول ﷺ بننے کا شرف ومرتبہ حاصل ہوا۔
امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی سنن میں لکھا ہے کہ عبد اللہ جعفی بیان فرماتے ہیں کہ مجھ سے میرے ماموں حسین جعفی نے دریافت فرمایا کہ تمہیں معلوم ہے کہ حضرت

عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا لقب ذوالنورین کیوں ہے؟ میں نے کہا نہیں تو انہوں نے فرمایا کہ حضرت آدم علیہ السلام سے لیکر قیامت تک حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے علاوہ کسی شخص کے نکاح میں کسی نبی کی دو صاحبزادیاں نہیں آئیں گی اس لئے آپ کو ذوالنورین کہتے ہیں۔

قبول اسلام:

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے آغاز اسلام ہی میں اسلام قبول کرلیا تھا آپ اسلام لانے والے چوتھے شخص تھے حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے آپ کو دعوت اسلام دی اور آپ ایمان لے آئے آپ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کے بعد اسلام قبول کیا۔ اسلام قبول کرنے کے سبب آپ رضی اللہ عنہ کو آپ کے چچا اور خاندان والوں نے بے حد ستایا ابن سعد محمد بن ابراہیم سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے جب اسلام قبول کیا تو آپ کا پورا خاندان بھڑک اٹھا یہاں تک کہ آپ کے چچا نے آپ کو رسی سے باندھ دیا اور کہا کہ جب تک تم اس نئے مذہب کو چھوڑ کر اپنے باپ دادا کے دین کو اختیار نہیں کرو گے ہم تمہیں نہیں چھوڑیں گے اور اسی طرح باندھ کر رکھیں گے یہ سن کر آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا خدا کی قسم میں مذہب اسلام کو کبھی نہیں چھوڑ سکتا میرے جسم کے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالو یہ ہوسکتا ہے مگر دل سے مذہب اسلام نکل جائے یہ کبھی نہیں ہوسکتا حکم بن ابی العاص نے جب آپ کا یہ عزم اور صبر و استقلال دیکھا تو مجبوراً آپ کو رہا کردیا

ہجرت:

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے دین اسلام کی خاطر دو مرتبہ ہجرت کی ایک دفعہ حبشہ کی طرف اور دوسری دفعہ مدینہ منورہ کی طرف اسی لئے آپ صاحب الہجرتین (دو ہجرتوں والے) کہلائے ہیں۔

نکاح:

قبل اعلان نبوت حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شادی نبی کریم ﷺ نے اپنی صاحبزادی حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا سے کی جو غزوہ بدر کے موقعہ پر بیمار تھیں اور جن کی تیمارداری کے باعث حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو حضور ﷺ نے غزوہ بدر میں شرکت سے منع فرمایا تھا لیکن چونکہ آپ کو بدر کے مال غنیمت سے حصہ عطا فرمایا گیا تھا اس لئے آپ کا شمار بھی اہل بدر میں کیا جاتا ہے۔ غزوہ بدر میں حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کو سپرد خاک کیا جارہا تھا ان کے انتقال کے فرما جانے کے بعد حضور ﷺ نے اپنی دوسری صاحبزادی حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا کا نکاح بھی حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے کردیا جن کا وصال سن 6 ہجری میں ہوا۔ اور اس طرح حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ ذوالنورین (دو نوروالے) کہلائے گئے۔

فضائل و مناقب:

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی ایک بہت بڑی فضیلت آپ رضی اللہ عنہ کا

داماد رسول ﷺ ہونا اور یہ فضیلت اس وجہ سے بھی ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ کا نکاح حضور ﷺ کی یکے بعد دیگرے دو صاحبزادیاں آپ رضی اللہ عنہ کے نکاح میں آئیں اور یہ فضیلت نہ کبھی کسی کے حصہ میں آئی اور نہ آئے گی یہی نہیں بلکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ میں نے حضور ﷺ کا یہ ارشاد سنا کہ آپ ﷺ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے فرما رہے تھے کہ اگر میری چالیس لڑکیاں بھی ہوتی تو یکے بعد دیگری میں ان سب کا نکاح اے عثمان تم سے کر دیتا یہاں تک کہ کوئی بھی باقی نہ رہتی۔

(تاریخ الخلفاء صفحہ 104)

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی فضیلت بیان کرنے والے مشہور احادیث میں سے ایک حدیث آپ کے حیا کرنے کے بارے میں بھی وارد ہوئی ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ایک روز رسول اللہ ﷺ اپنے گھر میں لیٹے ہوئے تھے اور آپ کی پنڈلی مبارک سے کپڑا ہٹا ہوا تھا اتنے میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ آئے اور انہوں نے اندر آنے کی اجازت چاہی حضور ﷺ نے انکو بلا لیا وہ اندر آ گئے مگر حضور ﷺ اسی طرح لیٹے رہے اور گفتگو فرماتے رہے اس کے بعد حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ بھی آ گئے حضور ﷺ نے انہیں بھی اندر آنے کی اجازت عطا فرمائی اور وہ بھی اندر آ گئے اور آپ ﷺ بدستور اسی طرح لیٹے رہے یعنی پنڈلی مبارک سے کپڑا ہٹا رہا پھر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ آئے اور اندر آنے کی اجازت

طلب فرمائی تو آپ ﷺ اٹھ کر بیٹھ گئے اور کپڑوں کو درست کر لیا اور اس کے بعد حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو اندر آنے کی اجازت عطا فرمائی۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب یہ لوگ چلے گئے تو میں نے حضور ﷺ سے دریافت کیا یا رسول اللہ ﷺ کیا وجہ ہے کہ میرے باپ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ آئے تو آپ بدستور اسی طرح لیٹے رہے لیکن جب حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ آئے تو آپ اٹھ کر بیٹھ گئے اور کپڑوں کو درست کر لیا۔ سرکار دو عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ کیا میں اس شخص سے حیا نہ کروں جس سے فرشتے بھی حیا کرتے ہیں۔

اس حدیث مبارکہ سے آپ کی فضیلت معلوم ہوئی کہ نہ صرف فرشتے بلکہ سید عالم ﷺ بھی آپ سے حیا فرمایا کرتے تھے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ نے مقام حدیبیہ میں بیعت رضوان کا حکم فرمایا اس وقت حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کے قاصد کی حیثیت سے مکہ معظمہ گئے ہوئے تھے لوگوں نے حضور ﷺ کے دست مبارک پر بیعت کی جب سب لوگ بیعت کر چکے تو حضور پر نور ﷺ نے اپنا ایک ہاتھ اپنے دوسرے ہاتھ پر رکھا یعنی حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی طرف سے خود بیعت فرمائی۔ (ترمذی شریف)

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی اس حدیث مبارکہ کے تحت فرماتے ہیں کہ

سرکار اقدس ﷺ نے اپنے دست مبارک کو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا ہاتھ قرار دیا اور یہ وہ فضیلت ہے جو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے ساتھ خاص ہے ان کے سوا اس فضیلت سے کوئی دوسرا اصحابی بھی مشرف نہ ہوا۔ (اشعۃ اللمعات)

جیسا کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا کہ بیعت رضوان کے موقع پر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی غیر موجودگی کے سبب حضور ﷺ نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی بیعت کے لئے اپنے داہنے دست مبارک کو اٹھایا اور فرمایا یہ عثمان کا ہاتھ ہے اور پھر اپنے اس ہاتھ کو دوسرے ہاتھ پر رکھ کر فرمایا یہ عثمان کی بیعت ہے (بخاری شریف)

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی فضیلت کی ایک وجہ آپ کا علم بھی ہے ابن سعد نے حضرت عبد الرحمن بن صائب رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ میں نے سوائے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے اصحاب رسول ﷺ میں سے کسی اور کے بارے میں نہیں سنا کہ وہ ان کی طرح صحت وعمدگی سے حدیث بیان کرتا ہو آپ رضی اللہ عنہ نے ایک سو چھیالیس احادیث روایت کی ہیں۔ محمد بن سیرین فرماتے ہیں کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ مناسک حج کے سب سے زیادہ جاننے والے تھے۔

بشارت:

حضرت مرہ بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ آئندہ زمانے میں ہونے والے فتنوں کا ذکر فرما رہے تھے کہ اتنے میں ایک

صاحب سر پر کپڑا ڈالے ہوئے ادھر سے گزرے تو حضور ﷺ نے فرمایا یہ شخص اس روز ہدایت پر ہوگا حضرت مرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ کے یہ الفاظ سن کر میں اٹھا اور اس شخص کی طرف گیا تو دیکھا کہ وہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔

(ترمذی شریف)

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ میں نے سنا کہ رسول اللہ ﷺ فرماتے تھے کہ خدا کے فرشتوں میں سے ایک فرشتہ میرے پاس حاضر تھا وہ کہتا تھا یہ شہید ہیں ان کی قوم ہی انہیں قتل کرے گی ہم ان سے حیا کرتے ہیں۔ (ابن عساکر)

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک روز نبی کریم ﷺ حضرت ابو بکر صدیق، حضرت عمر فاروق اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہم احد پہاڑ پر تھے کہ یکا یک وہ ہلنے لگا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اے احد ٹھہر جا تیرے اوپر ایک نبی ایک صدیق اور دو شہید ہیں۔ (بخاری ومسلم)

اس حدیث مبارکہ سے معلوم ہوا کہ حضور ﷺ نے پہلے ہی حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو شہادت کے مرتبہ کی خبر دے دی تھی اور آپ رضی اللہ عنہ اپنی شہادت کے منتظر تھے اسی لئے آپ کے حق میں یہ آیت کریمہ نازل ہوئی

تو ان میں سے کوئی وہ ہے جو اپنی عمر پوری کر چکا (جیسے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ وغیرہ) کہ یہ لوگ جہاد پر ثابت قدم رہے یہاں تک کہ جنگ احد میں شہید ہو گئے اور

ان میں سے کوئی وہ ہے جو (اپنی شہادت کا) انتظار کر رہا ہے (جیسے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ وغیرہ)

حضرت اسماعیل حقی رحمۃ اللہ علیہ اپنی تفسیر روح البیان میں فرماتے ہیں کہ مدینہ منورہ میں ایک منافق رہتا تھا اس کا درخت ایک انصاری پڑوسی کے مکان پر جھکا ہوا تھا جس کا پھل ان کے مکان میں گرتا تھا انصاری نے سرکار ﷺ سے اس بات کا ذکر کیا حضور پرنور ﷺ نے اس سے فرمایا کہ تم درخت انصاری کے ہاتھ بیچ دو اس کے بدلے تمہیں جنت کا درخت ملے گا (اس وقت اس منافق کا نفاق لوگوں پر ظاہر نہ ہوا تھا) منافق نے انکار کر دیا جب حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو معلوم ہوا کہ اس نے حضور ﷺ کی بات نہیں مانی تو آپ رضی اللہ عنہ نے پورا باغ اس منافق کو دے کر وہ درخت خرید لیا اور ان انصاری کو دے دیا چنانچہ آپ رضی اللہ عنہ کی تعریف اور اس منافق کی برائی میں یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔

''عنقریب نصیحت مانے گا جو ڈرتا ہے اور اس سے وہ بڑا بد بخت دور رہے گا جو سب سے بڑی آگ میں جائے گا۔''

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں مدینہ منورہ کے ایک باغ میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھا کہ ایک صاحب آئے اور اس باغ کا دروازہ کھولنے کو کہا نبی کریم ﷺ نے فرمایا دروازہ کھول دو اور ان مصیبتوں پر جو اس شخص کو پہنچیں گی جنت کی خوشخبری دو میں نے دروازہ کھولا تو دیکھا آنے

والے شخص حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ ہیں میں نے ان کو رسول اللہ ﷺ کے فرمان مبارک کے مطابق خوشخبری دی تو انہوں نے اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کی اور اس کا شکر ادا کیا اور فرمایا آنے والی مصیبتوں پر اللہ تعالیٰ سے مدد طلب کی جاتی ہے (بخاری ومسلم شریف)

جنگ تبوک کے موقع پر جب کہ مدینہ منورہ میں سخت قحط پڑا ہوا تھا اور مسلمان بہت زیادہ تنگی میں تھے یہاں تک کہ درخت کی پتیاں کھا کر گزارہ کر رہے تھے اس لئے اس جنگ کو لشکر جیش عسرہ یعنی تنگ دستی کا لشکر کہا جاتا ہے۔ چنانچہ ایسے سخت موقعہ پر دیگر روایات کے مطابق حضور پرنور ﷺ کی خدمت میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے ایک ہزار اونٹ ساز وسامان کے ساتھ پیش فرمائے اور ایک ہزار دینار چندہ بھی دیا تو حضور ﷺ نے خوش ہو کر دو مرتبہ ارشاد فرمایا آج کے بعد عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو ان کا کوئی عمل نقصان نہیں پہنچائے گا (یعنی حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا یہ عمل خیر اتنا مقبول ہے کہ اب اور نوافل ادا نہ بھی کریں تو بھی انکے درجات کی بلندی کے لئے یہ عمل کافی ہے اور اس مقبولیت کے سبب انہیں اب کوئی اندیشہ ضرر نہیں) (مشکوۃ شریف)

آپ کے اس عمل خیر کے سبب آپ کی تعریف میں یہ آیت مبارکہ نازل ہوئی۔

''جو لوگ اپنے مال کو اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں اور دین کے بعد نہ

احسان رکھتے ہیں اور نہ تکلیف دیتے ہیں تو ان کا اجر و ثواب ان کے رب کے پاس ہے اور نہ ان پر کوئی خوف طاری ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے (پارہ 3 ع 4)

جب سرکار مدینہ ﷺ ہجرت فرما کر مدینہ منورہ تشریف لے گئے تو اس زمانے میں وہاں بئر رومہ کے علاوہ کسی کنویں کا پانی میٹھا نہ تھا اور اس کنویں کا مالک ایک یہودی تھا جو اس کا پانی فروخت کیا کرتا تھا اور مسلمانوں کو سخت تکلیف کا سامنا تھا چنانچہ حضور پرنور ﷺ نے اس کنویں کو خرید کر مسلمانوں کیلئے وقف کرنے والے کیلئے جنت کی بشارت فرمائی چنانچہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے آدھا کنواں 12 ہزار درہم میں خرید کر مسلمانوں کیلئے وقف کر دیا اور طے یہ پایا کہ ایک روز مسلمان بھریں گے اور ایک دن یہودی مگر جب یہودی نے دیکھا کہ مسلمان ایک روز میں دو روز کیلئے پانی بھر لیتے ہیں اور میرا پانی خاطر خواہ نہیں بکتا تو پریشان ہو کر آدھا کنواں بھی حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ 8 ہزار درہم میں بیچ دیا یہ کنواں بئر عثمان کے نام سے مشہور ہے۔

حاکم نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے دو بار جنت خریدی ہے ایک بار تو بئر رومہ خرید کر اور دوسری بار جیش عسرہ (جنگ تبوک) کے لئے سامان دے کر۔

خلافت:

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنے وصال کے وقت چھ اشخاص کو

خلافت کے لئے نامزد فرمایا جن میں حضرت زبیر، حضرت عبدالرحمن بن عوف، حضرت سعد بن ابی وقاص، حضرت طلحہ، حضرت عثمان غنی، حضرت علی رضی اللہ تعالی عنہم شامل تھے۔ جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوگیا تو حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے لوگوں سے فرمایا کہ پہلے تین آدمی اپنا حق تین آدمیوں کو دیکر دستبردار ہو جائیں۔ تو لوگوں نے اس بات کی تائید کی اور حضرت زبیر حضرت علی کو، حضرت سعد بن ابی وقاص حضرت عبدالرحمن بن عوف کو اور حضرت طلحہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہم کو اپنا حق دیکر خلافت سے دستبردار ہو گئے اور حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں اپنے لئے خلافت تسلیم نہیں کرتا لہذا آپ رضی اللہ عنہ بھی خلافت سے دستبردار ہو گئے۔

اس اثناء میں لوگ حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کو یہی رائے دیتے رہے کہ خلافت حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو ملنی چاہیے بل آخر عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ بیعت کیلئے بیٹھے اور حمد و ثنا کے بعد فرمایا کہ لوگ عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے بیعت کے سوا کسی اور بیعت پر راضی نہیں۔ (ابن عساکر)

چنانچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بھی عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے بیعت کر لی اور تمام انصار و مہاجرین نے بھی ان سے بیعت کر لی۔

مسند احمد میں حضرت ابو وائل رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ میں نے حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا کہ آپ نے حضرت

علی رضی اللہ عنہ کو چھوڑ کر عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے کیوں بیعت کی؟ تو انہوں نے فرمایا کہ اس میں تیرا قصور نہیں میں نے پہلے حضرت علی رضی اللہ عنہ ہی سے کہا کہ میں کتاب اللہ، سنت رسول ﷺ اور حضرت ابو بکر و حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما کی سنت پر آپ سے بیعت کرتا ہوں تو انہوں نے فرمایا کہ میں اس کی استطاعت نہیں رکھتا اس کے بعد میں نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے اسی قسم کی گفتگو کی تو انہوں نے قبول کر لیا ۔(تاریخ الخلفاء)

مشہور تصنیف "غنیۃ الطالبین" میں بھی یہی روایت مذکور ہے۔ایک اور روایت میں بھی مذکور ہے کہ حضرت عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے تنہائی میں عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا کہ اگر میں آپ سے بیعت نہ کروں تو آپ مجھے کس سے بیعت کرنے کا مشورہ دیں گے؟ تو انہوں نے فرمایا کہ علی سے (رضی اللہ عنہ) پھر میں نے اسی طرح تنہائی میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کہا کہ اگر میں آپ سے بیعت نہ کروں تو آپ مجھے کس سے بیعت کرنے کا مشورہ دیں گے؟ تو انہوں نے فرمایا کہ حضرت عثمان غنی سے پھر حضرت عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے دیگر صحابہ کرام انصار و مہاجرین کی رائے معلوم کی تو اکثریت نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو نامزد کیا چنانچہ حضرت عبد الرحمن بن عوف نے عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے بیعت کر لی۔

دورِ خلافت:

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے بارہ سال تک امور خلافت انجام دیئے

آپ کے دور خلافت میں بے شمار فتوحات ہوئی اور اسلامی حکومت کی حدود میں توسیع ہوتی رہی افریقہ، روم، قبرص، جرجان، دارالحبہ اور اندلس (اسپین) وغیرہ فتح ہوئے اور بڑی مقدار میں مال غنیمت حاصل ہوا۔

اعلی حضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ تعالی علیہ فرماتے ہیں کہ منبر کے تین زینے تھے حضور ﷺ سب سے اوپر والے زینے پر خطبہ فرمایا کرتے تھے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے دوسرے پر خطبہ پڑھا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے تیسرے زینے پر خطبہ فرمایا جب حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا دور مبارک آیا تو اول زینے پر خطبہ پڑھا آپ رضی اللہ عنہ سے اس کا سبب پوچھا گیا تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا اگر میں دوسرے زینے پر پڑھتا تو لوگ گمان کرتے کہ میں صدیق اکبر کا ہمسر ہوں اور اگر تیسرے زینے پر پڑھتا تو وہم ہوتا کہ حضرت فاروق اعظم کا ہمسر ہوں لہذا وہاں پڑھا جہاں احتمال متصور ہی نہیں (فتاوی رضویہ جلد سوم صفحہ 700)

اس روایت سے معلوم ہوا کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو ہرگز یہ منظور نہ تھا کہ لوگ ان کو صدیق اکبر اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما کے برابر سمجھیں بلکہ وہ انہیں اپنے سے زیادہ افضل سمجھتے تھے اور جہاں تک حضور ﷺ کی ہمسری و برابری کا تعلق ہے تو صحابہ کرام رضوان اللہ تعالی علیہم اجمعین اس بات کا تصور بھی نہیں کر سکتے تھے کہ کوئی حضور ﷺ کے ہمسر و برابر ہو سکتا ہے یہی وجہ ہے کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ اپنے دور خلافت میں ہمیشہ سب سے اوپر والے زینے پر بیٹھ کر خطبہ پڑھا کرتے تھے کہ سب

سے اوپر بیٹھنے کے باوجود کوئی انہیں حضور ﷺ کے برابر نہیں سمجھ سکتا۔

حلیہ مبارک:

ابن عساکر روایت کرتے ہیں کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ درمیانہ قد کے خوبصورت شخصیت کے مالک تھے آپ کا رنگ سرخی مائل ریش مبارک گھنی تھی چوڑی ہڈی کے مالک تھے اور شانے پھیلے ہوئے تھے۔ پنڈلیاں بھری ہوئی تھیں ہاتھ لمبے تھے جن پر کافی بال تھے دانت بہت خوبصورت اور سونے کے تار سے بندھے ہوئے تھے۔ کنپٹیوں کے بال کانوں تک آتے تھے سر کے بال گھنگریالے تھے جن پر زرد رنگ کا خضاب لگاتے تھے۔ ابن عساکر حضرت عبداللہ بن حزم مازنی سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا کہ میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو دیکھا میں نے مردوں میں سے کسی کو ان سے زیادہ حسین وخوبصورت نہیں پایا۔ (تاریخ الخلفاء)

شہادت:

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے بارہ سال امور خلافت انجام دیئے شروع کے چھ برسوں میں آپ رضی اللہ عنہ اپنی نرمی، خوش اخلاقی اور مروت وسخاوت کے سبب عوام میں بے حد مقبول ومحبوب رہے لیکن آخری چھ برسوں میں بعض گورنروں کے سبب لوگوں کو آپ رضی اللہ عنہ سے شکایات پیدا ہوگئیں۔

آپ رضی اللہ عنہ نے عبداللہ بن ابی سرح کو مصر کا گورنر مقرر کیا لیکن ابھی عبد

اللہ کے تقرر کو دو سال ہی ہوئے تھے کہ مصر کے لوگوں کو ان سے شکایات پیدا ہو گئیں انہوں نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے اس سلسلے میں ذکر کیا اور عبداللہ بن ابی سرح کی زیادتیاں بیان کی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ لوگ مصر کے گورنر کی معذولی چاہتے ہیں آپ اس معاملے میں انصاف کیجئے اور عبداللہ بن ابی سرح کی جگہ کسی دوسرے گورنر کو مقرر فرمادیجئے چنانچہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے مصر کے لوگوں سے مشورہ کرکے حضرت محمد بن ابی بکر رضی اللہ عنہ کو مصر کا گورنر منتخب فرمادیا اور ان کے لئے پروانہ تقرری اور عبداللہ بن ابی سرح کے بارے میں معزولی کی تحریر لکھ دی۔ چنانچہ محمد بن ابی بکر مصر سے آئے ہوئے سات سو افراد اور کچھ انصار ومہاجرین کے ساتھ مصر کے لئے روانہ ہوگئے۔

ابھی یہ قافلہ راستے ہی میں تھا کہ اس کو ایک حبشی غلام، سانڈنی پر بیٹھا ہو انہایت تیزی کے ساتھ مصر کی طرف جاتا ہوا نظر آیا اس کی تیز رفتاری سے معلوم ہوتا تھا کہ یا تو یہ غلام اپنے مالک کا بھاگا ہوا ہے یا پھر کسی کا پیغام لے جارہا ہے چنانچہ قافلے والوں نے اسے پکڑ لیا اور اس سے پوچھا کہ تو کون ہے اور کہاں کا ارادہ ہے اس نے بتایا میں امیر المومنین حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا غلام ہوں پھر کہا نہیں مروان کا غلام ہوں ایک شخص نے اسے پہچان لیا اور بتایا کہ یہ امیر المومنین کا ہی غلام ہے محمد بن ابی بکر نے اس سے پوچھا کہ تمہیں کہاں بھیجا گیا ہے اس نے کہا کہ مجھے مصر کے گورنر عبداللہ بن ابی سرح کے پاس بھیجا گیا ہے پھر اس کی تلاشی لی گئی تو اس کے پاس سے ایک خط نکلا

جوحضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی طرف سے عبداللہ بن ابی سرح کو لکھا گیا تھا جس میں لکھا ہوا تھا کہ جب محمد بن ابی بکر لوگوں کے ساتھ تمہارے پاس پہنچیں تو ان کو کسی حیلے سے قتل کر دینا اور ان کے پاس موجود خط کو کالعدم قرار دے دو اور دوسرا حکمنامہ پہنچنے تک اپنے عہد پر برقرار رہو اس خط کو پڑھ کر سب قافلے والے حیران رہ گئے پھر محمد بن ابی بکر رضی اللہ عنہ قافلے کے ساتھ واپس مدینہ منورہ پہنچے اور سب کے سامنے وہ خط نکال کر پڑھوایا گیا جس پر سب لوگ سخت برہم ہوئے اور محمد بن ابی بکر رضی اللہ عنہ نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے مکان کو اپنے قبیلے بنو تمیم اور مصریوں کے ساتھ گھیرے میں لے لیا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے یہ صورتحال دیکھی تو دیگر صحابہ کرام کے ہمراہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے مکان پر تشریف لے گئے اور ان سے غلام کے متعلق اور خط کے متعلق دریافت کیا حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ بے شک یہ غلام اور اونٹنی میری ہی ہے مگر خدا کی قسم نہ میں نے اس خط کو لکھا اور نہ کسی سے لکھوایا ہے اور نہ غلام کے ذریعے یہ خط مصر بھیجا ہے جب حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے قسم کھا کر اپنی برات ظاہر فرمائی تو ہر شخص کو یقین ہو گیا کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ بے قصور ہیں ۔لوگوں نے تحریر کو دیکھ کر یہ خیال قائم کر لیا کہ یہ تحریر مروان کی ہے اور یہ شرارت اسی کی ہے ۔لہذا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے مطالبہ کیا کہ مروان کو ہمارے حوالے کر دیجئے لیکن حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے انکار کر دیا کیونکہ وہ جانتے تھے کہ لوگ اس

وقت غصہ میں ہیں اور یقیناً مروان کو قتل کریں گے جبکہ تحریر سے یقین کامل نہیں کہ یہ مروان ہی کی سازش ہے کیونکہ ایک تحریر دوسری تحریر کے مشابہ ہوتی ہے لہذا اسی اندیشے کے سبب آپ رضی اللہ عنہ نے مروان کو ان لوگوں کے حوالے نہ کیا۔

جب اکابر صحابہ کرام اپنے اپنے گھر چلے گئے تو بلوائیوں نے محاصرے میں سختی کر دی اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ پر پانی بھی بند کر دیا۔حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے دونوں صاحبزادوں حضرت امام حسن و حسین رضی اللہ عنہما سے فرمایا کہ تم دونوں اپنی اپنی تلواریں لے کر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے دروازے پر جاؤ اور پہرداروں کی طرح ہوشیار رہو اور خبردار کسی بلوائی کو اندر جانے نہ دینا چنانچہ وہ دونوں حضرت طلحہ ،حضرت زبیر اور دیگر صحابہ کرام کے فرزندان کے ہمراہ نہایت مستعدی سے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی حفاظت کرتے رہے۔

محمد بن ابو بکر رضی اللہ عنہ نے جب دیکھا کہ دروازہ پر سخت پہرا ہے اور اندر جانا مشکل ہے تو وہ اپنے دو ساتھیوں کے ہمراہ ایک انصاری کے مکان کی چھت پھاند کر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے مکان میں پہنچ گئے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے پاس آپ کی اہلیہ نائلہ رضی اللہ عنہ بیٹھی ہوئی تھیں سب سے پہلے محمد بن ابو بکر نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو پکڑ لیا جس پر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اگر تمہارے باپ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ تمہیں ایسی گستاخی کرتے ہوئے دیکھتے تو وہ کیا کہتے یہ بات سن کر محمد بن ابو بکر نے انہیں چھوڑ دیا لیکن اسی درمیان میں ان کے

دوساتھی آگئے جو امیر المومنین پر جھپٹ پڑے اور انہیں نہایت بے دردی سے شہید کر دیا بعض روایتوں میں آتا ہے کہ شہادت کے وقت حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ تلاوت قرآن پاک فرمارہے تھے جب تلوار لگی تو ..فسیکفیکھم اللہ.. پر خون کے چند قطرے پڑے اور آپ کی زوجہ حضرت نائلہ رضی اللہ عنہ نے تلوار کے وار کو جب اپنے ہاتھوں سے روکا تو آپ کی انگلیاں کٹ گئیں۔

جب حضرت علی رضی اللہ عنہ اور دیگر صحابہ کرام کو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شہادت کی خبر ملی تو سب بے حد رنجیدہ وملول ہوئے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی زوجہ حضرت نائلہ رضی اللہ عنہ سے دریافت فرمایا کہ امیر المومنین کو کس نے شہید کیا تو انہوں نے کہا کہ میں ان لوگوں کو نہیں جانتی البتہ ان کے ساتھ محمد بن ابو بکر تھے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے محمد بن ابو بکر کو بلا کر قتل کے بارے میں دریافت فرمایا تو انہوں نے کہا کہ حضرت نائلہ رضی اللہ عنہا سچ کہتی ہیں بے شک میں گھر کے اندر ضرور داخل ہوا تھا اور قتل کا ارادہ بھی کیا تھا لیکن جب انہوں نے میرے والد ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا تذکرہ کیا تو میں نے انہیں چھوڑ دیا اور ہٹ گیا میں اپنے اس فعل پر نادم وشرمندہ ہوں۔اور اللہ تعالیٰ سے توبہ واستغفار کرتا ہوں خدا کی قسم میں نے انہیں قتل نہیں کیا ابن عساکر نے حضرت کنانہ سے روایت کی ہے کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو جس نے شہید کیا وہ مصر کا رہنے والا تھا اس کی آنکھیں نیلی تھیں اور اس کا نام حمار تھا اور بعض مورخین نے آپ رضی اللہ عنہ کے قاتل کا نام اسود بتایا ہے۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے 35ھ ماہ ذوالحجہ میں شہادت پائی اس وقت آپ کی عمر مبارک 82 سال تھی آپ کی نماز جنازہ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے پڑھائی اور آپ رضی اللہ عنہ جنۃ البقیع میں مدفون ہوئے۔

حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ جب بلوائیوں نے محاصرہ سخت کر دیا تو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ چند مہاجرین کے ساتھ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے دولت خانے پر تشریف لائے اور کہنے لگے کہ یہ سب بلوائی جو آپ پر چڑھ آئے ہیں ہماری تلواروں سے مسلمان ہوئے ہیں اور جانتے ہیں کہ آپ کلمہ کی حرمت کا لحاظ رکھتے ہیں انہیں کچھ نہ کہیں گے اگر آپ حکم دیں تو ہم ان کو اس کی حقیقت معلوم کرادیں لیکن حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ خدا کی قسم ایسی بات نہ کہو صرف میری جان کی خاطر اسلام میں ہرگز پھوٹ نہ ڈالو۔اسی طرح حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے سارے غلام جو ایک فوج کے برابر تھے اپنے ہتھیار اور تمام جنگی اسباب سے لیس ہو کر آپ کے سامنے آئے اور بڑی بے چینی سے آپ سے کہنے لگے کہ اگر آپ حکم فرمائیں تو ہم مغروروں کو ان کے کام کا تماشہ دکھادیں یہ باتوں سے نہیں سمجھ سکتے کیونکہ یہ جانتے ہیں کہ آپ کلمہ کی حرمت کا لحاظ کرتے ہیں انہیں کچھ نہ کہیں گے لہذا یہ آپ کی اور دیگر صحابہ کرام کی باتوں کو ذرا برابر بھی اہمیت نہیں دیتے لہذا آپ ہمیں ان سے لڑنے کی اجازت عطا فرمایئے۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے غلاموں سے فرمایا کہ اگر تم لوگ میری رضا

خوشنودی چاہتے اور میری نعمت کا حق ادا کرنا چاہتے ہوں تو ہتھیار کھول دو اور تم میں سے جو کوئی غلام ہتھیار کھول دے میں نے اسے آزاد کر دیا خدا کی قسم خونریزی سے پہلے میرا قتل ہو جانا مجھے زیادہ محبوب ہے اس سے پہلے کہ میں خون ریزی کے بعد قتل کیا جاؤں۔ یعنی حضور ﷺ نے انہیں شہادت کی بشارت فرمائی تھی اور آپ رضی اللہ عنہ کو یقین تھا کہ ان کی شہادت برحق ہے اگر بلوائیوں سے جنگ بھی کی گئی تو بھی وہ ضرور شہید کئے جائیں گے لہذا لڑنے کا کوئی فائدہ نہیں (تحفہ اثنا عشریہ)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے ارشاد فرمایا کہ اے عثمان! اللہ تعالیٰ تجھ کو ایک قمیص پہنائے گا یعنی خلافت سے سرفراز فرمائے گا پھر اگر لوگ اس قمیض کے اتارنے کا تجھ سے مطالبہ کریں تو ان کی خواہش پر اس قمیض کو مت اتارنا یعنی خلافت کو نہ چھوڑنا اس لئے جس روز ان کو شہید کیا گیا انہوں نے حضرت ابو سہلہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ حضور ﷺ نے مجھ کو خلافت کے بارے میں وصیت فرمائی تھی اس لئے میں اس وصیت پر قائم ہوں اور جو کچھ مجھ پر بیت رہی ہے اس پر صبر کر رہا ہوں (ترمذی، ابن ماجہ)

اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ رسول مقبول ﷺ نے مستقبل میں ہونے والے فتنوں کا ذکر کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ یہ شخص اس فتنہ میں ظلم سے قتل کیا جائے گا یہ کہتے ہوئے آپ نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی طرف اشارہ کیا۔ (ترمذی)

ان کی شہادت کا واقعہ مشہور ہے اور یہ فتنہ اسلام میں ظہور پذیر ہونے والا سب سے پہلا فتنہ ہے۔ (مدارج النبوت)

ابن عساکر نے حضرت زید رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ میں نے سنا رسول اللہ ﷺ فرماتے تھے کہ خدا کے فرشتوں میں ایک فرشتہ میرے پاس حاضر تھا وہ کہتا تھا: "شهيد نقتله قومه فانا فسيجي منه" یہ شہید ہیں ان کی قوم ہی انہیں شہید کرے گی اور ہم ان سے حیا کرتے ہیں (ترمذی شریف) آپ رضی اللہ عنہ نے بروز جمعہ شہادت پائی اور شہادت کے وقت آپ کی عمر 82 برس تھی۔

کرامات

زناکار آنکھیں:

علامہ تاج الدین سبکی علیہ الرحمہ نے اپنی کتاب طبقات میں تحریر فرمایا کہ ایک شخص نے راستہ چلتے ہوئے ایک اجنبی عورت کو گھور گھور کر غلط نگاہوں سے دیکھا اس کے بعد یہ شخص حضرت امیر المومنین عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا اس شخص کو دیکھ کر حضرت امیر المومنین نے نہایت ہی پر جلال لہجہ میں فرمایا کہ تم لوگ ایسی حالت میں میرے سامنے آتے ہو کہ تمہاری آنکھوں میں زنا کے اثرات ہوتے ہیں۔ شخص مذکورہ نے (جل بھن کر) کہا کہ کیا رسول اللہ ﷺ کے بعد آپ وحی اترنے لگی ہے؟ آپ کو یہ کیسے معلوم ہوگیا کہ میری آنکھوں میں زنا کے اثرات ہیں۔؟

امیر المومنین نے ارشاد فرمایا کہ میرے اوپر وحی تو نہیں نازل ہوتی لیکن میں نے جو کچھ کہا ہے یہ بالکل ہی حق اور سچی بات ہے اور خداوند قدوس نے مجھے ایک ایسی فراست (نورانی بصیرت) عطا فرمائی ہے جس سے میں لوگوں کے دلوں کے حالات وخیالات کو معلوم کرلیا کرتا ہوں (حجۃ للہ علی العالمین ج 2۔ 862 وزالۃ الخلفاء مقصد۔ صفحہ 227)

گستاخی کی سزا:

حضرت ابوقلابہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں ملک شام کی سرزمین میں تھا تو

میں نے ایک شخص کو بار بار یہ صدا لگاتے ہوئے سنا کہ ہائے افسوس میرے لئے جہنم ہے میں اٹھ کر اس کے پاس گیا تو یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ اس شخص کے دونوں ہاتھ اور پاؤں کٹے ہوئے ہیں اور وہ دونوں آنکھوں سے اندھا ہے اور اپنے چہرے کے بل زمین پر اوندھا پڑا ہوا بار بار لگاتار یہی کہہ رہا ہے کہ ہائے افسوس میرے لئے جہنم ہے یہ منظر دیکھ کر مجھ سے رہا نہ گیا اور میں نے اس سے پوچھا کہ اے شخص تیرا کیا حال ہے ؟اور کیوں اور کس بنا پر تجھے اپنے جہنمی ہونے کا یقین ہے؟ یہ سن کر اس نے یہ کہا اے شخص میرا حال نہ پوچھ میں ان بدنصیب لوگوں میں سے ہوں جو امیر المومنین حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو قتل کرنے کے لئے ان کے مکان میں گھس پڑے تھے میں جب تلوار لے کر ان کے قریب پہنچا تو ان کی بیوی صاحبہ نے مجھے ڈانٹ کر شور مچانا شروع کردیا تو میں نے ان کی بیوی صاحبہ کو ایک تھپڑ مار دیا۔ یہ دیکھ کر امیر المومنین حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے یہ دعا مانگی کہ اللہ تعالی تیرے دونوں ہاتھ اور دونوں پاؤں کو کاٹ ڈالے اور تیری دونوں آنکھوں کو اندھی کردے اور تجھ کو جہنم میں جھونک دے۔ اے شخص میں ان کے پر جلال چہرے کو دیکھ کر اور ان کی اس قاہرانہ دعا کو سن کر لرز اٹھا اور میرے بدن کا ایک ایک رونگٹا کھڑا ہوگیا اور میں خوف و دہشت سے کانپتے ہوئے وہاں سے بھاگ نکلا۔

امیر المومنین کی چار دعاؤں میں سے تین دعاؤں کی زد میں تو آ چکا ہوں تم دیکھ رہے ہو کہ میرے دونوں ہاتھ اور دونوں پاؤں کٹ چکے اور دونوں آنکھیں اندھی ہو

چکیں اب صرف چوتھی دعا یعنی میرا جہنم میں داخل ہونا باقی رہ گیا ہے اور مجھے یقین ہے کہ یہ معاملہ بھی یقیناً ہو کر رہے گا۔ چنانچہ اب میں اسی کا انتظار کر رہا ہوں اور اپنے جرم کو بار بار یاد کر کے نادم و شرمسار ہوں اور اپنے جہنمی ہونے کا اقرار کرتا ہوں۔ (ازالۃ الخفاء مقصد 2272)

خواب میں پانی پی کر سیراب:

حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جن دنوں باغیوں نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے مکان کا محاصرہ کرلیا اور ان کے گھر میں پانی کی ایک بوند تک جانا بند کر دیا تھا اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ پیاس کی شدت سے تڑپتے رہتے تھے میں آپ کی ملاقات کے لئے حاضر ہوا تو آپ اس دن روزہ دار تھے۔ مجھ کو دیکھ کر آپ نے فرمایا کہ اے عبداللہ بن سلام! آج میں حضور نبی اکرم ﷺ کے دیدار پرانوار سے خواب میں مشرف ہوا تو آپ نے انتہائی مشفقانہ لہجے میں ارشاد فرمایا کہ اے عثمان ظالموں نے پانی بند کر کے تمہیں پیاس سے بے قرار کر دیا ہے؟ میں نے عرض کیا کہ جی ہاں تو فوراً ہی آپ نے دریچے میں ایک ڈول میرے طرف لٹکا دیا جو نہایت شیریں اور ٹھنڈے پانی سے بھرا ہوا تھا میں اس کو پی کر سیراب ہو گیا اور اب اس وقت بیداری کی حالت میں بھی اس پانی کی ٹھنڈک میں اپنی دونوں چھاتیوں اور دونوں کندھوں کے درمیان محسوس کرتا ہوں۔ پھر حضور اکرم ﷺ نے مجھ سے ارشاد فرمایا کہ اے عثمان اگر تمہاری خواہش ہو تو ان باغیوں کے مقابلے میں تمہاری امداد

ونصرت کروں اور اگر تم چاہو تو ہمارے پاس آ کر روزہ افطار کرو اے عبداللہ بن سلام میں نے خوش ہو کر یہ عرض کر دیا کہ یا رسول اللہ ﷺ آپ کے دربار پرانوار میں حاضر ہو کر روزہ افطار کرنا یہ زندگی سے ہزاروں لاکھوں درجے زیادہ مجھے عزیز ہے۔ حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں اس کے بعد رخصت ہو کر چلا آیا اور اسی دن رات میں باغیوں نے آپ رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا۔ (البدایہ النہایہ جلد ۷ ص 182)

اپنے مدفن کی خبر:

حضرت امام مالک علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ امیر المومنین حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ ایک مرتبہ مدینہ منورہ کے قبرستان جنۃ البقیع کے اس حصہ میں تشریف لے گئے جو "حش کوکب" کہلاتا ہے تو آپ نے وہاں کھڑے ہو کر ایک جگہ یہ فرمایا کہ عنقریب یہاں ایک مرد صالح دفن کیا جائے گا چنانچہ اس کے بعد ہی آپ کی شہادت ہوگئی اور باغیوں نے آپ کے جنازہ مبارک کے ساتھ اس قدر ہلڑبازی کی کہ آپ کو نہ روضہ منورہ کے قریب دفن کیا جا سکا نہ جنت البقیع کے اس حصہ میں مدفون کئے جا سکے جو کبار صحابہ کا قبرستان تھا بلکہ سب سے دور الگ تھلگ حش کوکب میں آپ سپرد خاک کئے جا سکے جہاں کوئی سوچ بھی نہ سکتا تھا کہ یہاں امیر المومنین حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی قبر مبارک بنے گی کیونکہ اس وقت تک وہاں کوئی قبر تھی ہی نہیں۔ (ازالۃ الخفاء مقصد 2272)

شہادت کے بعد غیبی آواز:

حضرت عدی بن حاتم صحابی رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضرت امیر المومنین عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شہادت کے دن میں نے اپنے کانوں سے سنا کہ کوئی شخص بلند آواز سے یہ کہہ رہا تھا:

"ابشرابن عفان بروح وریحان ورب غیر غضبان ابشرابن عفان بغفران ورضوان"

(یعنی حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو راحت اور خوشبو کی بشارت دو اور نہ ناراض ہونے والے رب کی ملاقات کی خوشخبری سناؤ اور خدا کے غفران اور رضوان کی بھی بشارت دے دو) حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں اس آواز کو سن کر ادھر ادھر نظر دوڑانے لگا اور پیچھے مڑ کر بھی دیکھا مگر کوئی شخص نظر نہ آیا۔ (شواہد النبوۃ 158)

مدفن میں فرشتوں کا ہجوم:

روایت میں ہے کہ باغیوں کی ہلڑ بازیوں کے سبب تین دن تک آپ کی مقدس لاش بے گور وکفن پڑی رہی پھر چند جانثاروں نے رات کی تاریکی میں آپ کے جنازہ مبارکہ کو اٹھا کر جنت البقیع میں پہنچا دیا اور آپ کی مقدس قبر کھودنے لگے۔ اچانک ان لوگوں نے دیکھا کہ سواروں کی ایک بڑی جماعت ان کے پیچھے پیچھے

جنت البقیع میں داخل ہوئی ان سواروں کو دیکھ کر لوگوں پر ایسا خوف طاری ہوا کہ کچھ لوگوں نے جنازہ مبارکہ کو چھوڑ کر بھاگ جانے کا ارادہ کر لیا یہ دیکھ کر سواروں نے با آواز بلند کہا کہ آپ لوگ ٹھہرے رہیں اور بالکل نہ ڈریں ہم لوگ بھی ان کی تدفین میں شرکت کے لئے یہاں حاضر ہوئے ہیں۔ یہ آواز سن کر لوگوں کا خوف دور ہو گیا اور اطمینان وسکون کے ساتھ لوگوں نے آپ کو دفن کیا قبرستان سے لوٹ کر ان صحابیوں نے قسم کھا کر لوگوں سے کہا کہ یقیناً یہ فرشتوں کی جماعت تھی۔ (شواہد النبوۃ 158)

گستاخ درندہ کے منہ میں:

منقول ہے کہ حجاج کا ایک قافلہ مدینہ منورہ پہنچا تمام اہل قافلہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے مزار مبارک پر زیارت کرنے اور فاتحہ خوانی کے لئے گئے لیکن ایک شخص جو آپ سے بغض وعناد رکھتا تھا توہین واہانت کے طور پر آپ کی زیارت کے لئے نہیں گیا اور لوگوں سے کہنے لگا کہ وہ بہت دور ہے اس لئے میں نہیں جاؤں گا۔

یہ قافلہ جب اپنے وطن کو واپس آنے لگا تو قافلہ کے تمام افراد خیر وعافیت کے ساتھ اپنے اپنے وطن پہنچ گئے لیکن وہ شخص جو آپ کی قبر انور کی زیارت کیلئے نہیں گیا تھا اس کا یہ انجام ہوا کہ درمیان راہ میں بیچ قافلہ کے اندر ایک درندہ جانور دوڑتا اور غراتا ہوا آیا اور اس شخص کو اپنے دانتوں سے دبوچ کر اور پنجوں سے پھاڑ کر ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا۔

یہ منظر دیکھ کر تمام اہل قافلہ نے یک زبان ہو کر یہ کہا کہ یہ حضرت عثمان غنی

رضی اللہ عنہ کی بے ادبی و بے حرمتی کا انجام ہے۔ (شواہد النبوۃ 158)

جاسوس اندھا ہو گیا:

ایک شخص آپ رضی اللہ عنہ کے پاس رہ کر جاسوسی کیا کرتا تھا اور آپ رضی اللہ عنہ کی خفیہ خبریں آپ کے مخالفین کو پہنچایا کرتا تھا آپ نے جب اس سے دریافت فرمایا تو وہ شخص قسمیں کھانے لگا اور اپنی برات ظاہر کرنے لگا آپ رضی اللہ عنہ نے جلال میں آ کر فرمایا کہ اگر تو جھوٹا ہے تو اللہ تعالی تیری آنکھوں کی روشنی چھین لے ایک ہفتہ بھی نہیں گزرا تھا کہ یہ شخص اندھا ہو گیا اور لوگ اس کو لاٹھی پکڑا کر چلانے لگے ۔(شواہد النبوت 167)

تمہاری موت کس طرح ہوگی:

ایک شخص آپ رضی اللہ عنہ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا تو آپ رضی اللہ عنہ نے اس کو حالات بتا کر یہ بتایا کہ تم کو فلاں جگہ کھجور کے درخت پر پھانسی دی جائے گی چنانچہ اس شخص کے بارے میں جو کچھ آپ نے فرمایا تھا وہ حرف بحرف درست نکلا اور اپ کی پیش گوئی پوری ہو کر رہی ۔۔ (شواہد النبوۃ 162)

تذکرہ خاندان نبوت ﷺ

خلیفہ چہارم

امیر المومنین حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ

نام و نسب:

خلیفہ چہارم امیر المومنین حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ کا نام علی بن ابی طالب اور کنیت اب والحسن اور ابوتراب ہے اپ کی کنیت ابوتراب حضور ﷺ نے فرمائی آپ سرکار دو عالم ﷺ کے چچا ابو طالب کے بیٹے یعنی حضور ﷺ کے چچا زاد بھائی ہیں آپ رضی اللہ عنہ کی والدہ کا نام حضرت فاطمہ بنت اسد بن ہاشم ہے اور یہ پہلی ہاشمی خاتون ہیں جنہوں نے اسلام قبول کیا اور ہجرت فرمائی۔

آپ کا سلسلہ نسب اس طرح ہے علی بن ابی طالب المعروف بہ عبد مناف بن عبد المطلب معروف بہ شیبہ بن ہاشم المعروف بہ عمر بن عبد مناف المعروف بہ مغیرہ بن قصی المعروف بہ زید بن کلاب مرہ بن لوی بن غالب بن فہر بن مالک بن نضر بن کنانہ۔ آپ رضی اللہ عنہ عام الفیل 13 رجب کو بروز جمعۃ المبارک خانہ کعبہ کے اندر پیدا ہوئے اس وقت حضور ﷺ کی عمر مبارک تقریبا 30 برس تھی۔

آپ رضی اللہ عنہ کی والدہ حضرت فاطمہ بنت اسد نے اپنے والد کے نام کے لحاظ سے آپ کا نام حیدر رکھا پھر بعد میں ابوطالب نے آپ رضی اللہ عنہ نام بدل کر علی رکھ

دیا۔ (مدارج النبوت)

جب قریش قحط میں مبتلا ہوئے تو آنحضرت ﷺ نے اپنے چچا ابو طالب پر عیال کا بوجھ ہلکا کرنے کے لئے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو گود لے لیا اور اسطرح حضور ﷺ کے سایہ رحمت میں آپ رضی اللہ عنہ نے ہوش سنبھالا آپ ﷺ کی عادات کریمہ سیکھیں اور اپنائیں اسی صحبت مبارکہ کا فیض تھا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ ہمیشہ سے ہی بت پرستی سے محفوظ رہے اور اسی لئے آپ کا لقب کرم اللہ وجہہ مشہور ہوا (بحوالہ تنزیہ المکانہ الحیدریہ) اس کے علاوہ بیضۃ البلد امین، شریف، ہادی، وغیرہ آپ کے القابات میں سے ہیں۔ (مدارج النبوت)

قبول اسلام:

حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نو عمر لوگوں میں سب سے پہلے اسلام لائے اس وقت آپ کی عمر دس برس تھی اور بعض روایات کے مطابق آٹھ اور نو برس تھی۔ (تاریخ الخلفا، تنزیہ المکانہ الحیدریہ)

حضرت ابو یعلی خود حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ نبی کریم ﷺ دو شنبہ کے روز مبعوث ہوئے اور دوسرے دن سہ شنبہ کو میں مسلمان ہوا صحیح روایت کے مطابق آپ صغر سن تھے بالغ ہونے سے پہلے اسلام لے آئے (مدارج النبوت)

محمد بن اسحٰق حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مشرف بہ اسلام ہونے کے واقعہ کی

تفصیل بیان کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ اور حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہ کو رات میں نماز پڑھتے ہوئے دیکھا جب آپ ﷺ اور ام المومنین نماز سے فارغ ہوئے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ سے پوچھا کہ آپ لوگ یہ کیا کر رہے ہیں تو حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا یہ اللہ تعالی کا ایسا دین ہے جس کو اس نے منتخب فرمایا ہے اور اس کی تبلیغ و اشاعت کے لئے اپنے رسول کو بھیجا ہے لہذا میں تم کو بھی اپنے معبود کی طرف لاتا ہوں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دل میں یہ سن کر ایمان راسخ ہو گیا اور دوسرے روز صبح ہوتے ہی حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور مشرف بہ اسلام ہو گئے۔

ہجرت:

کفار قریش نے رحمت عالم ﷺ کے قتل کی ناپاک سازش بنائی اور ایک رات حضور ﷺ کے سونے کا انتظار کرنے لگے تا کہ آپ ﷺ کو معاذ اللہ سوتے میں ہی قتل کر ڈالیں۔ لیکن اللہ تعالی نے اپنے محبوب ﷺ کو ہجرت کا حکم فرما دیا چنانچہ سرکار دو عالم ﷺ نے ہجرت کا ارادہ فرمایا اور اللہ عزوجل کے حکم کے مطابق مکہ معظمہ سے مدینہ منورہ ہجرت سے قبل حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو بلا کر فرمایا کہ اللہ عزوجل نے ہجرت کا حکم فرما دیا ہے لہذا میں آج رات مدینہ منورہ روانہ ہو جاؤں گا آج رات تم میرے بستر پر رہو تمہیں کوئی تکلیف نہ ہوگی قریش کی ساری امانتیں میرے پاس رکھی ہوئی ہیں وہ امانتیں ان کے مالکوں کے حوالے کر کے تم بھی مدینہ منورہ آ جانا۔

چنانچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے تعمیل نبوی ﷺ میں ذرا برابر بھی تامل نہ کیا حالانکہ آپ رضی اللہ عنہ جانتے تھے کہ آج کفار حضور ﷺ کو سونے کی حالت میں قتل کا ارادہ کر چکے ہیں اور آج اس بستر پر قاتل قتل کے ارادے سے آئیں گے لیکن حضور ﷺ کے اس جانثار کو اس بات کا یقین تھا کہ حضور ﷺ کا فرمایا ہوا کبھی غلط نہیں ہو سکتا اور چونکہ آپ ﷺ نے یہ ارشاد فرمایا ہے کہ تمہیں کوئی تکلیف نہ ہوگی قریش کی امانتیں دیکر تم بھی مدینے چلے آنا تو اس کا یقیناً مطلب یہی ہے کہ کفار قریش مجھے کوئی تکلیف نہ پہنچائیں گے میں زندہ رہوں گا اور مدینہ ضرور پہنچ جاؤں گا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا یہ یقین بالکل درست ثابت ہوا آپ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں رات بھر آرام سے سویا صبح اٹھ کر امانتیں ان کے مالکوں کے حوالے کیں کسی سے نہیں چھپا مکہ میں تین دن رہا اور امانتیں سونپ کر مدینہ منورہ کی طرف روانہ ہو گیا یہاں تک کہ راستے میں بھی کسی نے مجھ سے کوئی تعرض نہ کیا جب میں پہنچا تو اس وقت حضور ﷺ حضرت کلثوم رضی اللہ عنہا کے مکان میں تشریف فرما تھے چنانچہ میں بھی وہیں ٹھہر گیا۔

شیرِ خدا کی دلیری و بہادری:

حضرت علی رضی اللہ عنہ اپنی شجاعت و بہادری میں بے مثال و یکتا تھے آپ رضی اللہ عنہ سوائے غزوہ تبوک کے باقی تمام غزوات اور اسلامی لڑائیوں میں نہ صرف شریک ہوئے بلکہ اپنی شجاعت و دلیری کے وہ کارنامے دکھائے جو تاریخ اسلام میں

ہمیشہ کیلئے رقم ہو گئے اور آج بھی آپ کی اس دلیری و جوانمردی پر لوگ انگشت بدنداں ہیں۔

ابن عساکر نے جابر بن عبداللہ بن ابی رافع رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ جنگ خیبر کے موقع پر حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے قلعہ کا دروازہ اکھاڑ کر بہت دیر تک اپنے ہاتھوں پر رکھا اور اس سے ڈھال کا کام لیا پھر اسے اپنی پیٹھ پر اٹھا لیا اور لشکر اسلام اس دروازہ پر چڑھ کر قلعہ کے اندر داخل ہو گئے اور خیبر فتح کر لیا۔ اس کے بعد آپ رضی اللہ عنہ نے وہ دروازہ پھینک دیا جنگ سے فراغت کے بعد ہم 80 افراد نے ملکر اسے گھسیٹ کر دوسری جگہ ڈالنا چاہا لیکن وہ ہم سے نہیں ہلا ایک دوسری روایت کے مطابق چالیس افراد نے اسے گھسیٹ کر دوسری جگہ ڈال دیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی مقدس تلوار الذوالفقار کی مار سے کفار کے بڑے بڑے نامور بہادر سورما واصل جہنم ہوئے آپ کی شجاعت و دلیری قوت بازو اور رعب و دبدبے کے سکے آج بھی نا صرف عرب و عجم بلکہ دنیا کے گوشے گوشے میں بیٹھے ہوئے ہیں اور آپ کی جوانمردی اور بہادری کا چرچا شہرہ آفاق ہے۔

جنگ بدر میں لشکر کفار میں سے ولید بن عتبہ جسے اپنی بہادری پر بڑا ناز تھا اور جس کی دلیری کے ڈنکے بجتے تھے جب حضرت علی رضی اللہ عنہ کے سامنے غرور و تکبر سے گردن اکڑائے مقابلے کے لئے آیا اور آپ پر حملہ کیا تو شیر خدا رضی اللہ عنہ نے تھوڑی ہی دیر میں اسے مار گرایا اور اس کے غرور و گھمنڈ کو خاک میں ملا دیا۔

اسی طرح جنگ احد میں تن تنہا لشکر کفار میں گھس کر کفار پر ایسا حملہ کیا کہ کفار بھاگ کھڑے ہوئے جنگ احد کے ہی موقع پر لشکر کفار گروہ در گروہ حضور ﷺ پر حملہ آور ہوئے لیکن حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان سب کا مقابلہ کیا اور ان کے منہ پھیر دیئے اور کئی ایک کو واصل جہنم کر دیا اس جنگ احد میں آپ رضی اللہ عنہ کو سولہ کاری زخم آئے پھر حضرت جبرائیل علیہ السلام نے آ کر حضور ﷺ سے آپ کی بہادری کی تعریف کی تو حضور ﷺ نے فرمایا کہ علی مجھ سے ہے اور میں علی سے ہوں یعنی علی کو مجھے کمال قرب حاصل ہے یہ سن کر حضرت جبرائیل علیہ السلام نے عرض کی کہ اور میں آپ دونوں سے ہوں۔

جنگ خندق کے روز عمرو بن عبدود جو ایک ہزار سوار کے برابر مانا جاتا تھا ۔جب حضرت علی رضی اللہ عنہ کے سامنے آیا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف تلوار لیکر لپکا اور آپ رضی اللہ عنہ پر ایسا وار کیا کہ آپ نے ڈھال پر روکا تو تلوار نے اسے پھاڑ کر رکھ دیا یہاں تک کہ آپ کے سر مبارک پر لگی اور آپ کو زخمی کر دیا پھر شیر خدا رضی اللہ عنہ نے جوابی کاروائی کی اور اس کے کندھے پر ایسی تلوار ماری کہ وہ گر پڑا اور جہنم رسید ہو گیا ۔جنگ خیبر کے موقع پر میدان جنگ میں لشکر کفار کا سردار مرحب یہ رجز پڑھتا ہوا آپ رضی اللہ عنہ کے سامنے مقابلے کے لئے آیا۔

بے شک خیبر جانتا ہے کہ مرحب ہوں
ہتھیاروں سے لیس بہادر اور تجربہ کار ہوں

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس کے جواب میں یہ رجز پڑھا

میں وہ شخص ہوں کہ میری ماں نے میرا نام شیر رکھا ہے
میری صورت جھاڑیوں میں رہنے والے شیر کی طرح خوفناک ہے

اس کے بعد حضرت شیر خدا نے مرحب کے سر پر اتنی زور سے تلوار ماری کہ اس کے سر کو کاٹتی ہوئی دانتوں تک پہنچ گئی اور وہ زمین پر ڈھیر ہو گیا اس کے بعد آپ نے خیبر فتح کر لیا۔

فضائل ومناقب:

حضرت علی رضی اللہ عنہ بے شمار کمالات وصفات کے جامع تھے سب سے بڑی فضیلت تو یہ ہے کہ آپ داماد رسول ﷺ یعنی حضرت فاطمۃ الزہرہ رضی اللہ عنہا کے شوہر نامدار بھی ہیں حسنین کریمین کے والد بزرگوار بھی ہیں آپ کی دلیری ہمت وشجاعت کے سبب آپ کا لقب شیر خدا ہوا خانہ کعبہ کے اندر پیدا ہوئے اور حضور ﷺ کے زیر سایہ پروان چڑھے سب سے پہلے مشرف بہ اسلام ہوئے آپ رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کے چچا زاد بھائی ہونے کے ساتھ ساتھ عقد مواخاۃ میں بھی آپ ﷺ کے بھائی ہیں ۔جیسا کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے جب مدینہ منورہ میں اخوت وبھائی چارہ قائم کیا یعنی دو دو صحابہ کو بھائی بھائی بنایا تو آپ رضی اللہ عنہ روتے ہوئے بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئے اور عرض کی یا رسول اللہ ﷺ آپ نے سارے صحابہ کے درمیان اخوت قائم کی اور ایک صحابہ کو دوسرے صحابی کا بھائی بنایا مگر

مجھ کوکسی کا بھائی نہ بنایا میں یونہی رہ گیا تو سرکار اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"انت اخی فی الدنیا والآخرہ"

تم دنیا وآخرت دونوں میں میرے بھائی ہو (ترمذی)

جنگ احد کے موقعہ پر آپ کی بے مثال بہادری اور انتہائی دلیری کی حضرت جبرائیل علیہ السلام نے تعریف کی اور رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"بے شک علی مجھ سے ہیں اور میں علی سے ہوں اور جبرائیل علیہ السلام نے یہ سن کر عرض کی اور میں آپ دونوں سے ہوں۔ جنگ خیبر کے موقع پر سرکار دو عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میں یہ جھنڈا کل ایسے شخص کو دوں جس کے ہاتھ پر اللہ تعالی فتح عطا فرمائے گا وہ شخص اللہ و رسول کو دوست رکھتا ہے اور اللہ و رسول اسے دوست رکھتے ہیں اور دوسرے دن صبح آپ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو عنایت فرما کر گویا تصدیق فرمادی کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ ان خوش نصیب ہستیوں میں سے ہیں جو اللہ عزوجل اور اس کے رسول ﷺ کو دوست رکھتے ہیں اور اللہ و رسول انہیں دوست رکھتے ہیں۔

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ غزوہ تبوک کے موقع پر حضور ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو مدینہ منورہ میں رہنے کا حکم فرمایا اور اپنے ساتھ نہیں لیا تو انہوں نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ آپ مجھے یہاں عورتوں اور بچوں پر اپنا خلیفہ بنا کر چھوڑے جا رہے ہیں تو سرکار ﷺ نے فرمایا کیا تم اس پر راضی

نہیں کہ میں تمہیں اس طرح چھوڑے جاتا ہوں کہ جس طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام حضرت ہارون علیہ السلام کو چھوڑ گئے البتہ فرق صرف اتنا ہے کہ میرے بعد کوئی نبی نہ ہوگا یعنی جس طرح موسیٰ علیہ السلام نے کوہ طور پر جاتے ہوئے چالیس دن کے لئے اپنے بھائی ہارون علیہ السلام کو بنی اسرائیل پر اپنا خلیفہ بنایا اسی طرح جنگ تبوک کی روانگی کے وقت آپ ﷺ نے انہیں اپنا خلیفہ اور نائب فرمایا یعنہ جو مرتبہ موسیٰ علیہ السلام کے نزدیک ہارون علیہ السلام کا تھا وہی مرتبہ حضور ﷺ کے نزدیک حضرت علی رضی اللہ عنہ کا تھا (بخاری و مسلم)

طبرانی و بزار حضرت جابر رضی اللہ عنہ اور ترمذی میں حاکم حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا "میں علم کا شہر ہوں اور علی اسکا دروازہ ہے"

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا جس نے علی سے محبت کی اس نے مجھ سے محبت کی اور جس نے مجھ سے محبت کی اس نے اللہ تعالیٰ سے محبت کی جس نے علی سے دشمنی کی اس نے مجھ سے دشمنی کی اور جس نے مجھ سے دشمنی کی اس نے اللہ سے دشمنی کی (طبرانی)

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ سرکار اقدس ﷺ نے فرمایا منافق علی سے محبت نہیں کرتا اور مومن علی سے بغض و عداوت نہیں رکھتا (الترمذی)

ایک اور جگہ ارشاد فرمایا: "جس نے علی کو برا بھلا کہا تو تحقیق اس نے مجھ کو برا

بھلا کہا" مذکورہ بالا دونوں احادیث سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شان بیان فرمائی کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بغض وعداوت رکھنے والا منافق ہے اور ان کی شان میں گستاخی کرنے والا حضور ﷺ کی توہین کرنے والے کی طرح ہے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا میں جس کا مولی ہوں علی بھی اس کا مولی ہے پھر اللہ عزوجل کو مخاطب کرتے ہوئے ارشاد فرمایا یا الہ العالمین جو شخص علی سے محبت رکھے تو بھی اس محبت رکھ اور جو شخص علی سے عداوت رکھے تو بھی اس سے عداوت رکھ (تاریخ الخلفاء)

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا تمام لوگ مختلف درختوں کی شاخیں ہیں میں اور علی ایک ہی درخت سے ہیں۔

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ روایت ہے کہ جس وقت آیت مباہلہ نازل ہوئی تو رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا حضرت حسین رضی اللہ عنہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو بلا کر دعا کی یا الٰہی یہ میرے کنبہ کے لوگ ہیں تو ان سب سے محبت کر کیونکہ میں بھی ان سب سے محبت کرتا ہوں (صحیح مسلم)

امام احمد فرماتے ہیں کہ جتنی احادیث حضرت علی رضی اللہ عنہ کی فضیلت میں بیان ہیں کسی اور صحابی کی فضیلت میں بیان نہیں ہوئیں۔

علم و دانشوری:

ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں

کہ مدینہ منورہ میں فصل قضایا اور علم فرائض میں حضرت علی رضی اللہ عنہ ابن طالب سے زیادہ علم رکھنے والا کوئی نہ تھا۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ جب آپ کے سامنے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ذکر ہوا تو آپ نے فرمایا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے زیادہ علم سنت کا جاننے والا کوئی نہیں ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباس بن ابی ربیعہ کا بیان ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ میں علم کی قوت ، ارادے کی پختگی، مضبوطی اور استقلال موجود تھا۔ آپ احکام فقہ وسنت میں ماہر تھے۔ سرکار دوعالم ﷺ کی بہت سی احادیث کو آپ نے روایت کیا ہے آپ رضی اللہ عنہ علم وفقہ اور دیگر علوم اور اپنے فتویٰ وفیصلوں کے لحاظ سے بھی علماء صحابہ کرام علیہم الرضوان میں بہت بلند مقام رکھتے ہیں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم نے جب بھی آپ سے کسی مسئلہ کو دریافت کیا ہمیشہ درست ہی جواب پایا۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے زیادہ مسائل شریعہ کا جاننے والا کوئی اور نہیں ہے۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مدینہ منورہ میں علم وفرائض ومقدمات کے فیصلے کرنے میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے زیادہ علم رکھنے والا کوئی دوسرا نہیں تھا۔ حضرت سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور پرنور ﷺ کے اصحاب میں سوائے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے کوئی یہ کہنے والا نہیں تھا کہ جو کچھ پوچھنا ہو مجھے

سے پوچھ لو۔ حضرت سعید بن میسب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں جب مشکل مقدمات پیش ہوتے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ موجود نہ ہوتے تو آپ اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگا کرتے تھے کہ مقدمہ کا فیصلہ کہیں غلط نہ ہو جائے۔

(تاریخ الخلفاء)

خود حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے مجھے یمن کی جانب قاضی بنا کر بھیجنا چاہا تو میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ میں ابھی تجربہ کار نہیں ہوں معاملات طے کرنا نہیں جانتا یہ سن کر حضور ﷺ نے میرے سینے پر ہاتھ مارا اور فرمایا یا الہ العالمین اس کے قلب کو روشن فرما دے اور اس کی زبان میں تاثیر عطا کر دے قسم ہے اس ذات کی جو چھوٹے بیج سے بڑا درخت پیدا کرتا ہے اس دن کے بعد سے پھر کبھی مجھے کسی مقدمہ کے فیصلے میں کوئی تردد نہیں رہا اور بغیر کسی شک وشبہ کے میں نے ہر مقدمہ کا تصفیہ کر دیا۔

سبحان اللہ سرکار اقدس ﷺ کے دست مبارک اور زبان مبارک سے نکلی ہوئی دعا کا اعجاز و برکت ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ کے کئے ہوئے فیصلے و مقدمے اور آپ کی علم و دانشوری پر بڑے بڑے دانشور بھی حیران ہیں اور ایسے علم و حکمت و دانائی کی مثال روئے زمین پر کہیں نہیں ملتی۔

فتاوے و فیصلے:

درج ذیل میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے کئے گئے فیصلوں اور فتووں کی

جھلکیاں پیش کرنے کی سعادت حاصل کی جاتی ہے۔ جس سے آپ رضی اللہ عنہ کے علم و دانائی کا بخوبی اندازہ ہو جاتا ہے۔

1۔ روایت ہے کہ ایک یہودی کی داڑھی بہت مختصر تھی تھوڑی پر صرف چند گنتی کے بال تھے جبکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ دراز ریش مبارک کے مالک تھے ایک دن وہ یہودی حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کہنے لگا اے علی تمہارا یہ دعویٰ ہے کہ قرآن میں سارے علوم ہیں اور تم علم کا دروازہ ہو تو بتاؤ قرآن میں تمہاری داڑھی اور میری مختصر داڑھی کا بھی ذکر ہے؟

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہاں سورۃ الاعراف میں ارشاد ربانی ہے:

”جو اچھی زمین ہے اس کی ہریالی اللہ کے حکم سے خوب نکلتی ہے اور جو خراب ہے اس میں سے نکلتی مگر تھوڑی بمشکل“ (پارہ 8 رکوع 14)

سبحان اللہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کتنی خوبصورتی اور اپنے علم و دانائی سے یہ ثابت کر دیا کہ واقعی قرآن سارے علوم کا خزانہ ہے اور آپ کی اس دانائی سے یہ بھی ثابت ہوا کہ واقعی آپ کا علم بہت ہی وسیع تھا۔

2۔ حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ یمن کے ایک شخص نے اپنے غلام کو اپنے لڑکے کے ساتھ کوفہ بھیجا اتفاق سے راستے میں دونوں نے جھگڑا کیا لڑکے نے غلام کو مارا اور غلام نے لڑکے کو گالیاں دیں کوفہ پہنچ کر غلام نے دعویٰ کیا کہ یہ لڑکا میرا غلام ہے اور اسے بیچنا چاہا یہ مقدمہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی عدالت میں

پہنچا آپ نے خادم سے فرمایا کہ اس کمرہ کی دیوار میں دو بڑے بڑے سوراخ بناؤ اور ان لڑکوں سے کہو کہ اپنے سر ان سوراخوں سے باہر نکالیں جب یہ سب ہو گیا تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا فوراً غلام کا سر کاٹ دو اتنا سنتے ہی غلام نے فوراً اپنے سر اندر کھینچ لیا اور دوسرا نوجوان اپنی حالت پر قائم رہا اور یوں بغیر کسی شہادت وگواہی کے فیصلہ ہو گیا کہ آقا کون ہے اور غلام کون پھر آپ نے غلام کو سزا دی اور یمن بھیج دیا (عشرہ مبشرہ)

سبحان اللہ! آپ رضی اللہ عنہ کی بھرپور حکمت ودانائی اور نفسیاتی حربے کے سبب غلام نے خود ثابت کر دیا کہ وہ غلام ہے اور اس کا دعویٰ جھوٹا ہے۔

3۔ دو آدمی سفر میں سے ایک ساتھ کھانا کھانے کے لئے بیٹھے ان میں سے ایک کی پانچ روٹیاں تھیں اور دوسرے کی تین اتنے میں ایک شخص ادھر سے گزرا اس نے ان دونوں کو سلام کیا انہوں نے بھی اسے اپنے ساتھ کھانے میں شریک کر لیا اور تینوں نے ملکر وہ سب روٹیاں کھائیں، کھانے سے فارغ ہو کر اس تیسرے شخص نے آٹھ درہم دئے اور کہا کہ آپس میں بانٹ لینا جب شخص چلا گیا تو پانچ روٹی والے نے کہا کہ میں پانچ درہم لوں گا میرے پانچ روٹیاں تھیں۔ اور تم تین درہم لو کہ تمہاری تین روٹیاں تھیں تین روٹیوں والے نے کہا نہیں بلکہ آدھے درہم تمہارے ہیں اور آدھے درہم میرے ہیں اس لئے کہ ہم دونوں نے ملکر روٹیاں کھائیں ہیں لہٰذا دونوں کا حصہ برابر چار درہم ہوگا۔

جب دونوں میں معاملہ طے نہ ہوا تو اس جھگڑے کا فیصلہ کرانے کیلئے دونوں

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے سارا واقعہ سننے کے بعد تین روٹی والے سے کہا تمہارا ساتھی جو تین درہم تم کو دے رہا ہے لے لے ورنہ حساب سے تو تمہارا ایک ہی درہم ہوتا ہے اس نے کہا آپ ہمیں حساب سمجھا دیجئے تو میں ایک درہم ہی لے لوں گا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا غور سے سنو تمہاری آٹھ روٹیاں تھیں اور کھانے والے کل تین تھے اب ان آٹھ روٹیوں کے تین تین ٹکڑے کرو تو کل چوبیس ہوئے اب ان چوبیس ٹکڑوں کو تین کھانے والوں میں تقسیم کرو تو آٹھ آٹھ ٹکڑے سب کے حصے میں آئے یعنی آٹھ ٹکڑے تم نے کھائے آٹھ تمہارے ساتھی نے اور آٹھ اس تیسرے شخص نے تمہاری تین روٹیوں کے تین تین ٹکڑے کریں تو نو بنتے ہیں اور تمہارے ساتھی کی پانچ روٹیوں کے تین تین ٹکڑے کریں تو پندرہ ٹکڑے بنتے ہیں تو تم نے اپنے نو ٹکڑوں میں سے آٹھ ٹکڑے خود کھائے اور صرف ایک ٹکڑا بچا جو اس تیسرے شخص نے کھایا لہٰذا تمہارا صرف ایک درہم بنتا ہے اور تمہارے ساتھی نے اپنے پندرہ ٹکڑوں میں سے آٹھ خود کھائے اور اس کے سات ٹکڑے اس تیسرے شخص نے کھائے لہٰذا سات درہم اس کے ہوئے یہ فیصلہ سن کر تین درہم والا حیران رہ گیا اور مجبوراً اسے ایک درہم ہی لینا پڑا۔

4۔ حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ دو عورتیں ایک لڑکے کے متعلق جھگڑا کرتے ہوئے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس آئیں دونوں کا

کہنا تھا کہ یہ لڑکا ہمارا ہے آپ رضی اللہ عنہ نے پہلے تو دونوں کو سمجھایا مگر جب وہ جھگڑے سے باز نہ آئیں تو آپ رضی اللہ عنہ نے حکم دیا آرا لاؤ انہوں نے پوچھا آرا کس لئے آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اس لڑکے کے دو ٹکڑے کر کے دونوں کو آدھا آدھا دونگا۔ حقیقت میں جو اس لڑکے کی ماں تھی یہ سنکر بیقرار ہوگئی اس کے چہرے سے غمگینی ظاہر ہوئی اس نے نہایت عاجزی سے کہا اے امیر المومنین میں اس لڑکے کو نہیں لینا چاہتی یہ اسی عورت کا ہے آپ اسی کو دے دیجئے مگر اللہ کے واسطے اس کو قتل نہ کیجئے آپ رضی اللہ عنہ نے وہ لڑکا اس بیقرار عورت کو دے دیا اور جو عورت خاموش کھڑی تھی اس سے فرمایا کہ تمہیں شرم آنی چاہئے کہ تم نے جھوٹا بیان دیا پھر اس عورت نے اپنے جرم کا اعتراف کر لیا (عشرہ مبشرہ)

5۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں تین شخص آئے ان کے پاس سترہ اونٹ تھے ان لوگوں نے آپ رضی اللہ عنہ سے عرض کی کہ ان اونٹوں کو آپ ہمارے درمیان تقسیم فرما دیں ہم میں ایک شخص آدھے کا حصہ دار ہے دوسرا تہائی کا اور تیسرا نویں حصہ کا مگر شرط یہ ہے کہ پورے پورے اونٹ ہر شخص کو ملیں کاٹ کر تقسیم نہ کریں اور نہ کسی سے کچھ پیسہ دلائیں۔

اس وقت اس کی بارگاہ میں بڑے دانشور اور حکیم و دانا موجود تھے انہوں نے آپس میں کہا یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ پورے پورے اونٹ ہر شخص کو ملیں اور وہ کاٹے نہ جائیں اور نہ کسی سے کچھ پیسے دلائے جائیں اس لئے کہ جو شخص آدھے کا حصہ دار ہے اسے

سترہ میں سے ساڑھے آٹھ اور جو شخص تہائی کا حصہ دار ہے اسے 3.25 ملے گا اور جو شخص نویں حصہ کا حقدار ہے وہ بھی دو اونٹوں سے کم ہی حصہ پائے گا اسطرح تین اونٹ کو ذبح کئے بغیر اونٹوں کی تقسیم ان لوگوں کے درمیان ہرگز نہیں ہو سکتی۔

مگر حضرت علی رضی اللہ عنہ جیسے عقل و دانائی اور فہم وقت فیصلہ اپنی مثال آپ تھا آپ رضی اللہ عنہ نے بلا تامل فوراً ان کے اونٹوں کو ایک لائن میں کھڑا کر دیا اور اپنے خادم سے فرمایا ہمارا ایک اونٹ اسی لائن کے آخر میں میں کھڑا کر دو جب ان کے اونٹ کو ملا کر اٹھارہ اونٹ ہو گئے تو جو شخص آدھے حصہ کا حقدار تھا اسے انہوں نے اٹھارہ میں سے نو اونٹ دیئے تہائی حصے والے کو اٹھارہ میں سے چھ اور نویں حصہ کے حقدار کو اٹھارہ میں سے دو اونٹ دیئے اور اپنے اونٹ کو واپس اپنی جگہ بھجوا دیا اور اس طرح اپنے کمال علم اور حکمت و دانائی کے سبب نہ تو کوئی اونٹ کاٹا گیا اور نہ ہی کسی کو کوئی پیسہ دلوایا اور نہ ہی اپنا اونٹ کسی کو دیا اور سترہ اونٹو کو ان کی شرط کے مطابق تقسیم فرما دیا۔ سبحان اللہ

6۔ حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ ایک شخص نے مرتے وقت ایک دوست کو دس ہزار درہم دئے اور وصیت کی کہ تمہاری میرے لڑکے سے ملاقات ہو تو اس میں سے جو تم چاہو اس کو دے دینا۔ اتفاق سے کچھ روز بعد اس کا لڑکا آ گیا اس مقدمہ پر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس شخص سے پوچھا کہ بتاؤ تم مرحوم کے لڑکے کو کتنا دو گے؟ اس نے کہا ایک ہزار درہم آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا اب تم

اس کو نو ہزار دو اس لئے کہ جو تم نے چاہا وہ نو ہزار ہیں اور مرحوم نے وصیت کی تھی کہ جو تم چاہو وہ اس کو دے دینا (عشرہ مبشرہ)

7۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے سامنے ایک عورت پیش کی گئی کہ جسے زنا کا حمل تھا ثبوت شرعی کے بعد آپ رضی اللہ عنہ نے اسے سنگسار کرنے کا حکم فرمایا لیکن حضرت علی رضی اللہ عنہ نے یاد دلایا کہ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے کہ حاملہ عورت کو بچہ پیدا ہونے کے بعد سنگسار کیا جائے کیونکہ زنا کرنے والی عورت اگرچہ گناہ گار ہوتی ہے مگر اس کے پیٹ میں بچہ بے قصور ہوتا ہے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی یاد دہانی کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے موقف سے رجوع کرلیا اور فرمایا کہ: "اگر علی نہ ہوتے تو عمر ہلاک ہو جاتا علی کی موجودگی نے عمر کو ہلاکت سے بچالیا رضی اللہ عنہما"

خلافت:

حضرت علی رضی اللہ عنہ مسلمانوں کے چوتھے خلیفہ ہیں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد اہل مدینہ نے آپ کے ہاتھ پر بیعت کی جبکہ ایک جماعت (خوارج) نے آپ کا ساتھ چھوڑ دیا اور الگ ہوگئی اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت کا انکار کر کے "لا حکم الا اللہ" (سوائے اللہ کے کسی کا حکم نہیں) کا نعرہ بلند کیا اور آپ رضی اللہ عنہ سے جنگ لڑنے کے لئے ایک لشکر بھی تیار کیا چنانچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان کی سرکوبی کیلئے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی سرکردگی میں ایک لشکر روانہ کیا طرفین میں جنگ ہوئی خارجیوں کو شکست ہوئی کچھ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لشکر

میں شامل ہوگئے اور کچھ بدستور ڈٹے رہے اور بھاگ کر نہروان چلے گئے اور وہاں پہنچ کر لوٹ مار شروع کر دی بالآخر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے وہاں جا کر ان کو تہہ و تیغ کر دیا۔ (تاریخ الخلفاء)

حضرت علی رضی اللہ عنہ چار سال سات ماہ اور چھ یا بارہ دن خلیفہ رہے پانچواں سال آپ کے فرزند حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نے مکمل کیا۔

خارجیوں کی سازش اور آپ کی شہادت:

خارجیوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شہادت کی ناپاک سازش تیار کی اور پلان کے مطابق خارجی ابن ملجم کوفہ پہنچا وہاں موجود مزید خارجیوں سے مل کر ان کو اپنا ارادہ بتایا کہ وہ یہاں حضرت علی کو قتل کرنے کی نیت سے آیا ہے لہذا 17 رمضان کو وہ اپنی سازش کو عملی جامہ پہنائے گا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ 17 رمضان المبارک 40ھ کو علی الصبح بیدار ہوئے اور اپنے بڑے فرزند حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ آج رات میں نے خواب میں رسول اللہ ﷺ کی زیارت کی ہے میں نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ آپ کی امت نے میرے ساتھ کجروی اختیار کی ہے اور سخت نزاع برپا کر دیا ہے تو حضور ﷺ نے فرمایا تم ظالموں کے لئے دعا کرو تو میں نے دعا کہ یا الہ العالمین تو مجھے ان لوگوں سے بہتر لوگوں میں پہنچا دے اور میری جگہ ان لوگوں پر ایسا شخص مسلط کر دے جو مجھ سے بدتر ہو ابھی آپ خواب بیان فرما ہی رہے تھے کہ فجر کی اذان ہوگئی آپ رضی اللہ عنہ نماز پڑھانے

کے لئے گھر سے نکلے اور راستے میں لوگوں کو نماز کے لئے آواز دے کر جگاتے جاتے تھے کہ اتنے میں خارجی ابن بلجم آپ رضی اللہ عنہ کے سامنے آ گیا۔ اور اس نے اچانک تلوار کا ایک بھرپور وار کیا کہ آپ رضی اللہ عنہ کی پیشانی مبارک کنپٹی تک کٹ گئی اور تلوار دماغ پر جا لگی تلوار لگتے ہی آپ رضی اللہ عنہ نے بلند آواز میں فرمایا فزت برب الکعبہ 'رب کعبہ کی قسم میں کامیاب ہو گیا' آپ رضی اللہ عنہ کے زخمی ہوتے ہی چاروں طرف سے لوگ دوڑ پڑے اور قاتل کو گرفتار کر لیا مردود خارجی ابن بلجم کی تلوار کے وار سے آپ رضی اللہ عنہ زخمی ہو گئے اور دو دن بقید حیات رہے اور تیسرے دن جام شہادت نوش فرمایا بعض روایات کے مطابق آپ رضی اللہ عنہ 19 رمضان المبارک کی رات زخمی ہوئے اور 21 رمضان المبارک کی شب اتوار کے روز آپ رضی اللہ عنہ کی شہادت ہوئی۔

آپ رضی اللہ عنہ کے فرزند اکبر امام حسن رضی اللہ عنہ اور حضرت عبد اللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ نے آپ کو غسل دیا امام حسن نے نماز جنازہ پڑھائی اور آپ کو دارالامارت کوفہ میں رات کے وقت سپرد خاک کر دیا گیا۔

حضرت امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ ابو بکر بن عیاش کہتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی قبر شریف کو اس لئے ظاہر نہیں کیا گیا تھا کہ بدبخت خارجیوں کی طرف سے جسد خاکی کی بے حرمتی کا اندیشہ تھا جبکہ راوی کا کہنا ہے کہ امام حسن نے آپ کے جسد مبارک کو کوفہ سے مدینہ منورہ منتقل فرما دیا تھا بہر حال حضرت علی رضی اللہ عنہ کا روضہ

مبارک نجف میں موجود ہے شہادت کے وقت آپ کی عمر مبارک 63 برس تھی۔

وصیت:

حضرت عقبہ بن ابی صہبا سے روایت ہے کہ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ زخمی ہو گئے تو حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ روتے ہوئے آپ کی خدمت میں آئے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے انہیں تسلی دی اور فرمایا بیٹے میری چار باتوں کے ساتھ چار باتیں یاد رکھنا امام حسن رضی اللہ عنہ نے عرض کی فرمائے وہ کیا ہیں تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا:

1 سب سے بڑی تونگری عقل کی دانائی ہے

2 بے وقوفی سے زیادہ کوئی مفلسی اور تنگدستی نہیں

3 غرور گھمنڈ سب سے سخت وحشت ہے

4 سب سے عظیم خلق کرم ہے۔

حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ دوسری چار باتیں ارشاد فرمائیں تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا کہ

1 احمق کی محبت سے بچو اس لئے کہ نفع پہنچانے کا ارادہ کرتا ہے لیکن نقصان پہنچ جاتا ہے

2 جھوٹے شخص سے پرہیز کرو اس لئے کہ وہ دور کو نزدیک اور نزدیک کو دور کر دیتا ہے۔

3 بخیل سے دور رہو اس لئے کہ وہ تم سے ان چیزوں کو چھڑا دے گا جن کی تم کو حاجت ہے

4 فاجر سے کنارہ کشی کرو اس لئے کہ وہ تمہیں تھوڑی سی چیز کے بدلے میں فروخت کرڈالے گا (تاریخ الخلفاء)

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بے شمار ایسے حکیمانہ وعالمانہ اقوال مبارک ہیں جو ہر ایک کے لئے فائدہ مند وکارگر ہیں ان میں چند اقوال زریں پیش کرنے کی سعادت حاصل کی جاتی ہے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ:

- رنج ومصیبت بھی ایک مقام پر پہنچ کر ختم ہو جاتے ہیں اور جب کسی پر مصیبت آتی ہے تو وہ اپنی انتہا تک ضرور پہنچ کر رہتی ہے لہٰذا عقلمند کو چاہئے کہ جب اس پر کوئی مصیبت آ جائے تو اس کے دفع کی کوشش نہ کرے یہاں تک کہ اس کی مدت گزر جائے ورنہ اختتام مدت سے پہلے دافع کی تدابیر اپنے ساتھ اور مصیبتیں لے کر آتی ہے۔
- انصاف کرنے والے کو چاہئے کہ جو اپنے لئے کرے وہی دوسرے کے لئے بھی پسند کرے۔
- علم مال سے بہتر ہے علم تیری حفاظت کرتا ہے اور تو مال کی، علم حاکم ہے اور مال محکوم، علم خرچ کرنے سے بڑھتا ہے اور مال خرچ کرنے سے گھٹتا ہے۔
- بغیر طلب کے کچھ دینا سخاوت ہے اور مانگنے والے کو دینا بخشش ہے

- اپنا راز کسی پر ظاہر نہ کرو ہر خیر خواہ کے لئے کوئی خیر خواہ ہوتا ہے۔
- عالم وہی شخص ہے جو علم پر عمل بھی کرے اور اپنے عمل کو علم کے مطابق بنائے۔
- محبت دور کے لوگوں کو قریب اور عداوت قریب کے لوگوں کو دور کر دیتی ہے
- جاہلوں کی دوستی سے بچو کہ بہت سے لوگوں کو انہوں نے تباہ کر دیا ہے۔
- خوش اخلاقی بہترین دوست ہے اور ادب بہترین میراث ہے
- تقدیر وہ تاریک راستہ ہے جس پر چلنا ممکن نہیں۔
- تقدیر بہت گہرا سمندر ہے اس میں غوطہ نہ لگاؤ (اس میں داخل نہ ہو) کیونکہ مسئلہ قدر کا وجدان نہ پاسکو گے مسئلہ تقدیر پر ایک راز بھی ہے جو تم سے پوشیدہ رکھا گیا ہے اس کی وضاحت میں مت جاؤ۔
- کوئی شخص گناہ کے سوا کسی چیز سے خوفزدہ نہ ہو
- صرف اللہ عزوجل سے ہی امیدیں اور آرزوئیں رکھو
- کسی چیز کے سیکھنے میں شرم نہ کرو
- عالم کو کسی مسئلہ کے دریافت کرنے پر جبکہ وہ اس سے مکمل واقف نہ ہو یہ کہنے میں شرم محسوس نہیں کرنی چاہیے کہ میں اس مسئلہ سے واقف نہیں۔
- صبر اور ایمان مثل سر اور جسم جیسے ہیں جب صبر جاتا رہتا ہے تو ایمان رخصت ہو جاتا ہے گویا جب سر اڑ گیا تو جسم کی طاقت بالکل ختم ہو جاتی ہے

- جب رزق ملتا ہے تو عقل سے نہیں ملتا بلکہ یہ رزق تقدیر سے حاصل ہوتا ہے
- اگر دنیا غلبہ اور قوت بازو سے ملتی تو جابر باز چڑیوں کی روزی لے اڑتے اور چڑیاں محروم رہ جاتیں۔
- بہت سے دنیا کے لئے مصر میں دنیا ان کو نہیں ملتی اور بہت سے عاجز کوتاہی کے باوجود دنیا کو حاصل کر گئے۔
- جب حوادث زمانہ انتہا کو پہنچ جاتے ہیں تو اس کے بعد کشادگی جلد آتی ہے۔

حلیہ مبارک:

حضرت علی رضی اللہ عنہ فربہ جسم کے مالک تھے آپ کا پیٹ تناسب اعضاء کے اعتبار سے کسی قدر بڑا اور بھاری تھا اور پیٹ کے پیچھے سے جسم بھاری تھا مونڈھوں کے درمیان کا گوشت بھرا ہوا تھا آپ رضی اللہ عنہ درمیانہ قد مائل بہ پستی کے مالک تھے ریش مبارک گھنی اور دراز تھی جسم پر لمبے لمبے بال تھے جبکہ خود کے استعمال سے آپ کے سر کے بال اڑے ہوئے تھے آپ کا رنگ گندمی تھا۔

اولادِ کرام:

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی اولاد کرام جو حضرت فاطمۃ الزہرہ کے بطن مبارک سے تولد ہیں ان کے اسماء مبارک درج ذیل ہیں۔

• حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ

• حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ

• حضرت محسن رضی اللہ عنہ (بچپن میں ہی فوت ہو گئے)

• حضرت زینب کبری رضی اللہ عنہا

• حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا

• حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا (بچپن میں ہی فوت ہو گئیں)

• حضرت خولہ بنت جعفر بن قیس کے بطن مبارک سے حضرت محمد اکبر بن علی المعروف بن الحنفیہ تولد ہوئے۔

• حضرت علی رضی اللہ عنہ کی زوجہ حضرت لیلی بنت مسعود بن خالد کے بطن مبارک سے حضرت عبداللہ بن علی رضی اللہ عنہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ تولد ہوئے

• حضرت ام البنین بنت حزام بن خالد کے بطن مبارک سے حضرت عباس اکبر رضی اللہ عنہ حضرت جعفر رضی اللہ عنہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ تولد ہوئے۔

• حضرت ام ولد کے بطن سے

حضرت محمد اصغر رضی اللہ عنہ تولد ہوئے

• حضرت علی رضی اللہ عنہ کی زوجہ حضرت صہبا رضی اللہ عنہا کے بطن مبارک سے

حضرت عمر اکبر رضی اللہ عنہ تولد ہوئے

• حضرت رقیہ رضی اللہ عنہ تولد ہوئیں

• حضرت اسماء بن عمیس کے بطن مبارک سے

حضرت یحییٰ رضی اللہ عنہ

• حضرت عون رضی اللہ عنہ تولد ہوئے

• حضرت امامہ بنت ابو العاص رضی اللہ عنہ کے بطن مبارک سے

حضرت محمد اوسط رضی اللہ عنہ تولد ہوئے

حضرت ام سعید بن عروہ بن سعود الشقفی رضی اللہ عنہ کے بطن مبارک سے

• حضرت ام الحسن بنت علی رضی اللہ عنہ

• روائلہ کبری رضی اللہ عنہا تولد ہوئیں

کرامات حضرت علی رضی اللہ عنہ:

سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے بہت سے کرامتیں ظاہر ہوئیں جن سب کو احاطہ قلم میں لانا ممکن نہیں البتہ چند کرامتوں کا ذکر کرنے کی سعادت حاصل کی جاتی ہے۔

قبر والوں سے سوال وجواب:

حضرت سعید مسیب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہم لوگ امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ مدینہ منورہ کے قبرستان جنت البقیع میں گئے تو آپ نے قبروں کے سامنے کھڑے ہو کر باادب آواز بلند فرمایا کہ اے قبر والو! السلام علیکم ورحمۃ اللہ! کیا تم لوگ اپنی خبریں ہمیں سناؤ گے یا ہم تم لوگوں کو تمہاری خبریں سنائیں؟ اس کے جواب

میں قبروں کے اندر سے آواز آئی وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ اے امیر المومنین آپ ہی ہمیں یہ سنائیے کہ ہماری موت کے بعد ہمارے گھروں میں کیا کیا معاملات ہوئے؟ حضرت امیر المومنین نے فرمایا کہ اے قبر والو تمہارے بعد تمہارے گھروں کی خبر یہ ہے کہ تمہاری بیویوں نے دوسرے لوگوں سے نکاح کرلیا اور تمہارے دشمن آرام اور چین کے ساتھ زندگی بسر کر رہے ہیں اس کے جواب میں قبروں میں سے ایک مردہ کی یہ دردناک آواز آئی کہ اے امیر المومنین ہماری خبر یہ ہے کہ ہمارے کفن پرانے ہوکر پھٹ چکے ہیں اور جو کچھ ہم نے دنیا میں خرچ کیا تھا اس کو ہم نے یہاں پالیا ہے اور جو کچھ ہم دنیا میں چھوڑ آئے اس میں ہمیں گھاٹا ہی گھاٹا اٹھانا پڑا ہے۔

(حجۃ اللہ علی العالمین ج 2 ص 863)

فالج زدہ اچھا ہوگیا:

علامہ تاج الدین سبکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنی کتاب طبقات میں ذکر فرمایا ہے کہ ایک مرتبہ امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے دونوں شہزادگان حضرت امام حسن و امام حسین رضی اللہ عنہما کے ساتھ حرم کعبہ میں حاضر تھے کہ درمیانی رات میں ناگہاں یہ سنا کہ ایک شخص بہت ہی گڑگڑا کر اپنی حاجت کے لئے دعا مانگ رہا ہے اور زار زار رو رہا ہے آپ نے حکم فرمایا کہ اس شخص کو میرے پاس لاؤ وہ شخص اس حال میں حاضر خدمت ہوا کہ اس کے بدن کی ایک کروٹ فالج زدہ تھی اور وہ زمین پر گھسیٹتا ہوا آپ کے سامنے آیا آپ نے اس کا قصہ دریافت فرمایا تو اس نے عرض کیا کہ اے

امیر المومنین میں بہت ہی بے باکی کے ساتھ قسم قسم کے گناہ میں دن رات منہمک رہتا تھا اور میرا باپ جو بہت صالح اور پابند شریعت مسلمان تھا بار بار مجھے ٹوکتا اور گناہوں سے منع کرتا رہتا تھا میں نے ایک دن اپنے باپ کی نصیحت سے ناراض ہو کر اس کو مار دیا اور میری مار کھا کر میرا باپ رنج و غم میں ڈوبا ہوا حرم کعبہ آیا اور میرے لئے بد دعا کرنے لگا۔ ابھی اس کی دعا ختم بھی نہیں ہوئی تھی کہ بالکل ہی اچانک میری ایک کروٹ پر فالج کا اثر ہو گیا اور میں زمین پر گھسٹ کر چلنے لگا اس غیبی سزا سے مجھے بڑی عبرت حاصل ہوئی اور میں نے رو رو کر اپنے باپ سے اپنے جرم کی معافی طلب کی اور میرے باپ نے اپنی شفقت پدری سے مجبور ہو کر مجھے پر رحم کھایا اور مجھے معاف کر دیا اور کہا کہ بیٹا چل جہاں میں نے تیرے لئے بد دعا کی تھی اسی جگہ اب میں تیرے لئے صحت و سلامتی کی دعا مانگوں گا چنانچہ میں نے اپنے باپ کو اونٹنی پر سوار کر کے مکہ معظمہ لا رہا تھا کہ راستے میں بالکل ناگہاں اونٹنی ایک مقام پر بدک کر بھاگنے لگی اور میرا باپ اس کی پیٹھ سے گر کر دو چٹانوں کے درمیان ہلاک ہو گیا اور اب میں اکیلا ہی حرم کعبہ میں آ کر دن رات رو رو کر خدا تعالی سے اپنی تندرستی کے لئے دعائیں مانگتا رہتا ہوں امیر المومنین نے ساری سرگزشت سن کر فرمایا کہ اے شخص اگر واقعی تیرا باپ تجھ سے خوش ہو گیا تھا تو اطمینان رکھ کہ خدا کریم بھی تجھ سے خوش ہو گیا ہے اس نے کہا کہ اے امیر المومنین میں بحلف شرعی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میرا باپ مجھ سے خوش ہو گیا تھا امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس شخص کی حالت زار پر رحم کھا کر اس کو تسلی دی اور چند

رکعت نماز پڑھ کر اس کی تندرستی کے لئے دعا مانگی پھر فرمایا کہ اے شخص اٹھ کھڑا ہو جا یہ سن کر وہ بلا تکلف اٹھا کر کھڑا ہو گیا اور چلنے لگا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اگر تو نے قسم کھا کر یہ نہ کہا ہوتا کہ تیرا باپ تجھ سے خوش ہو گیا تھا تو میں ہر گز تیرے لئے دعا نہ کرتا۔ (حجۃ اللہ علی العالمین ج 2 ص 863)

گرتی ہوئی دیوار تھم گئی:

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ ایک مرتبہ امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ ایک دیوار کے سائے میں ایک مقدمہ کا فیصلہ سنانے کے لئے بیٹھ گئے درمیان مقدمہ میں لوگوں نے شور مچایا کہ اے امیر المومنین یہاں سے اٹھ جائیے یہ دیوار گر رہی ہے آپ نے نہایت سکون و اطمیان سے فرمایا کہ مقدمہ کی کارروائی جاری رکھو۔ اللہ تعالی بہترین حافظ و نگہبان ہے چنانچہ اطمینان کے ساتھ آپ رضی اللہ عنہ اس مقدمہ کا فیصلہ فرما کر جب وہاں سے چلے دیئے تو وہ دیوار فوراً ہی گر گئی۔

(ازالۃ الخلفاء مقصد 2732)

آپ کو جھوٹا کہنے والا اندھا ہو گیا:

امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ کوئی بات ارشاد فرمائی تو ایک بدنصیب نے نہایت ہی بیباکی کے ساتھ یہ کہہ دیا کہ اے امیر المومنین آپ جھوٹے ہیں آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اے شخص اگر میں سچا ہوں تو ضرور تو قہر الہی میں گرفتار

ہو جائے گا اس گستاخ نے کہہ دیا کہ آپ میرے لئے بددعا کر دیجئے مجھے اس کی پرواہ نہیں ہے اس کے منہ سے ان الفاظ کا نکلنا تھا کہ بالکل ہی اچانک وہ شخص دونوں آنکھوں سے اندھا ہو گیا اور ادھر ادھر ہاتھ پاؤں مارنے لگا۔ (ازالۃ الخلفاء مقصد 2 ص273)

کون کہاں مرے گا، کہاں دفن ہو گا؟:

حضرت اصبغ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں ہم لوگ ایک مرتبہ امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ سفر میں میدان کربلا کے اندر ٹھیک اس جگہ پہنچے جہاں آج حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی قبر انور بنی ہوئی ہے تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اس جگہ آئندہ زمانہ میں ایک آل رسول ﷺ کا قافلہ ٹھہرے گا اور اس جگہ ان کے اونٹ بندھے ہوئے ہوں گے اور اسی میدان میں جوانان اہل بیت کی شہادت ہو گی اور اسی جگہ ان شہیدوں کا مدفن بنے گا اور ان لوگوں پر آسمان و زمین روئیں گے۔

(ازالۃ الخلفاء مقصد 2 ص 273 بحوالہ الریاض النضرہ)

فرشتوں نے چکی چلائی:

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے مجھے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بلانے کے لئے ان کے مکان پر بھیجا تو میں نے وہاں یہ دیکھا کہ ان کے گھر میں چکی کے بغیر کسی چلانے والے کے خودبخود چل رہی ہے۔ جب میں

نے بارگاہ رسالت میں اس عجیب کرامت کا تذکرہ کیا تو حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اے ابوذر اللہ تعالیٰ کے کچھ فرشتے ایسے بھی ہیں جو زمین میں سیر کرتے رہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان فرشتوں کی یہ ڈیوٹی فرما دی ہے کہ وہ میری آل کی امداد واعانت کرتے رہیں۔ (ازالۃ الخلفاء مقصد 2 صفحہ 273)

میں کب وفات پاؤں گا:

حضرت فضالہ رضی اللہ عنہ ارشاد فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ بہت سخت بیمار ہو گئے تو میں اپنے والد کے ہمراہ انکی عیادت کیلئے گیا دوران گفتگو میرے والد نے عرض کیا اے امیر المومنین آپ اس وقت ایسی جگہ علالت کی حالت میں مقیم ہیں اگر اس جگہ آپ کی وفات ہو گئی تو قبیلہ جہینہ کے گنواروں کے سوا اور کون آپ کی تجہیز و تکفین کرے گا؟ اس لئے میری گزارش ہے کہ آپ مدینہ منورہ تشریف لے چلیں وہاں اگر یہ حادثہ رونما ہوا تو وہاں آپ کے جانثار مہاجرین اور انصار اور دوسرے مقدس صحابہ آپ کی نماز جنازہ پڑھیں گے اور یہ مقدس ہستیاں آپ کے کفن دفن کا انتظام کریں گی یہ سن کر آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اے فضالہ تم اطمینان رکھو کہ میں اس بیماری میں ہرگز وفات نہیں پاؤں گا سن لو اس وقت تک ہرگز ہرگز میری موت نہیں آسکتی جب تک کہ مجھے تلوار مار کر میری اس پیشانی اور داڑھی کو خون سے رنگین نہ کر دیا جائے۔ (ازالۃ الخلفاء مقصد 2 صفحہ 273)

درِ خیبر کا وزن:

جنگ خیبر میں جب گھمسان کی جنگ ہونے لگی اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ڈھال کٹ کر گر پڑی تو آپ نے جوش جہاد میں آگے بڑھ کر قلعہ خیبر کا پھاٹک اکھاڑ ڈالا اور اس کے ایک کواڑ کو ڈھال بنا کر اس پر دشمنوں کی تلواروں کو روکتے تھے یہ کواڑ اتنا بھاری اور وزنی تھا کہ جنگ کے خاتمے کے بعد چالیس آدمی مل کر بھی اس کو نہ اٹھا سکے۔ (زرقانی ص2ج230)

کٹا ہوا ہاتھ جوڑ دیا:

روایت ہے کہ ایک حبشی غلام جو امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ کا انتہائی مخلص محب تھا شامت اعمال سے اس نے ایک مرتبہ چوری کر لی۔ لوگوں نے اس کو پکڑ کر دربار خلافت میں پیش کر دیا اور غلام نے اپنے جرم کا اعتراف بھی کر لیا۔ امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس کا ہاتھ کاٹ دیا جب وہ اپنے گھر روانہ ہوا تو راستے میں حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ اور ابن الکراء سے اس کی ملاقات ہوگئی۔ ابن الکراء نے پوچھا کہ تمہارا ہاتھ کس نے کاٹا؟ تو غلام نے کہا امیر المومنین ویعسوب المسلمین، داماد رسول وزوج بتول نے۔ ابن الکراء نے کہا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے تمہارا ہاتھ کاٹ ڈالا۔ پھر بھی تم اتنے اعزاز واکرام اور مدح کے ساتھ ان کا نام لیتے ہو؟ غلام نے کہا کہ کیا ہوا؟ انہوں نے حق پر میرا ہاتھ کاٹا اور مجھے عذاب جہنم سے بچا لیا حضرت سلمان فارسی

رضی اللہ عنہ نے دونوں کی گفتگو سنی اور امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ سے تذکرہ کیا تو امیر المومنین نے غلام کو بلوا کر اس کا کٹا ہوا ہاتھ اس کی کلائی پر رکھ کر رومال سے چھپا دیا پھر کچھ پڑھنا شروع کر دیا اتنے میں ایک غیبی آواز آئی کہ رومال ہٹاؤ جب رومال ہٹایا تو غلام کا کٹا ہوا ہاتھ اسطرح کلائی سے جڑا ہوا تھا کہ کہیں کٹنے کا نشان نہیں تھا۔

(تفسیر کبیر جلد 5 ص 479)

شوہر عورت کا بیٹا نکلا:

امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ کے کاشانہ خلافت سے کچھ دور ایک مسجد کے پہلو میں دو میاں بیوی رات بھر جھگڑا کرتے رہے صبح کو امیر المومنین نے دونوں کو بلا کر جھگڑے کا سبب دریافت کیا شوہر نے عرض کیا اے امیر المومنین میں کیا کروں؟ نکاح کے بعد مجھے اس عورت سے بے انتہا نفرت ہوگئی ہے یہ دیکھ کر بیوی مجھ سے جھگڑا کرنے لگی پھر بات بڑھ گئی اور رات بھر لڑائی ہوتی رہی آپ رضی اللہ عنہ نے تمام حاضرین دربار کو باہر نکال دیا اور عورت سے فرمایا کہ دیکھ میں تجھ سے جو سوال کروں اس کا سچ سچ جواب دینا پھر آپ نے فرمایا اے عورت تیرا نام یہ ہے تیرے باپ کا نام یہ ہے عورت نے کہا پھر آپ نے فرمایا کہ اے عورت تو یاد کر تو زناکاری سے حاملہ ہوگئی تھی اور ایک مدت تک تو اور تیری ماں اس حمل کو چھپاتی رہی جب دردزہ شروع ہوا تو تیری ماں تجھے اس گھر سے باہر لے گئی اور جب بچہ پیدا ہوا تو اس کو ایک کپڑے میں لپیٹ کر تو نے میدان میں ڈال دیا۔ اتفاق سے ایک کتا اس بچے کے

پاس آیا تیری ماں نے اس کتے کو پتھر مارا لیکن وہ پتھر بچے کو لگا اور اس کا سر پھٹ گیا تیری ماں کو اس بچے پر رحم آ گیا اور اس نے بچے کے زخم پر پٹی باندھ دی پھر تم دونوں وہاں سے بھاگ کھڑی ہوئیں۔ اس کے بعد اس بچے کی تم دونوں کو خبر نہیں ملی کیا یہ واقعہ سچ ہے؟ عورت نے کہا کہ ہاں امیر المومنین یہ پورا واقعہ حرف بحرف صحیح ہے پھر آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اے مرد! تو اپنا سر کھول کر دکھا دے مرد نے سر کھولا تو زخم کا نشان موجود تھا اس کے بعد امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اے عورت یہ مرد تیرا شوہر نہیں ہے بلکہ تیرا بیٹا ہے تم دونوں اللہ کا شکر ادا کرو کہ اس نے تم دونوں کو حرام کاری سے بچا لیا ہے اب تو اپنے اس بیٹے کو لیکر اپنے گھر چلی جا۔

(شواہد النبوۃ 161)

ذرا دیر میں قرآن ختم کر لیتے:

یہ کرامت روایت صحیحہ سے ثابت ہے کہ آپ گھوڑے پر سوار ہوتے وقت ایک پاؤں رکاب میں رکھتے اور قرآن مجید شروع کرتے اور دوسرا پاؤں رکاب میں رکھ کر گھوڑے کی زین پر بیٹھنے تک اتنی دیر میں ایک قرآن مجید ختم کر لیا کرتے تھے۔

(شواہد النبوۃ 160)

پتھر اٹھایا تو چشمہ ابل پڑا:

مقام صفین کو جاتے ہوئے آپ کا لشکر ایک ایسے میدان سے گزرا جہاں پانی

نایاب تھا پورا لشکر پیاس سے بے تاب ہو گیا وہاں کے گرجا گھر میں ایک راہب رہتا تھا اس نے بتایا کہ یہاں سے دو کوس کے فاصلے پر پانی مل سکے گا کچھ لوگوں نے اجازت طلب کی تا کہ وہاں سے جا کر پانی پئیں۔ یہ سن کر آپ اپنے خچر پر سوار ہو گئے ایک جگہ کی طرف اشارہ فرمایا کہ اس جگہ تم لوگ زمین کو کھودو چنانچہ لوگوں نے زمین کی کھدائی شروع کر دی تو ایک پتھر ظاہر ہوا لوگوں نے اس پتھر کو نکالنے کی انتہائی کوشش کی لیکن تمام آلات بیکار ہو گئے اور وہ پتھر نہ نکل سکا یہ دیکھ کر آپ کو جلال آ گیا اور آپ نے اپنی سواری سے اتر کر آستین چڑھائی اور دونوں ہاتھوں کی انگلیوں کو اس پتھر کی دراز میں ڈال کر زور لگایا تو وہ پتھر نکل پڑا اور اس کے نیچے سے ایک نہایت ہی صاف شفاف اور شیریں پانی کا چشمہ ظاہر ہو گیا اور تمام لشکر اس پانی سے سیراب ہو گیا لوگوں نے اپنے جانوروں کو بھی پلایا اور لشکر کی تمام مشکوں کو بھی بھر لیا پھر آپ نے اس پتھر کو اس کی جگہ پر رکھ دیا۔ گرجا گھر کا عیسائی راہب آپ کی یہ کرامت دیکھ کر سامنے آیا اور آپ سے یہ دریافت کیا کہ آپ فرشتہ ہیں؟ آپ نے فرمایا نہیں اس نے پوچھا کیا آپ نبی ہیں؟ آپ نے فرمایا نہیں اس نے کہا پھر آپ کون ہیں؟ آپ نے فرمایا میں پیغمبر مرسل حضرت محمد بن عبداللہ خاتم النبیین ﷺ کا صحابی ہوں اور مجھ کو حضور اقدس ﷺ نے چند باتوں کی وصیت بھی فرمائی ہے یہ سن کر وہ عیسائی راہب کلمہ شریف پڑھ کر مشرف بہ اسلام ہو گیا۔

آپ نے فرمایا تم اتنی مدت تک اسلام قبول کیوں نہ کیا تھا؟ راہب نے کہا

ہماری کتابوں میں یہ لکھا ہوا ہے کہ اس گرجا گھر کے قریب جو ایک چشمہ پوشیدہ ہے اور اس چشمہ کو ہی شخص ظاہر کرے گا جو یا تو نبی ہوگا یا نبی کا صحابی ہوگا چنانچہ میں اور مجھ سے پہلے بہت راہب اس گرجا گھر میں اسی انتظار میں مقیم رہے اب آج آپ نے یہ چشمہ ظاہر کر دیا تو میری مراد بر آئی اس لئے میں نے آپ کے دین کو قبول کر لیا راہب کی تقریر سن کر آپ رو پڑے اور اس قدر روئے کہ آپ کی ریش مبارک آنسوؤں سے تر ہو گئی اور پھر آپ نے ارشاد فرمایا کہ الحمدللہ! کہ ان لوگوں کی کتابوں میں بھی میرا ذکر ہے یہ راہب مسلمان ہو کر آپ کے خادموں میں شامل ہو گیا اور آپ کے لشکر میں داخل ہو کر شامیوں سے جنگ کرتے ہوئے شہید ہو گیا اور آپ نے اس کو اپنے دست مبارک سے دفن کیا اور اس کے لئے مغفرت کی دعا فرمائی۔

(شواہد النبوۃ 164)

نبی کریم ﷺ کی ازواج مطہرات کے والد کرام

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ

ولادت و نام و سلسلہ:

سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے والد گرامی ہیں جس کی بناء پر آپ رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ ﷺ کے ساتھ سسرالی تعلق کی سعادت حاصل ہوئی۔

سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا نام مبارک عبد اللہ کنیت ابوبکر اور لقب صدیق اور عتیق ہے آپ رضی اللہ عنہ قریشی ہیں اور ساتویں پشت میں آپ کا سلسلہ نسب رسول اللہ ﷺ سے جا ملتا ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ کے والد کا نام عثمان اور کنیت ابوقحافہ ہے جبکہ والدہ کا نام سلمی اور کنیت ام الخیر ہے آپ رضی اللہ عنہ واقعہ فیل کے تقریباً ڈھائی برس بعد نبی کریم ﷺ کی ولادت باسعادت کے دو سال بعد مکہ میں پیدا ہوئے۔

آپ کا سلسلہ نسب یہ ہے عبد اللہ بن ابی قحافہ عثمان بن عامرو بن کعب بن سعد بن تیم بن مرہ بن کعب بن لوی بن غالب القریشی التیمی مرہ بن کعب پر آپ کا سلسلہ نسب رسول اللہ ﷺ سے جا ملتا ہے۔ (ابن عساکر)

دور جہالت میں آپ رضی اللہ عنہ کا نام عبد الکعبہ ہوتا تھا نبی کریم ﷺ نے آپ کا نام مبارک عبد اللہ رکھا آپ کا لقب صدیق اسی وجہ سے ہے کہ آپ نے رسول

اللہ ﷺ کی سب سے پہلے تصدیق کی تھی اور لقب عتیق اس وجہ سے ہے کہ آپ آتش جہنم سے آزاد ہیں اور ایک قول کے مطابق آپ کے نسب میں اسطرح کی کوئی بات نہیں تھی کہ جو آپ پر عیب لگانے کا باعث بن سکتی کیونکہ آپ پہلے ہی نیک راستہ پر تھے

(مدارج النبوۃ)

عہد طفلی میں بھی بت پرستی سے اجتناب:

سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے عہد طفلی میں بھی بت پرستی سے اجتناب برتا اور ہمیشہ اس کی مخالفت کی یہاں تک کہ جب آپ چند برس کے ہی تھے کہ آپ نے بت شکنی فرمائی ایک دفعہ آپ کے والد ماجد حضرت ابوقحافہ آپ کو بت خانے لے گئے اور بتوں کو دکھا کر ان سے کہا یہ تمہارے خدا ہیں ان کو سجدہ کرو یہ کہہ کر باہر چلے گئے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے بت کے سامنے آکر اس سے فرمایا میں بھوکا ہوں مجھے کھانا دے بت کچھ نہ بولا پھر فرمایا میں ننگا ہوں مجھے کپڑے پہناؤ وہ کچھ نہ بولا پھر سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ایک پتھر ہاتھ میں لیکر برائے اظہار عجز صنم ارشاد فرمایا میں تجھ پر پتھر مارتا ہوں اگر تو خدا ہے تو خود کو بچاؤ وہ بت اب بھی نرا بت بنا رہا پھر آپ رضی اللہ عنہ نے ایک پتھر اس بت کو مارا تو وہ بت منہ کے بل گرا پڑا اسی وقت آپ کے والد حضرت ابوقحافہ رضی اللہ عنہ اندر تشریف لائے اور یہ ماجرا دیکھ کر فرمایا اے میرے بچے یہ تم نے کیا کیا؟ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ وہی کیا جو آپ دیکھ رہے ہیں۔ پھر آپ کے والد نے انہیں ان کی والدہ ام الخیر رضی اللہ عنہ کے پاس لے کر

آئے اور سارا واقعہ بیان فرمایا انہوں نے فرمایا کہ اس بچے سے کچھ نہ کہو کہ جس رات یہ پیدا ہوا میرے پاس کوئی نہ تھا میں نے سنا کہ اے اللہ کی سچی بندی تجھے خوشخبری ہو اس آزاد بچے کی جسکا نام آسمانوں میں صدیق ہے اور جو محمد ﷺ کا یار و رفیق ہے۔

(تنزیہ المکانۃ الحیدریہ ص 13)

قبل از اسلام:

سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ قریش کے ان گیارہ لوگوں میں سے ہیں جن کو قبل از اسلام اور زمانہ اسلام دونوں میں عزت و بزرگی حاصل تھی۔ آپ رضی اللہ عنہ عہد جاہلیت میں خون بہا اور جرمانہ کے مقدمات کا فیصلہ کیا کرتے تھے جو اس زمانہ کا بہت بڑا اعزاز سمجھا جاتا تھا۔

آپ زمانہ جاہلیت میں اپنی برادری کے ایک امیر و کبیر مالدار شخصیت تھے اپنی مروت و احسان کے سبب اپنے قبیلے میں بہت ہی معزز محترم سمجھے جاتے تھے قریش ہر کام میں آپ سے مشورہ لیا کرتے تھے اور تمام معاملات میں آپ کو بہت اہمیت دیتے تھے آپ سے بے انتہا محبت کیا کرتے تھے۔

عہد جاہلیت میں بھی آپ رضی اللہ عنہ نے کبھی شراب نوشی نہیں کی ایک مرتبہ آپ رضی اللہ عنہ سے لوگوں نے پوچھا کہ آپ نے زمانہ جاہلیت میں کبھی شراب پی ہے؟ تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا خدا کی پناہ میں نے کبھی شراب نہیں پی لوگوں نے پوچھا کیوں؟ تو فرمایا میں اپنی عزت و آبرو بچاتا تھا اور مروت کی حفاظت کرتا تھا کیونکہ جو

شخص شراب پیتا ہے اس کی عزت و ناموس اور مروت جاتی رہتی ہے جب اس بات کی اطلاع نبی کریم ﷺ کو ہوئی تو آپ ﷺ نے فرمایا ابوبکر نے سچ کہا (تاریخ الخلفاء)

ابن عساکر نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے کہ خدا کی قسم حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے زمانہ جاہلیت میں بھی شراب ترک ہی رکھی تھی۔

قبول اسلام:

حضور ﷺ کا ارشاد پاک ہے کہ جب میں نے کسی کو اسلام کی دعوت دی تو اس کو تذبذب میں اور تردد ہوا سوائے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے کہ جب میں نے اسلام پیش کیا تو بغیر کسی تذبذب کے انہوں نے اسلام قبول کر لیا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے سب سے پہلے اسلام قبول کرنے کی وجہ یہ ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ نبوت کی نشانیاں پہلے ہی جانتے تھے لہذا جب آپ کو دعوت اسلام دی گئی تو آپ نے اسلام لانے میں سبقت کی۔

بہت سے صحابہ کرام اور تابعین عظام اس بات پر متفق ہیں کہ سب سے پہلے اسلام قبول کرنے والے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں۔ ابن عساکر نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ انہوں نے فرمایا:

"اول من اسلم من الرجال ابوبکر رضی اللہ عنہ"

سب سے پہلے مردوں میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ایمان لائے۔

امام شعبی فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ سب سے پہلے اسلام لانے والا کون ہے؟ انہوں نے فرمایا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں۔ ابن سعد نے صحابی رسول حضرت ابواروی دوسی رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ انہوں نے فرمایا سب سے پہلے جو اسلام لائے وہ حضرت ابوبکر صدیق ہیں۔

امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا کہ مردوں میں سے سب سے پہلے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ عورتوں میں سے سب سے پہلے حضرت سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا اور لڑکوں میں سے سب سے پہلے حضرت علی رضی اللہ عنہ ایمان لائے غرضیکہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا سب سے پہلے مسلمان ہونے پر اجماع ہے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جس دن حضرت ابوبکر صدیق نے اسلام قبول کیا آپ کے پاس چالیس ہزار دینار یا درہم تھے آپ نے یہ تمام مال حضور ﷺ کے ارشاد پر خرچ کر دیا۔ ابن عساکر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ جس دن آپ رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول کیا آپ کے پاس چالیس ہزار درہم تھے چنانچہ آپ نے تمام مال مسلمانوں کو آزاد کرانے اور اسلام کی مدد میں خرچ کر ڈالا۔

عشق رسول ﷺ:

سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ایک سچے عاشق رسول ﷺ تھے آپ رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ سے بے حد محبت و الفت رکھتے تھے۔ اسلام لے آنے کی پاداش میں

ایک مرتبہ مشرکین مکہ نے آپ رضی اللہ عنہ کو اس قدر مارا کہ آپ پورے کے پورے لہولہان ہو گئے یہاں تک کہ بے ہوش ہو گئے اور آپ کے بچنے کی امید نہ رہی شام تک آپ رضی اللہ عنہ بے ہوش رہے اور جب ہوش آیا تو سب سے پہلے آپ کے ہونٹوں پر یہ الفاظ تھے کہ حضور ﷺ کا کیا حال ہے؟ بعد ازاں آپ کی والدہ محترمہ ام الخیر جو اس وقت تک اسلام نہ لائیں تھیں آپ رضی اللہ عنہ کے کھانے کیلئے کچھ لیکر آئیں اور کھانے کے لئے اصرار کیا تو عاشق صادق سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے ہونٹوں پر وہی سوال تھا کہ حضور ﷺ کا کیا حال ہے؟ آپ کی والدہ نے فرمایا کہ مجھے کچھ نہیں معلوم کہ ان کا کیا حال ہے تو آپ نے فرمایا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی بہن ام جمیل رضی اللہ عنہ کے پاس جا کر دریافت کریں کہ حضور ﷺ کا کیا حال ہے چنانچہ آپ کی والدہ ام جمیل رضی اللہ عنہ کے پاس تشریف لائیں اور بتایا کہ حضور ﷺ خیر و عافیت سے ہیں اور حضرت ارقم رضی اللہ عنہ کے گھر تشریف رکھتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ خدا کی قسم میں اس وقت کچھ نہیں کھاؤں گا جب تک حضور ﷺ کی زیارت نہ کرلوں چنانچہ آپ کی والدہ جو بہت بے قرار تھیں کہ آپ کچھ کھا پی لیں چنانچہ آپ رضی اللہ عنہ کی قسم پوری کرنے کے لئے رات کے وقت جب لوگوں کی آمد و رفت بند ہوگئی اور کسی کے دیکھے جانے کا خوف نہ تھا تو حضور ﷺ کی خدمت میں سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو لے کر حاضر ہوئیں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کو دیکھتے ہی ان سے لپٹ کر رونے لگے آپ کی یہ حالت زار دیکھ کر صحابہ کرام بھی رونے لگے (تاریخ الخلفاء)

اس واقعہ سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ ان کے خون کے ایک ایک قطرے میں سرکار دو عالم ﷺ کی محبت موجزن تھی۔

روایت ہے کہ رسول خدا ﷺ نے حضرت اسامہ کو امیر لشکر مقرر فرما کر شام کی طرف روانہ فرمایا لشکر ابھی راستہ میں ہی تھا کہ حضور ﷺ وصال فرما گئے اس خبر کو سن کر اطراف کے ضعیف الاعتقاد مسلمان اسلام سے پھر گئے اور مرتد ہو گئے اور کفار کے حوصلے بڑھ گئے کافروں اور منافقوں نے سازشوں کے جال بننے شروع کر دیئے اس نازک موقع پر صحابہ کرام جمع ہو کر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خدمت میں گئے اور حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کے لشکر کو واپس بلا لینے پر اصرار کیا لیکن ان تمام تر مشکلات و مصائب کے باوجود سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے پائے استقلال میں ذرہ برابر بھی لغزش نہ آئی اور آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا اگر پرندے میری بوٹیاں نوچ کھائیں تو مجھے یہ گوارا ہے مگر حضور ﷺ کی مرضی مبارک میں اپنی رائے کو دخل دینا اور حضور ﷺ کے بھیجے گئے لشکر کو واپس بلا لینا مجھے ہر گز گوارا نہیں ہو سکتا۔

اس واقعہ سے بھی حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے عشق رسول ﷺ کا اندازہ ہوتا ہے کہ آپ نے منافقوں اور کفار کی سازشوں کا فتنہ ارتداد اور دیگر مشکلات کا سامنا ہونے کے باوجود بھی کسی طور پر یہ برداشت نہ کیا کہ حضور ﷺ کے فرمان مبارک کے خلاف کوئی قدم اٹھائیں۔ اور پھر اپنے نازک و کٹھن وقت میں اللہ عزوجل نے اس عاشق صادق کو سربلندی عطا فرمائی اور حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کا لشکر فتح یاب ہوا اور کفار

ومشرکین ومنافقین کی ناپاک سازشیں اور فتنہ ارتداد کا خاتمہ ہوگیا اور اسلام کا پھر سے بول بالا ہوگیا (تاریخ الخلفاء، سوانح کربلا)

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ نبی کریم ﷺ حرم شریف میں نماز ادا فرما رہے تھے کہ عتبہ بن ابی معیط آیا اور اس نے اپنی چادر نبی کریم ﷺ کی گردن میں ڈال دی اور اسے بل دینا شروع کر دیئے اور اس زور سے یعنی دم گھٹنے لگا اچانک حضرت ابوصدیق رضی اللہ عنہ آ گئے آپ یہ منظر دیکھ کر بے چین ہو گئے اور کفار کی اس زیادتی پر آپ کی آنکھوں سے اشک رواں ہو گئے آپ نے عتبہ کو اس کے کندھے سے جا پکڑا اور اس زور سے دھکا دیا کہ وہ دور جا گرا اور ساتھ ہی آپ نے بلند آواز سے اسے ڈانٹا اور فرمایا:

"خدا تمہیں ہلاک کرے (بے شرمو) تم ایسی ہستی کو قتل کرنا چاہتے ہو جو یہ کہتا ہے کہ میرا پروردگار اللہ ہے اور وہ تمہارے سامنے اس پر دلائل بھی پیش کرتا ہے

(بخاری شریف۔السیرۃ النبویہ جلد اول)

سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت اقدس میں آپ ﷺ کی معیت میں ہجرت کرنے کا شرف حاصل کرنے کی درخواست کی جسے رسول اللہ ﷺ قبول فرما لیا چنانچہ آپ رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ہجرت کے لئے روانہ ہو گئے رات کے وقت مقام غار ثور پر پہنچے (جو کہ تقریباً ڈھائی کلومیٹر بلند ہے) تو آپ ﷺ سے عرض کیا خدا کی قسم آپ غار میں داخل نہ ہوں گے جب تک کہ آپ سے

پہلے میں نہ داخل ہو جاؤں تا کہ اگر کوئی موذی جانور سانپ وغیرہ ہو تو اس سے مجھے ہی تکلیف پہنچے مگر آپ محفوظ رہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ غار کے اندر داخل ہوئے اور اس کو خوب صاف کیا اور غار میں کچھ سوراخ موجود تھے انہیں اپنی لنگی میں سے کپڑا پھاڑ کر بھر دیا پھر بھی دو سوراخ باقی رہ گئے تو اس پر انہوں نے اپنی ایڑیاں لگا دیں اس کے بعد رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا کہ اب آپ اندر تشریف لے آئیں۔ چنانچہ آپ ﷺ اندر تشریف لے گئے اور سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی گود میں سر رکھ کر استراحت فرمانے لگے ابھی آپ ﷺ محو استراحت ہی تھے کہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے پاؤں میں سوراخ کے اندر سے سانپ نے کاٹ لیا مگر آپ جوں کے توں بیٹھے رہے کہ کہیں حرکت کرنے سے رسول اللہ ﷺ کی نیند میں خلل نہ آ جائے لیکن سانپ کی زہر کی تکلیف کے سبب آپ رضی اللہ عنہ کی آنکھوں سے آنسو نکل پڑے جو رسول اللہ ﷺ کے چہرہ اقدس پر آ گرے رسول اللہ ﷺ کی چشم مبارک کھل گئی، سرکار دو عالم ﷺ نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی آنکھوں میں آنسو دیکھ کر دریافت فرمایا ابو بکر کیا ہوا؟ تو فرمایا کہ اے اللہ کے رسول میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں مجھے سانپ نے کاٹ لیا ہے حضور ﷺ نے ان کے زخم پر اپنا لعاب مبارک لگا دیا اور سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی تکلیف جاتی رہی مگر عرصہ دراز کے بعد سانپ کا وہی زہر پھر لوٹ آیا جو آپ رضی اللہ عنہ کے وصال کا سبب بنا۔ جانثاری کے اس واقعے سے حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے عشق رسول ﷺ کا اندازہ ہوتا ہے کہ آپ کو آقا و مولیٰ ﷺ سے اس قدر

محبت تھی کہ ان کی تکلیف کے آگے اپنی تکلیف کو کوئی اہمیت نہ دی ناصرف یہ کہ پہلے تنہا غار میں جا کر اس کی صفائی ستھرائی کی تا کہ کوئی موذی جانور ہو تو اس کو مار بھگائیں پھر رسول اللہ ﷺ کو غار کے اندر بلایا بلکہ آپ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کی نیند کی خاطر اپنی جان کی بھی پرواہ نہ کی کہ سانپ نے ڈس لیا پھر بھی خاموشی سے برداشت کرتے رہے یہاں تک کہ رسول اللہ ﷺ خود ہی نیند سے بیدار ہو گئے۔

صلح حدیبیہ کے موقع پر جن شرائط پر صلح ہوئی ان شرائط پر صحابہ کرام علیہم الرضوان کو کچھ وسوسے تھے اور اس سلسلے میں انہوں نے نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں ان معاہدوں کی تکمیل میں پس وپیش سے کام لیا لیکن حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ناصرف یہ کہ بلا چوں چراں رسول اللہ ﷺ کے موقف کی پیروی کی بلکہ صحابہ کرام سے ارشاد فرمایا کہ رکاب تھامے رہو اور ان کے دامن سے لگے رہو بے شک وہ اللہ کے رسول ہیں۔ اور اللہ ان کا معاون و مددگار ہے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے اس جواب کو سن کر صحابہ کرام علیہم الرضوان نے صلح حدیبیہ کی شرائط منظور کر لیں۔

شب معراج کی صبح کفار مکہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور کہا کہ آپ کو کچھ خبر بھی ہے کہ آپ کے دوست محمد ﷺ کہہ رہے ہیں کہ انہیں رات کو بیت المقدس اور آسمان وغیرہ کی سیر کروائی گئی ہے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے پوچھا واقعی وہ ایسا فرما رہے ہیں۔ کفار نے کہا ہاں وہ ایسا ہی کہہ رہے ہیں تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا اگر وہ اس سے بھی زیادہ بعید از قیاس اور حیرت انگیز خبر دیں تو بے شک

میں اس کی بھی تصدیق کرتا ہوں۔

مذکورہ بالا واقعات آپ کے عشق رسول کا منہ بولتا ثبوت ہیں۔ جو انہیں رسول اللہ ﷺ سے تھا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جنگ بدر میں ہم لوگوں نے حضور ﷺ کے لئے عریش یعنی ایک جھونپڑا بنایا تا کہ گرد وغبار اور سورج کی دھوپ سے آپ ﷺ محفوظ رہیں تو ہم لوگوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ کون ہوگا؟ کہیں ایسا نہ ہو کہ کوئی ان پر حملہ کر دے تو خدا کی قسم اس کام کے لئے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ آگے بڑھے اور شمشیر برہنہ ہاتھ میں لے کر حضور ﷺ کے پاس کھڑے ہو گئے اور جس دشمن نے بھی آپ کے پاس آنے کی جرات کی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اس پر ٹوٹ پڑے۔ (تاریخ الخلفاء)

علامہ ہیثم اپنی مسند میں تحریر کرتے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے خود فرمایا کہ جنگ احد کے دن سب لوگ ادھر ادھر ہو گئے تو سب سے پہلے میں نے حضور ﷺ کے پاس پہنچ کر ان کی حفاظت کی۔ (تاریخ الخلفاء)

مذکورہ بالا واقعات سے معلوم ہوا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کی حفاظت اپنی جان سے زیادہ عزیز رکھتے تھے یہ ان کا عشق کا درجہ کمال ہے۔ ایک روز نبی کریم ﷺ نے اللہ کی راہ میں جہاد کیلئے صدقہ خیرات کرنے کا حکم دیا صحابہ کرام نے اپنی اور اہل وعیال کی ضروریات کے پیش نظر کل مال کا نصف یا کچھ حصہ بارگاہ رسالت میں پیش کیا لیکن سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے سب کچھ بارگاہ رسالت

ﷺ میں پیش کر دیا رسول اللہ ﷺ نے دریافت فرمایا اے ابو بکر اپنے اہل وعیال کے لئے کیا کچھ چھوڑ آئے تو سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میرے اور میرے اہل وعیال کے لئے اللہ اور اس کا رسول کافی ہے۔ سبحان اللہ محبت ہو تو ایسی کہ محبوب کے فرمان پر جان ومال سب کچھ قربان کر دینے کے لئے آپ رضی اللہ عنہ ہمیشہ پیش پیش رہے۔

پروانہ کو چراغ ہے بلبل کو پھول بس　　　صدیق کے لئے خدا کا رسول بس

فضل وکمال:

حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ افضل البشر بعد الانبیاء ہیں حدیث شریف میں ہے کہ ''سوائے نبی کے اور کوئی شخص ایسا نہیں جس پر آفتاب طلوع وغروب ہوا ہو وہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے افضل ہو۔

ایک اور جگہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ لوگوں میں سب سے بہتر ہیں علاوہ اس کے کہ وہ نبی نہیں ہیں۔'' یعنی دنیا میں نبی کے علاوہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے کوئی افضل نہیں ہے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی ظاہری حیات میں ہم لوگ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے برابر کسی کو نہیں سمجھتے تھے یعنی وہی سب سے افضل و بہتر قرار دیئے جاتے تھے۔ (مشکوۃ شریف)

حضرت محمد بن حنیفہ سے مروی ہے کہ میں نے اپنے والد حضرت علی رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ رسول اللہ ﷺ لوگوں میں کون سب سے افضل ہے؟ تو فرمایا حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سب سے زیادہ افضل ہیں۔'' (بخاری شریف)

سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی عظمت وفضیلت کے اظہار میں رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ''کسی شخص کے مال نے مجھ کو اتنا فائدہ نہیں پہنچایا ہے جتنا فائدہ ابو بکر کے مال نے پہنچایا ہے۔

(الترمذی)

ایک اور جگہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

غار ثور میں میرے ساتھ رہے اور حوض کوثر پر بھی تم میرے ساتھ رہو گے

(ترمذی)

نبی کریم ﷺ نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو مخاطب کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

اے ابو بکر سن لو میری امت میں سب سے پہلے تم جنت میں داخل ہو گے

(ابوداؤد)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ:

میرے والد گرامی حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ حضور ﷺ کی خدمت میں

حاضر ہوئے اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”انت عتیق اللہ من النار“ تجھے اللہ نے جہنم کی آگ سے آزاد کر دیا۔ حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ اسی روز سے میرے والد کا نام عتیق پڑ گیا (الترمذی)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ابو بکر سے محبت کرنا اور ان کا شکر ادا کرنے میری پوری امت پر واجب ہے۔ (تاریخ الخلفاء)

نبی کریم ﷺ کے نزدیک سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ صحابہ کرام میں سے سب سے زیادہ صاحب فضیلت وعظمت اور سب سے زیادہ محبوب ومقرب تھے حضرت مقدام رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے کسی صحابی نے سخت کلامی کی حضور ﷺ کو یہ واقعہ معلوم ہوا تو آپ ﷺ مجلس سے کھڑے ہو گئے اور فرمایا:

”اے لوگو سن لو میرے لئے میرے دوست کو چھوڑ دو تمہاری کیا حیثیت ہے اور ان کی حیثیت کیا ہے؟ تمہیں کچھ معلوم نہیں ہے“ خدا کی قسم تم لوگوں کے دروازوں پر اندھیرا ہے مگر ابو بکر کے دروازے پر نور کی بارش ہو رہی ہے۔ خدائے عزوجل کی قسم تم لوگوں نے مجھے جھٹلایا اور ابو بکر نے میری تصدیق کی تم لوگوں نے مال خرچ کرنے میں بخل سے کام لیا ابو بکر نے میرے لئے اپنا مال خرچ کیا تم لوگوں نے میری مدد نہیں کی مگر ابو بکر نے میری غمخواری کی اور میری اتباع کی“۔ (تاریخ الخلفاء)

ابن عساکر رضی اللہ عنہ حضرت شعبی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو اللہ عزوجل نے ایسی چار خصوصیات سے نوازا جن سے کسی کو سرفراز نہیں فرمایا۔

اول اللہ عزوجل نے آپ کا نام صدیق رکھا اور کسی دوسرے کا نام صدیق نہیں۔

دوم آپ رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کے ساتھ غار ثور میں رہے اور یار غار کے لقب سے سرفراز ہوئے۔

سوم سرکار اقدس ﷺ نے آپ رضی اللہ عنہ کو حکم فرمایا کہ آپ صحابہ کرام کو نماز پڑھائیں اور تمام صحابہ آپ کے مقتدی بنیں۔

آپ کی ایک بڑی خصوصیت یہ بھی ہے کہ آپ خود صحابی آپ کے والد حضرت ابو قحافہ رضی اللہ عنہ آپ کے صاحبزادے عبد الرحمن رضی اللہ عنہ صحابی، اور ان کے صاحبزادے ابو عتیق محمد رضی اللہ عنہ صحابی رسول ﷺ ہوئے یعنی آپ رضی اللہ عنہ کی چار نسلیں صحابیت کے مرتبہ پر فائز ہوئیں۔

فضیلت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اور آیات قرآنی:

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے فضائل ومناقب پر بہت سے آیات کریمہ نازل ہوئیں جن میں سے چند آیات کریمہ بیان کرنے کا شرف حاصل کرتے ہیں۔

اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے کہ:

"والذی جآء بالصدق وصدق به واولئك هم المتقون"(پارہ24ع)

ترجمہ:اور جو یہ سچ لے کر تشریف لائے اور وہ جنہوں نے تصدیق کی یہی ڈر والے ہیں"

اس آیت کریمہ کی تفسیر میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ"والذی جآء بالصدق"سے مراد رسول اللہ ﷺ ہیں اور صدق سے مراد حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں جنہوں نے سب سے پہلے رسول اللہ ﷺ کی تصدیق کی تفسیر المدارک تفسیر البیان اور حضرت امام رازی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اس تفسیر کی تائید فرمائی ہے چنانچہ معلوم ہوا کہ اس آیت کریمہ میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو متقی ارشاد فرمایا گیا ہے۔یعنی ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اس آیت مبارکہ کے سب سے پہلے متقی ہیں اور قیامت تک پیدا ہونے والے سارے متقیوں کے سردار اور سید المتقین ہیں۔

اصدق الصادقین سید المتقین
چشم گوش وزارت پہ لاکھوں سلام

ایک اور جگہ اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے:

"وسیجنبھا الاتقی الذی یوتی ماله یتزکی" سورۃ اللیل

ترجمہ:اور بہت جلد اس سے دور رکھا جائے گا جو سب سے بڑا پرہیزگار ہے

حضرت صدر الافاضل مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس آیت کریمہ کا شان نزول بیان فرماتے ہیں کہ جب حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو بہت زیادہ قیمت پر خرید کر آزاد کر دیا تو کفار کو حیرت ہوئی اور انہوں نے سمجھا کہ شاید بلال کا ان پر کوئی احسان ہوگا جبھی انہوں نے اتنی گراں قیمت دے کر بلال کو خریدا اور آزاد کر دیا اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی اور فرمادیا گیا کہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا یہ فعل محض اللہ کی رضا کے لئے ہے کسی کے احسان کا بدلہ نہیں ہے۔

غرض یہ کہ یہ آیت کریمہ بھی حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ فضیلت و مرتبہ بیان کرنے کے لئے نازل فرمائی گئی ہے اس آیت کریمہ میں بھی سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو اتقی یعنی سب سے بڑا پرہیزگار ارشاد فرمایا گیا ایک اور جگہ یہ بھی فرمایا گیا۔

"ان اکرمکم عن الله اتقکم"

ترجمہ:بے شک اللہ کے یہاں تم میں سے زیادہ عزت والا وہ جو تم میں زیادہ پرہیزگار ہے"

ان دونوں آیات کریمہ کا بغور مطالعہ کرنے سے یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہو جائے گی کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے

زیادہ مکرم اور عزت والے ہیں۔اس سے بڑھ کر سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی فضیلت اور کیا بیان کی جا سکتی ہے۔

خلافت:

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے مجھ سے اپنی علالت کے دوران فرمایا تم اپنے والد اور بھائی کو بلالو تا کہ میں انہیں کچھ لکھ کر دوں تا کہ میرے بعد کوئی ان پر اختلاف نہ کرے پھر فرمایا رہنے دو مت بلاؤ کیونکہ ابو بکر کو خلیفہ بنانے کا ہم کو حق ہے اور مومنین ابو بکر رضی اللہ عنہ کے علاوہ کسی اور کو خلیفہ نہیں مانیں گے۔(مسلم شریف)

چنانچہ ایسا ہی ہوا نبی کریم ﷺ کے پردہ فرما لینے کے بعد یہ سوال پیدا ہوا کہ خلیفہ کو مقرر کیا جائے تو ایک موقعہ پر صحابہ کرام کے اجتماع میں حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا دست مبارک پکڑا اور فرمایا اب یہ تمہارے والی ہیں پھر سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے بیعت کی اس کے بعد حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے پھر تمام انصار و مہاجرین نے آپ سے بیعت لی۔

اس موقع پر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ حضور ﷺ نے آپ کو آگے بڑھایا تو پھر کون شخص آپ کو پیچھے کر سکتا ہے۔

آپ کے اس فرمان مبارک سے مراد وہ واقعہ ہے جب سرکار ﷺ نے اپنی علالت کے زمانے میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو امامت کا حکم فرمایا اور

تمام صحابہ کو ان کا مقتدی بننے کی سعادت حاصل ہوئی۔

چنانچہ حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو متفقہ طور پر خلیفہ تسلیم کر لیا گیا اور کسی نے اختلاف نہیں کیا اور یوں اللہ کے محبوب دانائے غیوب ﷺ کا فرمان مبارک حرف بحرف صحیح ثابت ہوا۔کہ میرے بعد خلافت کے بارے میں مومنین ابو بکر کے علاوہ کسی کو قبول نہ کریں گے۔

سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی دعوت اسلام سے مشرف بہ اسلام ہونے والی شخصیات:

سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ مشرف بہ اسلام ہوتے ہی دعوت اسلام کا کام شروع کر دیا اور اپنے حلقہ احباب میں دین کی ترویج و تبلیغ میں مصروف ہو گئے آپ کی ان مساعی جمیلہ اور انتھک کاوشوں سے بالآخر لوگ جوق در جوق روشنی کی طرف آنے لگے اور یوں دین اسلام کی اہم شخصیات نے اسلام کا دامن تھام لیا اور حلقہ بگوش اسلام ہو گئیں۔

ان شخصیات میں سے چند کے اسماء مبارک درج ذیل ہیں۔

1. حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ
2. حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ
3. حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ
4. حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ
5. حضرت طلحہ بن عبید رضی اللہ عنہ

6۔ حضرت عبید بن جراح رضی اللہ عنہ

7۔ حضرت ابوسلمہ عبن بن عبد الاسد رضی اللہ عنہ

8۔ حضرت ارقم بن ابی الارقم رضی اللہ عنہ

9۔ حضرت مظعون رضی اللہ عنہ

10۔ حضرت عبیدہ بن حارث رضی اللہ عنہ

11۔ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ

12۔ حضرت عبد اللہ بن جحش رضی اللہ عنہ وغیرہم

سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے آزاد غلاموں کے نام:

سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے بہت سے ان مظلوموں کو قیمتاً خرید کر مشرک آقاؤں سے نجات دلائی جو اسلام قبول کرنے کی پاداش میں ان مشرک آقاؤں کے روح فرسا ظلم وستم سہہ رہے تھے چنانچہ ان مظلوموں کو سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے رہائی دلائی اور خرید کر آزاد کر دیا تاکہ وہ خود مختار ہو کر اپنے رب کی عبادت بجالائیں اور اس کے محبوب ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہو کر دونوں جہاں کی نعمتیں سمیٹ سکیں۔

ان چند کے اسماء گرامی یہ ہیں۔

1۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ

2۔ حضرت عامر رضی اللہ عنہ

3۔ حضرت حمامہ رضی اللہ عنہ

4۔ حضرت ابوفکیہہ رضی اللہ عنہ

5۔ زنیرہ رضی اللہ عنہ

6۔ ام عنیس رضی اللہ عنہ

7۔ النہدیہ اور ان کی بیٹی

8۔ لطیفہ (حضرت عامر بن فہیرہ رضی اللہ عنہ کی ہمشیرہ)

سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے دینی کارنامے:

مانعین زکوٰۃ سے جہاد: سرکار دو عالم ﷺ کے پردہ فرمالینے کے بعد عرب کے بہت سے لوگ اسلامی احکامات سے منحرف ہو گئے۔ ان میں سے بعض لوگ زکوٰۃ کی فرضیت کے منکر ہو گئے اور زکوٰۃ کی ادائیگی سے گریز کرنے لگے چنانچہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے ان مرتدین سے جہاد کا ارادہ فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ خدا کی قسم اگر یہ لوگ ایک رسی یا بکری کا بچہ بھی حضور ﷺ کے دور مبارک میں زکوٰۃ دیا کرتے تھے اور اگر اب اس کے دینے سے انکار کریں گے تو ان سے جنگ کروں گا (تاریخ الخلفاء)

چنانچہ حضرت عروہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ صحابہ کرام کے ہمراہ جنگ کے لئے روانہ ہوئے اس صورتحال سے گھبرا کر مرتدین بھاگ کھڑے ہوئے چنانچہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو امیر لشکر مقرر فرمایا اور واپس مدینہ تشریف لے گئے۔ حضرت خالد بن ولید رضی

اللہ عنہ ان مرتدوں کو جگہ جگہ پکڑا اور اس طرح انہیں فتح نصیب ہوئی۔

مسیلمہ کذاب کا خاتمہ:

مسیلمہ کذاب نے جب جھوٹی نبوت کا دعویٰ کیا اور لوگ مائل ہو کر اس کے بہکاوے میں آنے لگے تو سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے حکم سے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ اس جھوٹے مدعی نبوت کو قتل کرنے کے ارادے سے اپنے لشکر کے ساتھ نکلے چنانچہ دونوں لشکروں کا آمنا سامنا ہوا اور آخر کار حضرت حبشی رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں مسیلمہ کذاب مارا گیا اور یوں عہد صدیق اکبر رضی اللہ عنہ میں ایک اہم فتنے کا قلع قمع ہو گیا اور یوں دین اسلام کو کوئی نقصان نہ پہنچ سکا۔

فتنہ ارتداد کا خاتمہ:

سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں بے شمار فتنوں نے سر اٹھایا جس میں ایک فتنہ ارتداد بھی تھا سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی بھرپور حکمت عملی کے سبب عرب کے مختلف علاقوں میں اس فتنہ ارتداد کا قلع قمع کر دیا اور یوں مرتدین کی سرکوبی اور اس فتنے کا انسداد کر دیا گیا۔

جمع قرآن:

سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کے کاتب وحی حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کو نازل ہونے والی تمام تر آیات قرآنی جمع کرنے کا حکم دیا

چنانچہ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے کاغذ کے پرزوں، درختوں کے پتوں اور بکریوں کی ہڈیوں غرضیکہ جہاں جہاں قرآنی آیات تحریر کی گئی تھیں سب کو اکٹھا فرمایا اور اسطرح قرآن پاک جمع کر کے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں پیش کر دیا جو ان کے وصال تک ان کے پاس رہا پھر سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے پاس اور پھر ان کے وصال کے بعد ام المومنین حضرت حفصہ بنت عمر رضی اللہ عنہا کو مل گیا۔

سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی کرامات:

سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے بے شمار کرامتوں کا ظہور ہوا جن تمام کا ذکر کرنا ممکن نہیں البتہ چند کرامتیں درج ذیل میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کی جاتی ہے۔

1۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ میرے والد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اپنے مرض وفات میں مجھے وصیت فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ میری بیٹی! آج تک میرے پاس جو بھی مال تھا وہ آج وارثوں کا مال ہو چکا اور میری اولاد میں تمہارے دونوں بھائی عبدالرحمن اور محمد ہیں اور تمہاری دو بہنیں ہیں لہذا تم لوگ میرے مال کو قرآن پاک کے احکام کے مطابق تقسیم کر کے اپنا اپنا حصہ لے لینا۔ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے ان سے عرض کیا کہ ابا جان میری تو ایک ہی بہن بی بی اسماء ہیں یہ دوسری بہن کون ہے؟ تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تمہاری سوتیلی ماں یعنی میری بیوی حبیبہ بنت خارجہ رضی اللہ عنہ جو کہ حاملہ ہیں ان کے

شکم میں لڑکی ہے وہی تمہاری بہن ہے چنانچہ آپ رضی اللہ عنہ کا فرمان سچ ثابت ہوا اور آپ رضی اللہ عنہ کے وصال کے بعد آپ کی زوجہ حبیبہ بنت خارجہ کے بطن سے لڑکی پیدا ہوئی جس کا نام ام کلثوم رکھا گیا۔ (تاریخ الخلفاء، موطا امام محمد)

سبحان اللہ، اس حدیث پاک سے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی دو عظیم الشان کرامتیں ثابت ہوئیں اور آپ کے علم غیب کا ثبوت ملا۔ پہلی کرامت تو یہ ہے ہے کہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اس بات کا علم رکھتے تھے کہ میں اسی مرض میں وفات پاؤں گا اس لئے آپ نے فرمایا کہ آج میرا مال میرے وارثوں کا مال ہو چکا ۔ دوسری کرامت یہ معلوم ہوئی کہ آپ یقین کے ساتھ جانتے تھے کہ آپ کی زوجہ کے شکم میں لڑکی ہے اس لئے آپ رضی اللہ عنہ نے سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ حبیبہ رضی اللہ عنہ بنت خارجہ کے شکم میں لڑکی ہے، جو تمہاری بہن ہے۔

2۔ حضرت عبدالرحمن بن ابی بکر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ ایک بار میرے والد حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ بارگاہ رسالت کے تین مہمانوں کو جو اصحاب صفہ میں سے تھے اپنے گھر لائے اور ان کو کھانا کھلانے کا حکم فرما کر رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ اقدس میں تشریف لے گئے یہاں تک کہ رات ہو گئی رات کا کھانا آپ نے دستر خوان نبوت پر ہی کھایا رات گئے جب آپ گھر تشریف لائے تو آپ کی زوجہ محترمہ نے عرض کی کہ مہمانوں کو گھر پر چھوڑ کر آپ کہاں چلے گئے تھے؟ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے دریافت فرمایا کہ اب تک تم نے مہمانوں کو کھانا نہیں کھلایا؟ تو آپ کی

زوجہ نے فرمایا کہ میں نے کھانا بھجوایا تھا مگر انہوں نے آپ کے بغیر کھانا کھانے سے انکار کر دیا۔

یہ سن کر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے دوبارہ کھانا منگوا کر مہمانوں کے سامنے رکھا اور ان کے ساتھ کھانے کیلئے بیٹھ گئے یہاں تک کہ سب مہمانوں نے خوب شکم سیر ہو کر کھانا کھایا ان مہمانوں کا بیان ہے کہ خدا کی قسم ہم جو بھی لقمہ اٹھاتے اس کے نیچے کھانا اس سے بھی زیادہ ہو جاتا یہاں تک کہ ہم سب نے شکم سیر ہو کھانا کھایا اور جب کھانا کھا کر فارغ ہوئے تو کھانا کم ہونے کے بجائے پہلے سے بھی زیادہ ہو گیا پھر آپ رضی اللہ عنہ وہ کھانا اٹھا کر بارگاہ رسالت میں لے گئے جب صبح ہوئی تو مہمانوں کا ایک قافلہ بارگاہ رسالت ﷺ میں حاضر ہوا جس میں بارہ قبیلوں کے بارہ سردار تھے اور ہر سردار کیساتھ بہت سے شتر سوار تھے ان سب لوگوں نے یہی کھانا شکم سیر ہو کر کھایا پھر بھی اس برتن میں کھانا کم نہ ہوا۔ (بخاری شریف، جلد اول)

سبحان اللہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی ایک اور عظیم کرامت معلوم ہوئی کہ مہمانوں کے کھانے کے بعد پہلے سے بھی کھانے کا تین گنا زیادہ ہو جانا اور صبح پوری فوج کا شکم سیر ہو کر یہی کھانا کھانا اور پھر اس کے بعد بھی برتن میں کھانا کا کم نہ ہونا سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے سبب کھانے میں برکت ہی برکت ہو گئی۔

3۔ سرکار دو عالم ﷺ کے پردہ فرما لینے کے بعد قبیلہ کندہ میں افراد بھی دیگر قبائل کی طرح مرتد ہو کر اسلام سے پھر گئے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے ان سے جہاد

فرمایا اور یوں قبیلہ کندہ کے سردار اعظم اشعث بن قیس کو گرفتار کرلیا جب اشعث بن قیس کو دربار خلافت میں پیش کیا گیا تو امیر المومنین سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے سامنے آتے ہی اپنے جرم ارتداد کا اقرار کرلیا اور توبہ کر کے صدق دل سے اسلام قبول کر لیا۔ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے بعد ازاں اپنی بہن ام فردہ کا ان سے نکاح فرمادیا وران پر عنایتوں اور نوازشوں کی بارش فرمادی۔ تمام حاضرین دربار حیران راہ گئے کہ مرتدین کے اس سردار اور مسلمانوں کے ناحق خون بہانے والے کی توبہ کر لینے کے بعد سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے انہیں غیر معمولی عنایات ونوازشات ومہربانی سے کیوں سرفراز فرمایا یہاں تک کہ اپنی بہن بھی ان کے نکاح میں دے دی۔

لیکن یہ راز جب کھلا کہ حضرت اشعث بن قیس رضی اللہ عنہ نے صادق اسلام ہو کر عراق کے جہادوں میں جوانمردی سے مقابلہ کیا اور ان کے مجاہدانہ کارناموں کے سبب عراق کی فتح کا سہرا انہی کے سر رہا یہاں تک کہ دور عمر فاروق رضی اللہ عنہ میں بھی جنگ قادسیہ قلعہ مدائن اور جلولا ونہاوند کی لڑائیوں میں بھی جان ہتھیلی پر رکھ کر سرفروشی وجانبازی کے حیرت انگیز کارنامے انجام دیے۔

ان عظیم کارناموں کو دیکھکر بالآخر سب سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی نگاہ کرامت کے معترف ہو گئے کہ واقعی سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی نگاہ فراست وکرامت نے حضرت اشعث بن قیس رضی اللہ عنہ کی ذات میں چھپے ہوئے کمالات کو برسوں پہلے ہی دیکھ لیا تھا جن کا انکشاف لوگوں کو اب ہوا۔

سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی یہ ایک بہت بڑی کرامت ہے (ازالۃ الخفاء) اسی لیے مشہور صحابی حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ یہ فرمایا کرتے تھے کہ میرے علم میں تین ہستیاں ایسی گزری ہیں جو فراست کے بلند ترین مقام پر پہنچی ہوئیں تھیں ان میں سے ایک امیر المومنین سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہیں کہ ان کی نگاہ کرامت کی نوری فراست نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے چھپے ہوئے کمالات کو بہت ہی پہلے دیکھ لیا تھا اسی بنا پر آپ رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو اپنے بعد خلافت کے لیے منتخب فرمایا اور اس فیصلے کو دنیا کے مورخین ودانشوروں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ظہور پذیر ہونے والے عظیم کارناموں، کمالات کو دیکھتے ہوئے بہترین قرار دیا۔

وصال: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ آپ نے بیان فرمایا کہ میرے والد گرامی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی علالت کی ابتداء یوں ہوئی کہ آپ نے جمادی الآخر پیر کے روز غسل فرمایا اس روز سردی بہت زیادہ تھی جو اثر کرگئی آپ کو بخار آگیا اور آپ پندرہ دن تک علیل رہے اس شدید علالت کے سبب آپ نماز کیلئے بھی گھر سے باہر تشریف نہیں لا سکے اور آخر کار اسی بخار کے سبب 63 سال کی عمر میں 22 جمادی الثانی 13ھ منگل کی رات وصال فرمایا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے نماز جنازہ پڑھائی اور روضہ انور میں حضور رحمت عالم ﷺ کے پہلوئے مبارک میں دفن ہونے کی سعادت حاصل کی۔ (تاریخ الخلفاء، واقدی حاکم)

خلیفہ دوم حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ

ولادت و نام و نسب:

آپ رضی اللہ عنہ کا نام عمر کنیت ابوحفص اور لقب فاروق اعظم ہے جو آپ کو دربار رسالت ﷺ سے حاصل ہوا۔ آپ کے والد کا نام خطاب اور والدہ کا نام عنتمہ تھا جو آٹھویں پشت میں آپ کا سلسلہ نسب حضور ﷺ کے سلسلہ نسب سے جا ملتا ہے آپ کا سلسلہ نسب اس طرح سے ہے۔

عمر بن خطاب بن عبد العزیٰ بن ریاح بن قیراط بن عدی کعب بن لوی، آپ رضی اللہ عنہ واقعہ فیل کے تیرہ برس بعد ماہ محرم کی چاند رات کو مکہ مکرمہ میں پیدا ہوئے۔ (مدارج النبوۃ)

آپ رضی اللہ عنہ ام المومنین سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کے والد ہیں۔

قبول اسلام:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نبوت کے چھٹے سال ستائیس برس کی عمر میں مشرف با اسلام ہوئے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے قبول اسلام سے قبل نبی کریم ﷺ کے سخت دشمن تھے کفار مکہ نے مسلمانوں کی بڑھتی ہوئی تعداد و طاقت کے پیش نظر نبی کریم ﷺ کے قتل کا منصوبہ بنایا (معاذ اللہ) اور یہ اعلان ہوا کہ کون بہادر محمد ﷺ کو قتل

کرے گا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے کہا یہ کام میں کروں گا پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ تلوار لے کر اٹھ کھڑے ہوئے راستے میں حضرت نعیم بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ جو اس وقت مسلمان ہو چکے تھے ملے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ کہاں جا رہے ہو؟ آپ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ (معاذ اللہ) محمد (ﷺ) کو قتل کرنے۔ حضرت نعیم بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ پہلے اپنے گھر کی خبر لو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے پوچھا وہ کون سی بات ہے جس کو عمر نہیں جانتا آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تیری بہن فاطمہ بنت خطاب اور بہنوئی سعید بن زید مسلمان ہو چکے ہیں یہ سننا تھا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ غصے میں پلٹے اور سیدھے بہن کے گھر پہنچ کر دروازہ کھٹکھٹایا اور کہا دروازہ کھولو میں عمر ہوں آپ رضی اللہ عنہ کی آواز سن کر حضرت خباب رضی اللہ عنہ جو ان دونوں میاں بیوی کو قرآن پاک پڑھا رہے تھے گھر کے ایک حصہ میں چھپ گئے بہن نے دروازہ کھولا آپ رضی اللہ عنہ اندر داخل ہوئے اور پوچھا کہ تم لوگ کیا کر رہے تھے آپ کے بہنوئی نے واضح جواب نہ دیا پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا مجھے معلوم ہوا ہے کہ تم لوگوں نے آبائی دین کو چھوڑ کر اسلام قبول کر لیا ہے آپ کی بہن نے کہا عمر جو میری سمجھ میں آیا وہ میں نے کر لیا یہ سننا تھا کہ آپ رضی اللہ عنہ نے روایت کے مطابق تلوار کا دستہ مارا ان کے سر سے خون جاری ہو گیا اور بہنوئی پر بھی تشدد کیا بہن نے کہا عمر تم مار مار کر ہمارے خون کا ایک ایک قطرہ بھی نکال دو تو ہم اب اسلام سے نہیں پھریں گے تم سے جو ہو سکتا ہے کر لو بہن کے جواب اور اسے خون میں تر بتر دیکھ کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا

غصہ کچھ ٹھنڈا ہوا اور فرمایا کہ اچھا مجھے وہ کتاب دکھاؤ جو تم لوگ پڑھ رہے تھے بہن نے جواب دیا کہ تم اس مقدس کتاب کو ہاتھ نہیں لگا سکتے اس مقدس کتاب کو صرف پاک لوگ ہی ہاتھ لگا سکتے ہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جب اصرار کیا تو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا ان کے پاس کتاب لے کر آئیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کتاب کے شروع میں بسم اللہ الرحمن الرحیم لکھی ہوئی دیکھی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ خود فرماتے ہیں کہ میں کانپ گیا پھر جب میری نظر اس آیت پر پڑھی "سبح للہ مافی السموت والارض" جو کچھ آسمانوں اور زمینوں میں ہے سب اللہ کی پاکی بیان کرتے ہیں۔

یہ پڑھ کر مجھ پر لرزہ طاری ہو گیا تیسری بار جب میں اس آیت پر پہنچا

"آمنو باللہ ورسولہ"

اللہ اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان لاؤ۔

تو بے اختیار میری زبان سے نکلا "اشہد ان لا الہ الا اللہ" یہ سن کر سب لوگ مجھے مبارک باد دینے لگے۔ حضرت حباب رضی اللہ عنہ بھی باہر نکل آئے اور فرمایا اے عمر میں تم کو خوشخبری دیتا ہوں کہ کل جمعرات کی شب حضور اقدس ﷺ نے دعا مانگی تھی کہ یا الہ العالمین عمر اور ابو جہل میں جو تجھے محبوب اور پیارا ہو اس سے اسلام کو قوت عطا فرما معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی دعا تمہارے حق میں قبول ہو گئی ہے۔

پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا مجھے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں لے چلو نبی کریم ﷺ اس وقت کوہ صفا کی وادی میں حضرت ارقم رضی اللہ عنہ کے مکان میں

تشریف فرما تھے چنانچہ یہ لوگ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بارگاہ رسالت میں لے کر چلے دروازہ پر حضرت حمزہ، حضرت طلحہ اور کچھ دوسرے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نگرانی کیلئے بیٹھے ہوئے تھے۔ یہ لوگ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی اسلام دشمنی اور عداوت سے واقف تھے لہٰذا انہیں دیکھ کر قتل کرنے کا ارادہ کیا مگر نبی کریم ﷺ کو ان حالات کے بارے میں چونکہ پہلے سے معلوم تھا لہٰذا نبی کریم ﷺ نے فرمایا دروازہ کھول دو لوگوں نے دروازہ کھول دیا دو افراد نے ان کا بازو پکڑا اور نہیں کریم ﷺ کی خدمت اقدس میں لے کر پہنچے آپ ﷺ نے فرمایا انہیں چھوڑ دو پھر آپ ﷺ نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا دامن پکڑ کر کھینچا اور فرمایا عمر مسلمان ہو جاؤ پھر فرمایا الٰہی عمر کو ہدایت دے چنانچہ عمر نے فوراً ہی کہا "اشہد ان لا الہ الا اللہ وانک عبد اللہ ورسولہ"

میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اور آپ اللہ تعالیٰ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔ پھر مسلمانوں نے اس زور سے تکبیر کہی کہ مکہ کی گلیوں میں اس تکبیر کی آواز گونجی۔

(طبرانی، البیہقی، مسلم شریف، تاریخ الخلفاء)

حدیث شریف میں آتا کہ سرکار دو عالم ﷺ دعا فرماتے تھے۔

یا الہ العالمین عمر بن خطاب اور عمر بن ہشام (ابو جہل) میں سے جو تجھے پیارا ہو اس سے اسلام کو عزت عطا فرما۔ (ترمذی شریف)

حاکم کی روایت کے مطابق حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ

حضور ﷺ نے اس طرح دعا فرمائی۔

"اللھم اعز الاسلام بعمر بن الخطاب خاصۃ"

"یا اللہ خاص طور پر عمر بن خطاب کو مسلمان بنا کر اسلام کو عزت وقوت عطا فرما"

اللہ عزوجل نے اپنے محبوب ﷺ کی دعا قبول فرمائی اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول کرلیا آپ رضی اللہ عنہ کے اسلام قبول کرلینے سے تمام مسلمانوں میں خوشی کی لہر دوڑ گئی اور انہیں ایک مضبوط سہارا مل گیا کہ وہ بلا خوف وخطر آزادی سے اپنے رب کے حضور سر بسجود ہو سکتے تھے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا اسلام لانا گویا اسلام کی فتح تھی آپ ﷺ کی ہجرت نصرت تھی اور آپ کی امامت رحمت تھی ہم میں یہ طاقت وہمت نہ تھی کہ ہم بیت اللہ شریف میں نماز پڑھ سکیں لیکن جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول کرلیا تو آپ رضی اللہ عنہ نے مشرکین پر اسقدر جلال ڈالا کہ عاجز آکر انہوں نے ہمارا پیچھا چھوڑ دیا اور ہم بیت اللہ شریف میں (اطمینان سے) نماز پڑھنے لگے۔ (طبرانی، طبقات ابن سعد)

حضرت صہیب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ایمان لائے تب اسلام ظاہر ہوا (ورنہ لوگ اپنا اسلام لانا ظاہر نہ کرتے تھے) اسلام کی طرف لوگوں کو علی الاعلان بلایا جانے لگا اور ہم کعبہ کے گرد بیٹھنے، طواف کرنے مشرکین سے بدلہ لینے اور ان کا جواب دینے لگے۔ (طبرانی)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جس نے سب سے پہلے اپنا اسلام علی الاعلان ظاہر کیا وہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ ہیں۔ (طبرانی)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ ایمان لائے تو حضرت جبرائیل علیہ السلام حاضر ہوئے اور کہا یا رسول اللہ ﷺ آسمان والے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے پر مبارک باد پیش کرتے ہیں۔ (ابن ماجہ، حاکم مستدرک)

لقب:

حضرت ذکوان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے دریافت کیا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا نام فاروق کس نے رکھا؟ تو آپ رضی اللہ عنہا نے فرمایا نبی کریم ﷺ نے (طبقات ابن سعد)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ خود فرماتے ہیں کہ جب میں کلمہ شہادت پڑھ کر مسلمان ہوگیا تو میں نے بارگاہ رسالت ﷺ میں عرض کی یا رسول اللہ ﷺ ہم حق پر نہیں؟ حضور ﷺ نے فرمایا کیوں نہیں اس پر میں نے عرض کی پھر یہ پوشیدگی کیوں ہے؟ اس کے بعد ہم سب مسلمان اسی گھر میں دو صفیں بنا کر نکلے ایک صف میں حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ تھے اور دوسری صف میں میں تھا اور ہم اسی صفوں کی شکل میں مسجد حرام میں داخل ہوگئے کفار قریش نے جب مجھے اور حمزہ رضی اللہ عنہ کو مسلمانوں کی صف میں دیکھا تو ان کو بے حد ملال ہوا اسی روز نبی کریم ﷺ نے مجھے فاروق کا لقب عطا فرمایا (کیونکہ اسلام

ظاہر ہوگیا اور حق و باطل کے درمیان فرق واضح ہوگیا)۔

ہجرت:

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے علاوہ ہم کسی ایسے شخص کو نہیں جانتے جس نے اعلانیہ ہجرت کی ہو جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ ہجرت کے لئے نکلے تو آپ رضی اللہ عنہ نے اپنی تلوار گلے میں لٹکائی اور کمان کندھے پر اور ترکش سے تیر نکال کر ہاتھ میں لیا پھر بیت اللہ شریف کے پاس حاضر ہوئے جہاں بہت سے اشراف قریش بیٹھے ہوئے تھے آپ رضی اللہ عنہ نے اطمینان سے کعبہ شریف کا طواف کیا پھر اطمینان سے مقام ابراہیم کے پاس دو رکعت نماز پڑھی پھر اشراف قریش کے پاس آ کر ایک ایک شخص سے الگ الگ فرمایا تمہارے چہرے بدشکل ہو جائیں، بگڑ جائیں اور تمہارا ستیاناس ہو جائے اس کے بعد فرمایا جو شخص اپنی ماں کو بے اولاد اپنی اولاد کو یتیم اور اپنی بیوی کو بیوہ بنانے کا ارادہ رکھتا ہو تو وہ اس طرف آ کر میرا مقابلہ کرے آپ رضی اللہ عنہ کے اس طرح للکارنے کے باوجود اشراف قریش میں سے کسی کی ہمت نہ ہوئی کہ آپ کا پیچھا کرتا (تاریخ الخلفا)

خلافت:

سیدنا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ دوسرے خلیفہ راشد ہیں امیر المومنین سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنے بعد آپ رضی اللہ عنہ کو خلیفہ منتخب فرمایا۔

علامہ واقدی سے مروی ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ جب بہت زیادہ علیل ہو گئے تو آپ رضی اللہ عنہ نے حضرت عبد الرحمن بن عوف، حضرت عثمان غنی اور دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت کے بارے میں رائے لی تو انہوں نے فرمایا کہ آپ کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ سب سے افضل ہیں۔ اور ہم لوگوں میں سے ان کا مثل کوئی نہیں ان کا باطن ان کے ظاہر سے اچھا ہے وہ اللہ کی راہ پر راضی رہتے ہیں۔ اور اللہ جس سے ناخوش ہوتا ہے اس سے وہ بھی ناخوش رہتے ہیں اور امور خلافت کے لئے ان سے زیادہ مستعد اور قوی شخص کوئی نظر نہیں آتا۔

اس کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو بلا کر وصیت نامہ لکھوایا کہ مسلمانوں اپنے بعد میں تمہارے اوپر عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو خلیفہ مقرر کیا ہے مجھے یقین ہے کہ وہ عدل و انصاف سے کام لیں گے تم لوگ ان کے احکام کو سننا اور ان کی اطاعت و فرمانبرداری کرنا، چنانچہ لوگوں نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دست حق پر بلاتردد بیعت کی اور یوں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی قیادت ہی میں جمادی الثانی 13ھ کو خلافت کے لئے نامزد ہو گئے۔

دور خلافت:

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں ایک ہزار چھتیس شہر بمعہ ملحقہ قصبات و دیہات فتح کئے گئے ان میں چار ہزار مساجد قائم کی گئیں اور چار ہزار مندر، بتکدے، آتش کدے منہدم کئے گئے اور جوامع کے اندر ایک ہزار نو سو منبر بنوا کر

رکھے گئے۔ (مدارج النبوۃ)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میں نے خواب میں اپنے آپ کو ایک کنویں پر دیکھا جس پر ایک ڈول پڑا ہوا تھا چنانچہ میں نے کنویں سے ڈول کھینچے پھر بھرا ہوا ایک ڈول ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کھینچے لیکن اس کام میں انہیں کچھ ضعف محسوس ہوا پھر عمر رضی اللہ عنہ آئے اور انہوں نے کئی ڈول کھینچے کہ کسی جوان مرد کو میں نے اس طرح ڈول کھینچتے ہوئے نہیں دیکھا پھر چاروں طرف سے پیاسے لوگ آئے اور خوب سیراب ہوئے (بخاری شریف)

امام نووی تہذیب میں یوں لکھتے ہیں کہ علماء کرام کے خیال میں اس حدیث کا اشارہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں بکثرت فتوحات ہونگی اور اسلام زیادہ پھیلے گا۔اور یونہی ہوا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں بے شمار فتوحات ہوئیں چنانچہ آپ کے دور خلافت میں دمشق،حمص،بصرہ،ایلہ،اردن طبریہ،کوفہ،اہوا ومدائن بکرین،بیت المقدس قرین،سروج،حلب انطاکیہ، نیشاپور، حلوان،سحاط،حران،نصیبین،موصل،بیتساریہ،اسکندریہ،مصر،اور نہاوند وغیرہ فتح ہوئے۔

اپنے دور خلافت میں آپ رضی اللہ عنہ نے 41ھ میں جماعت کے ساتھ نماز تراویح کا اہتمام فرمایا اور اسی سال ماہ ربیع الاول میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مشورے سے سال ہجری کا اجراء ہوا اور آپ رضی اللہ عنہ نے 17ھ میں مسجد نبوی میں توسیع فرمائی۔

آپ رضی اللہ عنہ نے اپنے دور خلافت میں لوگوں کی جاگیریں مقرر فرمائیں دفاتر کھولے اور لوگوں کو عطیات بخشے اور آپ ہی کے دور خلافت میں عراق کی سرزمین پر پہلی نماز جمعہ ادا کی گئی۔

آپ رضی اللہ عنہ نے اپنے دور خلافت میں گورنروں کے لئے شرائط مقرر فرمائیں کہ کوئی بھی والی یا گورنر ترکی گھوڑے پر سوار نہ ہو اعلیٰ درجہ کی خوراک نہ کھائے ریشمی لباس نہ پہنے اور اہل حاجت کے لئے اپنے دروازے بند نہ کرے اپنے لئے دربان نہ رکھے اگر کوئی والی خلاف ورزی کرتا تو آپ اس کو سزا دیتے تھے۔

امام شعبی فرماتے ہیں کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا یہ طریقہ تھا کہ جب آپ کسی حاکم کو کسی صوبہ پر مقرر فرماتے تو اس کے تمام مال واثاثے کی فہرست بنا کر اپنے پاس محفوظ کر لیا کرتے تھے۔ (تاریخ الخلفاء)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا اپنے دور خلافت میں یہ معمول تھا کہ اپنی رعایا کی خبر گیری کے لئے بدوی کا لباس پہن کر مدینہ منورہ کے اطراف میں گشت لگایا کرتے تھے۔آپ رضی اللہ عنہ دن و رات امور خلافت انجام دینے کے باوجود بیت المال سے کوئی خاص وظیفہ نہیں لیتے تھے اور اگر کوئی آپ کے وظیفے میں اضافے کی تجویز پیش کرتا تو آپ رضی اللہ عنہ سخت غصہ میں آجاتے اور ناراضگی ظاہر فرماتے حضرت عکرمہ بن خالد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ سیدنا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی ام المومنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا اور صاحبزادے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے ایک

روز عرض کیا کہ اگر آپ عمدہ غذا کھائیں تو امور خلافت اور زیادہ مستعدی سے انجام دیں اور امر حق پر زیادہ قوی ہو جائیں لیکن آپ رضی اللہ عنہ نے ان کا مشورہ ماننے سے انکار کر دیا اور فرمایا کہ میں نے اپنے دوستوں نبی کریم ﷺ اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو ایک خاص طریقہ کا پابند دیکھا ہے اگر میں ان کی روش اور دستور کے مطابق عمل نہیں کروں گا تو ان کی منزل کس طرح حاصل کر سکوں گا

آپ رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں قحط سالی جو کئی سال تک جاری رہی اس دوران آپ نے گھی اور گوشت تناول نہیں فرمایا۔

حضرت قتادہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں آپ رضی اللہ عنہ صوف کا لباس پہنتے تھے جس میں چمڑے کا پیوند لگا ہوتا تھا حالانکہ آپ (امیر المومنین) تھے آپ اسی لباس میں درہ لئے ہوئے بازار تشریف لے جاتے تھے اور اہل بازار کو ادب وتنبیہ فرماتے تھے۔

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ حج کیا دوران سفر آپ رضی اللہ عنہ پڑاؤ کرتے تو کوئی خیمہ یا شامیانہ نہیں لگواتے تھے بلکہ کسی درخت کے نیچے کمبل یا کپڑے وغیرہ کا سائبان ڈال لیا کرتے تھے اور اسی سائے میں آرام فرما لیا کرتے تھے۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے پاس دنیا بہت آئی لیکن انہوں نے اسے قبول نہیں کیا بلکہ ٹھکرا دیا اور حقیقت بھی یہی ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں بے شمار

ملک فتح ہوئے جہاں سے بے انتہا مال غنیمت حاصل ہوا مگر آپ رضی اللہ عنہ نے اس سے کوئی سروکار نہ رکھا اور درویشانہ زندگی ہی بسر فرمائی۔ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کو تحریر فرمایا کہ لوگوں کا ان کی تنخواہیں اور اس کے ساتھ عطیات کے طور پر بھی مال تقسیم کر دو انہوں نے آپ کو لکھا کہ میں نے ایسا ہی کیا ہے مگر اس کے باوجود مال بہت زیادہ موجود ہے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کو تحریر فرمایا کہ کل مال مال غنیمت ہے جو اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو دیا ہے لہذا وہ سب مال انہیں میں تقسیم کر دو وہ مال عمر یا اس کی اولاد کا نہیں ہے۔ (تاریخ الخلفاء)

فضائل ومناقب:

سیدنا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی ایک بہت بڑی فضیلت یہ بھی ہے کہ آپ کو حضور ﷺ کا سسرالی رشتہ دار ہونے کا شرف حاصل ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ ام المومنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہ کے والد ہیں۔ جب آپ مسلمان ہوئے تو حضرت جبرائیل علیہ السلام نے بارگاہ رسالت ﷺ میں حاضر ہوئے اور کہا کہ آسمان والے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے پر مبارک باد پیش کرتے ہیں۔

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا اے عمر (رضی اللہ عنہ) مجھے اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے جس راستے سے تم گزرو گے اس راستے سے شیطان نہیں گزرے گا بلکہ وہ

دوسرے راستے سے جائے گا (بخاری شریف)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ وہ شخص جس پر اللہ عزوجل سب سے پہلے سلام بھیجے گا جنت میں داخل فرمائے گا وہ عمر رضی اللہ عنہ ہیں۔ (بخاری شریف)

سرکار اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اگر میرے بعد نبی ہوتے تو عمر ہوتے (ترمذی شریف)

نبی کریم ﷺ تے ارشاد فرمایا:

عمر مجھ سے ہیں اور میں عمر سے ہوں اور عمر جس جگہ بھی ہوتے ہیں حق ان کے ساتھ ہوتا ہے (مدارج النبوۃ)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضور پرنور ﷺ نے ارشاد فرمایا میں بلاشبہ نگاہ نبوت سے دیکھ رہا ہوں کہ جن کے شیطان بھی اور انسان کے شیطان بھی دونوں عمر رضی اللہ عنہ کے خوف سے بھاگتے ہیں۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی دیانتداری اور تقویٰ شعاری کی فضیلت و درجہ کا اندازہ اس حدیث مبارکہ سے بخوبی لگایا جا سکتا ہے کہ جسے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا گیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا میں سو رہا تھا تو خواب میں دیکھا کہ لوگ میرے سامنے پیش کئے جا رہے ہیں اور مجھ کو دکھائے جا رہے ہیں وہ سب کُرتے پہنے ہوئے تھے جن میں سے کچھ لوگوں کے کُرتے ایسے تھے جو

صرف سینے تک تھی اور بعض لوگوں کے کرتے اس سے نیچے تھے پھر (حضرت) عمر بن خطاب (رضی اللہ عنہ) کو پیش کیا گیا جو اتنا لمبا کرتا پہنے ہوئے تھے کہ زمین پر گھسٹتے ہوئے چلتے تھے لوگوں نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ اس کی کیا تعبیر ہے؟ تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ دین (بخاری شریف)

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی سچائی، راست گوئی اور قلب و زبان پر حق جاری رہنے کی فضیلت پر حدیث مبارکہ موجود ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ نے عمر کی زبان و قلب پر حق جاری فرما دیا ہے۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا جس نے عمر سے دشمنی رکھی اس نے مجھ سے دشمنی رکھی اور جس نے عمر سے محبت کی اس نے مجھ سے محبت کی۔ (طبرانی اوسط)

ایک اور ارشاد نبوی ﷺ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے عمر (رضی اللہ عنہ) پر خصوصاً فخر و مباہات کی ہے، حضور پرنور ﷺ کا ارشاد پاک ہے ہر نبی کی امت میں ایک محدث ضرور ہوا اور میری امت میں بلاشبہ کوئی محدث ہے تو وہ عمر ہیں۔ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ محدث کیسا ہوتا ہے؟ تو حضور ﷺ نے فرمایا جس کی زبان سے ملائکہ بات کریں۔ (بخاری و مسلم)

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک بڑی فضیلت یہ ہے کہ قرآن مجید

آپ کی رائے کے مطابق نازل ہوا تھا۔ جیسا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ان کے رب عزوجل نے اکیس باتوں میں ان سے موافقت فرمائی ہے جن میں سے چند کا ذکر درج ذیل ہے۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے سرکار اقدس ﷺ سے عرض کیا کہ حضور آپ کی خدمت میں ہر طرح کے لوگ آتے جاتے ہیں اور حضور کی خدمت میں ازواج مطہرات بھی ہوتی ہیں بہتر ہے کہ آپ ان کو پردہ کرنے کا حکم فرمائیں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میری اس عرض کے بعد امہات المومنین کے پردے کے بارے میں یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔

”اور جب تم امہات المومنین سے استعمال کرنے کی کوئی چیز مانگو تو پردے کے باہر سے مانگو“ (پارہ 22 رکوع 4)

پہلی شریعتوں میں روزہ افطار کرنے کے بعد کھانا پینا اور ہمبستری کرنا عشاء کی نماز تک جائز تھا بعد نماز عشاء رات میں بھی یہ چیزیں حرام ہو جاتی تھیں یہ حکم حضور ﷺ کے زمانہ مبارک تک باقی رہا یہاں تک کہ رمضان شریف کی رات میں ایک مرتبہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنی زوجہ سے ہمبستر ہو گئے جس پر وہ بہت نادم اور شرمندہ ہوئے اور بارگاہ رسالت میں حاضر ہو کر ندامت کا اظہار کیا تو اس بات پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔

”کہ روزوں کی راتوں میں اپنی عورتوں کے پاس جانا (ان سے ہمبستری

کرنا) تمہارے لئے حلال ہو گیا ہے۔ (پارہ 2 رکوع 7)

بشر نامی ایک مسلمان نما منافق کا ایک یہودی سے جھگڑا ہو گیا یہودی نے کہا چلو سید عالم ﷺ سے فیصلہ کرا لیں حضور ﷺ نے یہودی کے حق میں فیصلہ دے دیا لیکن اس مسلمان نما منافق نے حضور ﷺ کے اس فیصلے کو ماننے سے انکار کر دیا اور اس یہودی کو لیکر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے پاس حاضر ہوا یہودی نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے عرض کیا کہ ہمارا فیصلہ حضور ﷺ طے فرما چکے ہیں لیکن یہ مسلمان آپ ﷺ کے فیصلے کو ماننے کو تیار نہیں اور چاہتا ہے کہ آپ سے فیصلہ کروائے آپ رضی اللہ عنہ نے کہا ٹھہرو میں ابھی آ کر فیصلہ کئے دیتا ہوں یہ فرما کر آپ مکان میں تشریف لے گئے اور تلوار لا کر منافق کا سر اڑا دیا اور فرمایا کہ جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے فیصلے کو نہ مانے اس کے متعلق میرا یہی فیصلہ ہے۔

آپ کے اس فیصلے سے ہر ایک کے دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی تلوار ایک مومن پر اٹھ گئی پھر اللہ عزوجل نے درج ذیل آیت مبارکہ نازل فرمائی۔

”اے محبوب تمہارے رب کی قسم وہ لوگ مسلمان نہ ہوں گے جب تک اپنے آپس کے جھگڑا میں تمہیں حاکم تسلیم نہ کر لیں پھر جو کچھ تم حکم فرما دو اپنے دلوں میں اسے رکاوٹ نہ پائیں اور دل سے مان لیں۔“ (پارہ 5 رکوع 4)

اس آیت مبارکہ کا مطلب یہی ہوا کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے صحیح

فیصلہ فرمادیا اور ان کی تلوار کسی مسلمان پر نہیں بلکہ ایک منافق پر اٹھی تھی۔

اسی طرح غزوہ بدر کے موقع پر جب آنحضرت ﷺ نے صحابہ کرام علیہم الرضوان سے جنگ کرنے کے بارے میں مشورہ طلب فرمایا تو صحابہ کرام نے فرمایا کہ ہم تیاری سے نہیں چلے تھے اور نہ ہماری تعداد زیادہ ہے اور سامان حرب کی بھی بہت قلت ہے مگر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے بدر کی طرف نکل کر کافروں سے مقابلہ کرنے کا مشورہ دیا اس کے بعد یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔

"اے محبوب تمہیں تمہارے رب نے تمہارے گھر سے حق کے ساتھ (بدر کی طرف) برآمد کیا اور بے شک مسلمانوں کا ایک گروہ اس پر ناخوش تھا۔(پارہ 9 رکوع 15)

حضرت عبدالرحمن بن ابو العلی رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ ایک یہودی حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے ملا اور آپ رضی اللہ عنہ سے کہنے لگا کہ جبرائیل فرشتہ جس کا ذکر تمہارے نبی کریم ﷺ کرتے ہیں وہ ہمارا سخت دشمن ہے اس کے جواب میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا جو کوئی دشمن ہو اللہ اور اس کے فرشتوں اور اس کے رسولوں اور جبرائیل ومیکائیل کا تو اللہ دشمن ہے کافروں کا" جن الفاظ کے ساتھ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے یہودی کو جواب دیا بالکل انہی الفاظ کے ساتھ قرآن مجید کی آیت کریمہ نازل ہوئی۔(پارہ 1 رکوع 12)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ

عنہ کی فضیلت و بزرگی ان باتوں سے ظاہر ہے اول یہ کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی باتوں اور رائے کے مطابق وحی الٰہی اور قرآن مجید کی آیت نازل ہوئی تھیں۔

دوم یہ کہ نبی کریم ﷺ نے آپ رضی اللہ عنہ کے متعلق دعا فرمائی کہ الٰہی عمر رضی اللہ عنہ کو مسلمان بنا کر اسلام کا غلبہ عطا فرما۔

سوم یہ کہ آپ رضی اللہ عنہ سب سے پہلے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے بیعت خلافت کرنا حضرت مجاہد فرماتے ہیں کہ ہم آپس میں ذکر کیا کرتے تھے کہ شیاطین حضرت عمر فاروق رضی اللہ کے دورِ خلافت میں مقید رہے اور آپ کے بعد آزاد ہو کر ہر طرف پھیل گئے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی سیرت کے بارے میں دریافت کیا گیا تو آپ نے فرمایا حضرت عمر فاروق رضی اللہ کی مثال اس پرندے کی ہے جس کو دیکھ کر یہ آرزو ہوتی ہے کہ میں اس کو کسی نہ کسی طرح اپنے دامن میں لے لوں۔ روایت ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے چہرے پر کثرت گریہ کے سبب (خوف الٰہی کی وجہ سے) سیاہ لکیریں ہوگئیں تھیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم اصحاب محمد ﷺ کو کوئی شک نہیں ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی زبان پر سکینہ گویا ہے۔ حضرت کعب کا بیان ہے کہ میں آپ کو تورات میں شہید لکھا ہوا پاتا ہوں۔

حلیہ مبارک:

علامہ سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ابن عساکر سے روایت کی ہے کہ حضرت عمر

رضی اللہ عنہ طویل القامت اور فربہ اندام تھے آپ کے بال جھڑے ہوئے تھے رنگ گورا چٹا تھا جس میں سرخی جھلک مارتی تھی گال اندر کو دھنسے ہوئے تھے اور مونچھیں لمبی تھیں آپ رضی اللہ عنہ لمبے قد کے مالک تھے مجمع میں آپ کا سر دوسروں سے اونچا معلوم ہوتا تھا۔اور دیکھنے میں ایسا محسوس ہوتا کہ جیسے آپ کسی سواری پر سوار ہوں۔

ابن سعد نے روایت کی ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے والد حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا حلیہ اس طرح بیان فرمایا ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ کا رنگ سرخی مائل سفید تھا اور آخری عمر میں سر کے بال جھڑ گئے تھے۔حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا رنگ جو لوگ گندمی بتاتے ہیں انہوں نے قحط کے زمانے میں آپ کو دیکھا ہو گا اس لئے کہ اس زمانے میں آپ کا رنگ زیتون کا تیل استعمال کرنے کے سبب گندمی ہو گیا تھا۔(تاریخ الخلفاء)

کرامات

دعا کی قبولیت:

ابو ہدبہ حمصی کا بیان ہے کہ جب امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو یہ خبر ملی کہ عراق کے لوگوں نے آپ رضی اللہ عنہ کے گورنر کو اس کے منہ پر کنکریاں مار کر اور ذلیل ورسوا کر کے شہر سے باہر نکال دیا ہے تو آپ رضی اللہ عنہ کو اس خبر سے انتہائی رنج وقلق ہوا اور آپ بے انتہا غضبناک ہو کر مسجد نبوی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام میں تشریف لے

گئے اور اسی غیظ وغضب کی حالت میں آپ رضی اللہ عنہ نے نماز شروع کر دی لیکن چونکہ آپ فرط غضب سے مضطرب تھے اس لئے آپ رضی اللہ عنہ کو نماز میں سہو ہو گیا اور آپ اس رنج وغم سے اور بھی زیادہ بے تاب ہو گئے اور انتہائی رنج وغم کی حالت میں آپ رضی اللہ عنہ نے یہ دعا مانگی کہ:

"یا اللہ عزوجل قبیلہ ثقیف کے لونڈے (حجاج بن یوسف ثقفی) کو ان لوگوں پر مسلط فرما دے جو زمانہ جاہلیت کا حکم چلا کر ان عراقیوں کے نیک و بد کسی کو بھی نہ بخشے۔"

چنانچہ آپ رضی اللہ عنہ کی یہ دعا قبول ہو گئی اور عبدالملک بن مروان اموی کے دور حکومت میں حجاج بن یوسف ثقفی دراق کا گورنر بنا اور اس کے عراق کے باشندوں پر ظلم وستم کا ایسا پہاڑ توڑا کہ عراق کی زمین بلبلا اٹھی۔حجاج بن یوسف ثقفی اتنا بڑا ظالم تھا کہ اس نے جن لوگوں کو رسی سے باندھ کر اپنی تلوار سے قتل کیا ان مقتولوں کی تعداد ایک لاکھ یا اس سے کچھ زائد ہی ہے اور جو لوگ اس کے حکم سے قتل کئے گئے ان کی گنتی کا تو کچھ شمار ہی نہیں ہو سکا۔حضرت ابن لہیعہ محدث نے فرمایا کہ جس وقت امیر المومنین رضی اللہ عنہ نے یہ دعا مانگی تھی اس وقت حجاج بن یوسف ثقفی پیدا بھی نہیں ہوا تھا۔(ازالۃ الخلفاء جلد 4 ص 108)

جو کہہ دیا وہ ہو گیا:

ربیعہ بن امیہ بن خلف نے امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے اپنا یہ خواب بیان کیا کہ میں نے یہ خواب دیکھا ہے کہ میں ایک ہرے بھرے میدان میں ہوں پھر

میں اس میں سے نکل کر ایک ایسے چٹیل میدان میں آ گیا جس میں کہیں دور دور تک گھاس یا درخت کا نام ونشان بھی نہیں تھا اور جب میں نیند سے بیدار ہوا تو واقعی میں ایک بنجر میدان میں تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تو ایمان لائے گا پھر اس کے بعد کافر ہو جائے گا اور کفر ہی کی حالت میں مرے گا اپنے خواب کی یہ تعبیر سن کر وہ کہنے لگا کہ میں نے کوئی خواب نہیں دیکھا میں نے یوں ہی جھوٹ موٹ آپ سے یہ کہہ دیا ہے آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تو نے خواب دیکھا ہو یا نہ دیکھا ہو مگر میں نے جو تعبیر دی ہے وہ اب پوری ہو کر رہے گی چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ مسلمان ہونے کے بعد اس نے شراب پی اور امیر المومنین رضی اللہ عنہ نے اس کو درہ مار کر سزا دی اور اور اس کو شہر بدر کر کے خیبر بھیج دیا۔ وہ ظالم وہاں سے بھاگ کر روم کی سرزمین میں چلا گیا اور وہاں جا کر وہ مردود نصرانی ہو گیا اور مرتد ہو کر کفر ہی کی حالت میں مر گیا۔ (ازالۃ الخلفا، مقصد 2 صفحہ 170)

قبر والوں سے گفتگو:

امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ ایک مرتبہ ایک نوجوان صالح کی قبر پر تشریف لے گئے اور فرمایا کہ اے فلاں اللہ تعالیٰ نے وعدہ فرمایا ہے کہ:

''یعنی جو شخص اپنے رب کے حضور کھڑے ہونے سے ڈر گیا اس کے لئے دو جنتیں ہیں۔'' (پارہ 27 سورہ رحمٰن)

اے نوجوان بتا تیری قبر میں کیا حال ہے اس نوجوان صالح نے قبر کے اندر سے آپ کا نام لیکر پکارا اور باآواز بلند دو مرتبہ جواب دیا کہ میرے رب نے یہ دونوں

جنتیں مجھے عطا کر فرمادی ہیں۔ (حجۃ اللہ علی العالمین، الخاتمہ فی اثبات کرامات الاولیاء ۔۔الخ، المطلب الثالث فی ذکر جملۃ جمیلۃ ۔۔۔الخ ص 612)

مدینہ کی آواز نہاوند تک:

امیر المومنین حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے حضرت ساریہ رضی اللہ عنہ کو ایک لشکر کا سپہ سالار بنا کر نہاوند کی سرزمین میں جہاد کرنے کے لئے روانہ فرمایا آپ جہاد میں مصروف تھے کہ ایک دن حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے مسجد نبوی کے منبر پر خطبہ پڑھتے ہوئے ناگہاں یہ ارشاد فرمایا کہ ''یا ساریۃ الجبل'' (یعنی اے ساریہ پہاڑ کی طرف اپنی پیٹھ کرلو) حاضرین مسجد حیران رہ گئے کہ حضرت ساریہ رضی اللہ عنہ سرزمین نہاوند میں مصروف جہاد ہیں اور مدینہ منورہ سے سینکڑوں میل کی دوری پر ہیں۔ آج امیر المومنین نے انہیں کیونکر کیسے پکارا؟ لیکن نہاوند سے جب حضرت ساریہ رضی اللہ عنہ کا قاصد آیا تو اس نے یہ خبر دی کہ میدان جنگ میں جب کفار سے مقابلہ ہوا تو ہم کو شکست ہونے لگی اتنے میں ناگہاں ایک چیخنے والے کی آواز آئی جو چلا چلا کر یہ کہہ رہا تھا کہ اے ساریہ تم پہاڑ کی طرف اپنی پیٹھ کرلو حضرت ساریہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ یہ تو امیر المومنین حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی آواز ہے۔ یہ کہا اور فوراً ہی انہوں نے اپنے لشکر کو پہاڑ کی طرف پشت کر کے صف بندی کا حکم دیا اور اس کے بعد جو ہمارے لشکر کی کفار سے ٹکر ہوئی تو ایک دم اچانک جنگ کا پانسہ ہی پلٹ گیا اور دم زدن میں اسلامی لشکر نے کفار کی فوجوں کو روند ڈالا اور عساکر اسلامیہ کے قاہرانہ حملوں کی تاب نہ

لاکرکفار کالشکر میدان جنگ چھوڑ کر بھاگ نکلا اور افواج اسلام نے فتح مبین کا پرچم لہرا دیا۔

(تاریخ الخلفاء ،الخلفاء الراشدون ،عمر الفاروق ،فصل فی کراماتہ ،ص 99 ملتقطا وحجۃ اللہ علی العالمین ،الخاتمۃ فی اثبات کرامات الاولیاء ۔۔۔ الخ المطلب الثالث فی ذکر جملۃ جمیلۃ ۔۔۔ الخ ص 612 ملخصاً)

لوگوں کی تقدیر میں کیا ہے؟:

عبداللہ بن مسلمہ کہتے ہیں کہ ہمارے قبیلے کا ایک وفد امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی بارگاہ خلافت میں آیا تو اس جماعت میں اشتر نام کا ایک شخص بھی تھا امیر المومنین رضی اللہ عنہ اس کو سر سے پیر تک بار بار گرم گرم نگاہوں سے دیکھتے رہے پھر مجھ سے دریافت فرمایا کہ کیا یہ شخص تمہارے ہی قبیلہ کا ہے؟ میں نے کہا ”جی ہاں“ اس وقت آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ خداعزوجل اس کو غارت کرے اور اس کے شر وفساد سے اس امت کو محفوظ رکھے ۔امیر المومنین رضی اللہ عنہ کی دعا کے بیس برس بعد جب باغیوں نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو شہید کیا تو یہی ”اشتر“ اس باغی گروہ کا ایک بہت بڑا لیڈر تھا۔

اسی طرح ایک مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ملک شام کے کفار سے جہاد کرنے کے لئے لشکر بھرتی فرمارہے تھے ناگہاں ایک ٹولی آپ کے سامنے آئی تو آپ رضی اللہ عنہ نے انتہائی کراہت کے ساتھ ان لوگوں کی طرف سے منہ پھیر لیا پھر دوبارہ یہ لوگ

آپ کے روبرو آئے تو آپ نے منہ پھیر کر ان لوگوں کو اسلامی فوج میں بھرتی کرنے سے انکار کردیا۔لوگ آپ رضی اللہ عنہ کے اس طرز عمل سے انتہائی حیران تھے لیکن آخر یہ راز کھلا کہ اس ٹولی میں ”اسود تجیبی“ بھی تھا جس نے اس واقعہ سے بیس برس بعد حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو اپنی تلوار سے شہید کیا اور اس ٹولی میں عبدالرحمن بن ملجم مرادی بھی تھا جس نے اس واقعہ کے تقریباً چھبیس برس کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اپنی تلوار سے شہید کرڈالا۔(ازالۃ الخفاء عن خلافۃ الخلفاء مقصد دوم الفصل الرابع ،ج 4 ص 109)

دور سے پکار کا جواب:

حضرت امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے سرزمین روم میں مجاہدین اسلام کا ایک لشکر بھیجا پھر کچھ دنوں کے بعد بالکل ہی اچانک مدینہ منورہ میں نہایت ہی بلند آواز سے آپ نے دو مرتبہ فرمایا۔یا لبیکاہ یا لبیکاہ (یعنی اے شخص میں تیری پکار پر حاضر ہوں) اہل مدینہ حیران رہ گئے اور ان کی سمجھ میں کچھ بھی نہ آیا کہ امیر المومنین رضی اللہ عنہ کس فریاد کرنے والے کی پکار کا جواب دے رہے ہیں؟ لیکن جب کچھ دنوں کے بعد وہ لشکر مدینہ منورہ واپس آیا اور اس لشکر کا سپہ سالار اپنی فتوحات اور اپنے جنگی کارناموں کا ذکر کرنے لگا تو امیر المومنین رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ان باتوں کو چھوڑ دو پہلے بتاؤ کہ جس مجاہد کو تم نے زبردستی دریا میں اتارا تھا اور اس نے ”یا عمراہ یا عمراہ“ (اے میرے عمر میری خبر لیجئے) پکارا تھا اس کا کیا واقعہ تھا۔سپہ سالار نے فاروقی جلال سے سہم کر کانپتے ہوئے عرض کیا کہ امیر المومنین مجھے اپنی فوج کو دریا کے پار لے جانا تھا اس

لئے میں نے پانی کی گہرائی کا اندازہ کرنے کے لئے اس کو دریا میں اترنے کا حکم دیا چونکہ موسم بہت ہی سرد تھا اور زوردار ہوائیں چل رہی تھیں اس لئے اس کو سردی لگ گئی اور اس نے دو مرتبہ زور زور سے "یا عمراہ یا عمراہ" کہہ کر آپ کو پکارا پھر یکایک اس کی روح پرواز کرگئی۔ خدا گواہ ہے کہ میں نے ہرگز ہرگز اس کو ہلاک کرنے کے ارادے سے دریا میں اترنے کا حکم نہیں دیا تھا۔ جب اہل مدینہ نے سپہ سالار کی زبانی یہ قصہ سنا تو ان لوگوں کی سمجھ میں آ گیا کہ امیر المومنین رضی اللہ عنہ نے ایک دن جو دو مرتبہ یا لبیکاہ یا لبیکاہ۔ فرمایا تھا درحقیقت یہ اسی مظلوم مجاہد کی فریاد و پکار کا جواب تھا ۔امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ سپہ سالار کا بیان سن کر غیظ و غضب میں بھر گئے اور فرمایا کہ سرد موسم اور ٹھنڈی ہواؤں کے جھونکوں میں اس مجاہد کو دریا کی گہرائی میں اتارنا یہ قتل خطا کے حکم میں ہے لہٰذا تم اپنے مال میں سے اس کے وارثوں کو اس کا خون بہا دو گے اور خبردار خبردار آئندہ کسی سپاہی سے ہرگز ہرگز کبھی کوئی ایسا کام نہ لینا جس میں اس کی ہلاکت کا اندیشہ ہو کیونکہ میرے نزدیک ایک مسلمان کا ہلاک ہو جانا بڑی سے بڑی ہلاکتوں سے بھی کہیں بڑھ چڑھ کر ہلاکت ہے۔ (ازالۃ الخلفاء مقصد 2 ص 172)

دو غیبی شیر:

روایت ہے کہ بادشاہ روم کا بھیجا ہوا ایک عجمی کافر مدینہ منورہ آیا اور لوگوں سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا پتہ پوچھا لوگوں نے بتایا کہ وہ دوپہر کو کھجور کے باغوں میں شہر

سے کچھ دور قیلولہ فرماتے ہوئے تم کو ملیں گے۔ یہ عجمی کافر ڈھونڈتے ڈھونڈتے آپ کے پاس پہنچ گیا اور یہ دیکھا کہ آپ اپنا چمڑے کا درہ اپنے سر کے نیچے رکھ کر زمین پر گہری نیند سو رہے ہیں۔ عجمی کافر اس ارادے سے تلوار کو نیام سے نکال کر آگے بڑھا کہ امیر المومنین رضی اللہ عنہ کو قتل کر کے بھاگ جائے مگر وہ جیسے ہی آگے بڑھا بالکل ہی اچانک اس نے یہ دیکھا کہ دو شیر منہ پھاڑتے ہوئے اس پر حملہ کرنے والے ہیں۔ یہ خوفناک منظر دیکھ کر وہ خوف و دہشت سے بلبلا کر چیخ پڑا اور اس کی چیخ کی آواز سے امیر المومنین رضی اللہ عنہ بیدار ہو گئے اور یہ دیکھا کہ عجمی اور دہشت کا سبب دریافت فرمایا تو اس نے سچ سچ سارا واقعہ بیان کر دیا اور پھر بلند آواز سے کلمہ پڑھ کر مشرف بہ اسلام ہو گیا اور امیر المومنین رضی اللہ عنہ نے اس کے ساتھ نہایت ہی مشفقانہ برتاؤ فرما کر اس کے قصور کو معاف کر دیا۔ (ازالۃ الخلفاء مقصد 2 ص 172، تفسیر کبیر ج 5 ص 478)

قبر میں بدن سلامت:

ولید بن عبد الملک اموی کے دور حکومت میں جب روضہ منورہ کی دیوار گر پڑی اور بادشاہ کے حکم سے تعمیر جدید کے لئے بنیادی کھودی گئی تو ناگہاں بنیاد میں ایک پاؤں نظر آیا لوگ گھبرا گئے اور سب نے یہی خیال کیا کہ یہ حضور اکرم ﷺ کا پائے اقدس ہے لیکن جب عروہ بن زبیر صحابہ رضی اللہ عنہ نے دیکھا اور پہچانا پھر قسم کھا کر یہ فرمایا کہ یہ حضور انور ﷺ کا مقدس پاؤں نہیں ہے بلکہ یہ امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا قدم شریف ہے تو لوگوں نے گھبراہٹ اور بے چینی میں قدرے سکون ہوا۔

(بخاری شریف ج1 ص186)

دریائے نیل کے نام خط:

روایت ہے کہ امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں ایک مرتبہ مصر کا دریائے نیل خشک ہوگیا۔ مصری باشندوں نے مصر کے گورنر عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے فریاد کی اور یہ کہا کہ مصر کی تمام تر پیداوار کا دارومدار اسی دریائے نیل کے پانی پر ہے۔ اے امیر اب تک ہمارا یہ دستور رہا کہ جب کبھی بھی یہ دریا سوک جاتا تھا تو ہم لوگ ایک خوبصورت کنواری لڑکی کو اس دریا میں زندہ دفن کر کے دریا کی بھینٹ چڑھایا کرتے تھے۔ تو یہ دریا جاری ہو جایا کرتا تھا اب ہم کیا کریں؟ گورنر نے جواب دیا کہ ارحم الرحمین اور رحمۃ اللعالمین کا رحمت بھرا دین ہمارا اسلام ہرگز ہرگز کبھی بھی اس بے رحمی اور ظالمانہ فعل کی اجازت نہیں دے سکتا لہٰذا تم لوگ انتظار کرو میں دربار خلافت میں خط لکھ کر دریافت کرتا ہوں وہاں سے جو حکم ملے گا ہم اس پر عمل کریں گے چنانچہ ایک قاصد گورنر کا خط لیکر مدینہ منورہ دربار خلافت میں حاضر ہوا امیر المومنین رضی اللہ عنہ نے گورنر کا خط پڑھ کر دریائے نیل کے نام ایک خط تحریر فرمایا جس کا مضمون یہ تھا:

''اے دریائے نیل! اگر تو خود بخود جاری ہوا کرتا تھا تو ہم کو تیری کوئی ضرورت نہیں ہے اور اگر تو اللہ تعالیٰ کے حکم سے جاری ہوتا تھا تو پھر اللہ تعالیٰ کے حکم سے جاری ہوجا''

امیر المومنین رضی اللہ عنہ نے اس خط کو قاصد کے حوالے فرمایا اور حکم دیا کہ

میرے اس خط کو دریائے نیل میں دفن کر دیا جائے چنانچہ آپ کے فرمان کے مطابق گورنر مصر نے اس خط کو دریائے نیل کی خشک ریت میں دفن کر دیا، خدا کی شان کہ جیسے ہی امیر المومنین رضی اللہ عنہ کا خط دریا میں دفن کیا گیا فوراً ہی دریا جاری ہوگیا اور اس کے بعد پھر کبھی خشک نہیں ہوا۔ (حجۃ اللہ، ج،2 ص،861 و ازالۃ الخلفاء، مقصد2، 166)

چادر دیکھ کر آگ بجھ گئی:

روایت میں ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ کی خلافت کے دور میں ایک مرتبہ ناگہاں ایک پہاڑ کے غار سے ایک بہت ہی خطرناک آگ نمودار ہوئی جس نے آس پاس کی تمام چیزوں کو جلا کر راکھ کا ڈھیر بنا دیا جب لوگوں نے دربار خلافت میں فریاد کی تو امیر المومنین رضی اللہ عنہ نے حضرت تمیم رضی اللہ عنہ کو اپنی چادر مبارک عطا فرمائی اور ارشاد فرمایا کہ تم میری یہ چادر لے کر آگ کے پاس چلے جاؤ چنانچہ حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ اس مقدس چادر کو لے کر روانہ ہو گئے اور جیسے ہی آگ کے قریب پہنچے یکا یک وہ آگ بجھنے اور پیچھے ہٹنے لگی یہاں تک کہ وہ غار کے اندر چلی گئی اور یہ چادر لے کر غار کے اندر داخل ہو گئے تو وہ بالکل ہی بجھ گئی اور پھر کبھی بھی ظاہر نہیں ہوئی۔ (ازالۃ الخلفاء مقصد2 ص172)

مار سے زلزلہ ختم:

امام الحرمین نے اپنی کتاب ''الشامل'' میں تحریر فرمایا کہ ایک مرتبہ مدینہ

منورہ میں زلزلہ آ گیا اور زمین زوروں کے ساتھ کانپنے اور ہلنے لگی۔ امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جلال میں بھر کر زمین پر ایک درہ مارا اور بلند آواز سے تڑپ کر فرمایا: قری الم اعدل علیك. (اے زمین، ساکن ہو جا کیا میں نے تیرے اوپر عدل نہیں کیا) آپ کا فرمان جلالت نشان سنتے ہی زمین ساکت ہوگئی اور زلزلہ ختم ہوگیا۔ (حجۃ اللہ ج 2 ص، 861 و ازالۃ الخلفاء مقصد 2 ص 172)

شہادت:

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کے مجوسی غلام ابولولو نے ایک مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے شکایت کی کہ اس کے آقا حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ اس کے ساتھ زیادتی کرتے ہیں اور روزانہ اس سے چار درہم وصول کرتے ہیں آپ اس میں کمی کروا دیجئے آپ نے فرمایا کہ تم لوہار اور بڑھئی کا کام خوب جانتے ہو اور نقاشی بھی بہت اچھی کرتے ہو تو چار درہم یومیہ تمہارے اوپر زیادہ نہیں تجھے اپنے آقا کے ساتھ اچھی طرح پیش آنا چاہیے ابولولو کو آپ رضی اللہ عنہ کا یہ جواب ناگوار گزرا اور وہ غصہ میں تلملاتا واپس چلا گیا کچھ دنوں کے بعد حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اسے بلایا اور فرمایا کہ تو تو کہتا تھا کہ میں ایسی چکی تیار کروں گا جو ہوا سے چلے گی تو اس نے بگوے تیوروں سے کہا کہ ہاں میں آپ کے لئے ایسی چکی تیار کروں گا جس کا لوگ ہمیشہ ذکر کیا کریں گے جب وہ چلا گیا تو آپ رضی اللہ عنہ نے کہا یہ مجھے قتل کی دھمکی دے کر گیا ہے مگر آپ رضی اللہ عنہ نے اس کے خلاف کوئی کارروائی نہ کی۔

حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ کے غلام لولو نے آپ رضی اللہ عنہ کے قتل کا ارادہ کرلیا اور ایک خنجر پر دھار لگا کر اسے زہر میں بجھا کر اپنے پاس رکھ لیا حضرت عمر رضی اللہ عنہ فجر کی نماز کے لئے مسجد نبوی تشریف لے گئے آپ رضی اللہ عنہ کا معمول تھا کہ تکبیر سے پہلے فرمایا کرتے تھے کہ صفیں سیدھی کرلو چنانچہ یہ سن کر ابولولو آپ رضی اللہ عنہ کے بالکل قریب آ گیا اور فوراً ہی آپ رضی اللہ عنہ کے کندھے اور پہلو میں خنجر سے دو وار کئے جس سے آپ گر پڑے اس کے بعد ابولولو نے مزید نمازیوں پر حملہ کردیا اور تیرہ آدمی زخمی کر دیا جس میں سے چند حضرات بعد میں انتقال کر گئے۔ جس وقت ابولولو لوگوں کو زخمی کر رہا تھا ایک عراقی نے اس پر کپڑا ڈال دیا جب وہ اس کپڑے میں الجھ گیا تو اس نے اسی وقت خودکشی کرلی۔ چونکہ طلوع آفتاب کا وقت قریب ہی تھا اس لئے حضرت عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے دو بہت ہی چھوٹی سورتوں کے ساتھ نماز پڑھائی پھر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو گھر پر لایا گیا پہلے آپ کو نبیذ پلائی گئی لیکن وہ زخموں سے باہر نکل گئی۔ اسی دوران لوگوں نے عرض کیا امیر المومنین آپ وصیت کرنا چاہیں تو کر دیجئے اور کسی کو خلافت کے لئے بھی منتخب فرما دیجئے آپ رضی اللہ عنہ نے خلافت کے لئے حضرت علی، حضرت طلحہ، حضرت عثمان، حضرت زبیر، حضرت عبد الرحمن بن عوف اور حضرت سعد رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے نام ارشاد فرمائے اور فرمایا کہ ان ہی میں سے کسی کو خلیفہ مقرر کیا جائے اور فرمایا کہ مجلس شوریٰ کے انتظام میں عبد اللہ ابن عمر کو ضرور بٹھائیں مگر خلافت سے انہیں کوئی سروکار نہ ہوگا پھر آپ نے لوگوں سے فرمایا

میں اپنے بعد منتخب ہونے والے خلیفہ کو وصیت کرتا ہوں کہ وہ اللہ تعالیٰ سے ڈرتا رہے اور تمام مہاجرین وانصار اور تمام رعایا کے ساتھ نیکی سے کام لے پھر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ جاؤ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے کہو عمر رضی اللہ عنہ اپنے دوستوں کے پاس دفن ہونے کی اجازت چاہتا ہے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے پاس گئے اور اپنے والد گرامی کی خواہش کا اظہار کیا تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ارشاد فرمایا کہ یہ جگہ تو میں نے اپنے لئے رکھی تھی مگر میں آج اپنی ذات پر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو ترجیح دیتی ہوں جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو اس اجازت کی خوشخبری ملی تو آپ نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا اور اس طرح 26 ذوالحجہ بروز بدھ آپ زخمی ہوئے اور تین دن بعد 29 ذوالحجہ بروز ہفتہ 63 سال کی عمر میں جام شہادت نوش فرمایا۔ حضرت صہیب نے آپ کی نماز جنازہ پڑھائی آپ کی وصیت کے مطابق روضہ رسول میں آپ کو نبی کریم ﷺ اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پہلو مبارک میں سپرد خاک کر دیا گیا۔ بخاری شریف میں ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے بارگاہ الٰہی میں اس طرح دعا فرمایا کرتے تھے یا الہ العالمین مجھے اپنی راہ میں شہادت عطا فرما اور اپنے رسول ﷺ کے شہر میں مجھے موت نصیب فرما۔ چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی دعا بارگاہ الٰہی میں مقبول ہوئی اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے مدینہ منورہ میں جام شہادت نوش فرمایا۔

نبی کریم ﷺ کے نواسے اور نواسیاں

علی بن ابو العاص رضی اللہ عنہ

حضور ﷺ کی سب سے بڑی صاحبزادی سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کے بیٹے کا نام علی بن ابو العاص رضی اللہ عنہ تھا حضور ﷺ نے خود آپ کی تربیت اور پرورش فرمائی فتح مکہ کے روز یہی علی بن ابو العاص اپنے نانا جان ﷺ کے اونٹ پر آپ کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے آپ ﷺ کے یہ نواسے بلوغت کی عمر پہنچنے کے قریب ہی بیمار ہو کر وفات پا گئے۔

امامہ بنت ابو العاص رضی اللہ عنہ:

سیدہ زینب رضی اللہ عنہ کی ایک صاحبزادی تھیں جن کا نام امامہ بنت ابو العاص تھا آپ کی پرورش بھی نبی کریم ﷺ نے فرمائی آپ ﷺ امامہ بنت ابو العاص کو بے حد چاہتے تھے آپ ﷺ جس طرح حضرت امام حسن و امام حسین رضی اللہ عنہما اپنی دوش مبارک پر سوار کرتے تھے اسی طرح امامہ بنت ابو العاص کو بھی اپنے دوش مبارک پر اٹھا لیتے تھے۔

حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ جب نماز ادا فرماتے تو اس دوران اپنی نواسی حضرت امامہ کو اٹھائے ہوتے اور جب سجدہ فرماتے

تو انہیں اتار دیتے اور جب کھڑے ہونے لگتے تو پھر اٹھا لیتے (بخاری شریف)

حضرت سیدہ فاطمۃ الزہرہ رضی اللہ عنہا نے اپنے وصال کے وقت حضرت سیدنا علی کرم اللہ وجہہ کو وصیت فرمائی کہ میرے بعد میری بھانجی امامہ سے نکاح کر لیں چنانچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے وصال کے بعد حضرت امامہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کر لیا ان سے ایک فرزند پیدا ہوئے جن کا نام محمد اوسط تھا (مدارج النبوت)

جب حضرت علی رضی اللہ عنہ ابن ملجم کے ہاتھوں زخمی ہوئے تو آپ نے حضرت امامہ رضی اللہ عنہا کو وصیت فرمائی کہ اگر وہ نکاح کرنا چاہیں تو حضور ﷺ کے چچا حارث کے پوتے مغیرہ بن نوفل سے کر لیں چنانچہ ان کی وصیت پر عمل کیا گیا حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کی اجازت سے نکاح ثانی پڑھایا گیا چنانچہ ان سے ایک فرزند یحیٰی پیدا ہوئے۔

ایک روایت میں ہے کہ ایک بار نبی کریم ﷺ کے پاس ایک بیش قیمتی ہار تحفے میں آیا آپ ﷺ نے فرمایا میں یہ ہار اسے پہناؤں گا جو مجھے اہل خانہ سب سے زیادہ عزیز ہے پھر حضرت امامہ رضی اللہ عنہ کو بلا کر ان کے گلے میں ہار پہنا دیا۔

نبی کریم ﷺ کی نواسی

حضرت زینب بنت علی رضی اللہ عنہا:

ولادت، نام و کنیت:

حضرت زینب بنت علی رضی اللہ عنہا رسول اللہ ﷺ کی نواسی حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی صاحبزادی اور امام حسن و امام حسین رضی اللہ عنہما کی بہن ہیں۔ اکثر مورخین کا اس بات پر اتفاق ہے کہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا 5 جمادی الاول 6 ہجری کو مدینہ منورہ میں پیدا ہوئی آپ رضی اللہ عنہا کی پیدائش کے وقت نبی کریم ﷺ مدینہ منورہ موجود نہ تھے تین دن بعد آپ ﷺ تشریف لائے تو سیدہ حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کے گھر پر تشریف لے گئے بچی کو گود میں لیا اور دیر تک روتے رہے پھر دہن مبارک میں کھجور چبائی اور لعاب مبارک بچی کے منہ میں ڈالا اس کے بعد نبی کریم ﷺ نے بچی کا نام زینب رکھا اور فرمایا خدیجہ رضی اللہ عنہا کی ہم شبیہہ ہے آپ رضی اللہ عنہا کی کنیت دیگر روایات کے مطابق ام الحسن ام کلثوم تھی واقعہ کربلا کے بعد ان کی کنیت امام المصائب بھی مشہور ہوگئی۔

نبی کریم ﷺ کی محبت:

نبی کریم ﷺ حضرت زینب رضی اللہ عنہا سے بے حد محبت فرمایا کرتے تھے

کئی مرتبہ آپ نے امام حسن وحسین رضی اللہ عنہما کی طرح حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو بھی اپنے دوش مبارک پر سوار کرایا۔ نبی کریم ﷺ جب حجۃ الوداع کے لئے مکہ مکرمہ تشریف لے گئے تو حضرت زینب رضی اللہ عنہا بھی آپ ﷺ کے ساتھ تھیں اس وقت آپ کی عمر مبارک 5 برس تھی یہ آپ کا پہلا سفر تھا۔

11 ہجری میں جب رسول اللہ ﷺ کے وصال کا وقت قریب آیا تو آپ ﷺ نے حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو جو اس وقت زاروقطار رو رہی تھیں اپنے قریب بلایا اپنے سینہ مبارک پر ان کا سر رکھ کر اپنا دست شفقت ان کے سر پر پھیرا اور ان کی پیشانی چومی اور انہیں دلاسہ دیا اس وقت حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی عمر 6 برس تھی۔

پرورش:

حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی پرورش وتربیت نبی کریم ﷺ، حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کے زیر سایہ ونگرانی ہوئی لیکن ابھی آپ کی عمر 6 برس ہی تھی کہ نبی کریم ﷺ پردہ فرما گئے 6 سال کی بچی کے لئے یہ بہت بڑا صدمہ تھا کہ شفیق نانا ﷺ کی شفقت ومحبت کی جدائی کا صدمہ سہنا پڑا ابھی یہ غم تازہ ہی تھا کہ 6 ماہ بعد حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کے وصال فرما جانے سے آپ ماں کی آغوش شفقت سے محروم ہوگئیں یکے بعد دیگر ان سانحوں کے سبب آپ صدموں اور غموں سے نڈھال ہوگئیں سیدنا علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے اب بچوں کی تعلیم وتربیت کی ذمہ داری خود سنبھالی اور کچھ عرصے بعد ان کی نگرانی کے لئے ام البنین بنت حزام کلابیہ

سے نکاح کرلیا۔

نکاح: سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کے سن بلوغت کو پہنچنے پر حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے چچازاد بھائی حضرت عبداللہ بن جعفر طیار رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حضرت زینب رضی اللہ عنہا سے نکاح کی خواہش ظاہر کی چونکہ حضرت عبداللہ بن جعفر طیار حضرت علی اللہ عنہ کے بھائی حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ کے فرزند بھی تھے۔ اور حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد حضرت عبداللہ بن جعفر طیار کی پرورش وتربیت نبی کریم ﷺ کے زیر سایہ ہوئی اور آپ ﷺ کے ظاہری وصال کے بعد آپ کی تربیت ونگرانی کی خدمات حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اٹھائی تھیں۔ اس کے علاوہ اپنے پاکیزہ کردار وسیرت وصورت تمام قبیلے سے ممتاز ہونے کے سبب حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان کی درخواست قبول فرمائی اور اپنی لخت جگر حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا نکاح سادگی سے حضرت عبداللہ بن جعفر طیار رضی اللہ عنہ سے کردیا یہ نکاح عہد فاروقی میں واقع ہوا اس وقت حضرت سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کی عمر مبارک گیارہ یا تیرہ برس تھی مختلف روایات کے مطابق آپ کا مہر 40 ہزار درہم قرار پایا۔

ازواجی زندگی:

حضرت زینب رضی اللہ عنہا اپنی والدہ ماجدہ سیدۃ النساء رضی اللہ عنہا کی طرح صبر وقناعت، سادگی، اور جفاکشی کا پیکر تھیں یہی وجہ تھی کہ آپ کی ازواجی زندگی نہایت

خوشگوار تھی آپ رضی اللہ عنہا اپنے شوہر کی بے حد خدمت کیا کرتی تھیں گو کہ حضرت عبد اللہ بن جعفر طیار رضی اللہ عنہ اس وقت تجارت کیا کرتے تھے اور آپ کی مالی حالت بہت اچھی تھی۔گھر میں لونڈیاں اور خدمت گار بھی موجود تھے مگر سیدہ زینب رضی اللہ عنہا گھر کا کام کاج زیادہ تر اپنے ہاتھ سے کرتیں تھیں حضرت عبداللہ بن جعفر طیار رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ زینب بہترین گھر والی ہے۔حضرت عبداللہ بن جعفر طیار رضی اللہ عنہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی دلجوئی اور محبت میں کوئی کسر نہ چھوڑتے تھے۔

اوصاف حسنہ:

سیدہ زینب رضی اللہ عنہا وہ خوش بخت ہستی ہیں جو اپنے علم وفضل ذہانت ،فصاحت و بلاغت ،صبر واستقامت کے سبب نہایت بلند وممتاز مقام رکھتی ہیں آپ کی اسی قابلیت وصلاحیت واوصاف کے سبب فصیحہ ،بلیغہ ،عالمہ ،فاضلہ ،عاقلہ ،کاملہ ،عابدہ، زاہدہ کے القابات سے مشہور ہوئیں۔

نبی کریم ﷺ کی تربیت اور حضرت علی رضی اللہ عنہ اور سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کے زیر سایہ پرورش پانے کے سبب آپ علم وفضل ،زہد وتقوی ،حق گوئی وبے باکی ،عقل وفراست ،عبادت وریاضت میں اپنے نانا رحمت عالم ﷺ اور اپنے والدین کریمین کی تربیت کا جیتا جاگتا نمونہ بن گئیں۔آپ اپنے علم وفضل میں تمام قریش میں یکتا وممتاز تھیں اور اپنے بیان میں فصاحت وبلاغت کے جوہر دکھائے کہ جس کی نظیر نہیں ملتی آپ نے یہ پر اثر خطابات جو کہ علمیت واکملیت کا منہ بولتا ثبوت ہیں آج بھی

تاریخ کے صفحات میں محفوظ ہیں۔

خواتین اکثر حضرت سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر رہتیں اور انکے واعظ ونصیحتوں اور بیان سے مستفید ہوتیں ساتھ ساتھ قرآن کریم کے معانی ومطالب وتفسیر بھی سمجھایا کرتیں۔ایک مرتبہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے آپ کو سورۃ کھیعص کی تفسیر بیان کرتے ہوئے سنا تو بیان ختم ہونے کے بعد آپ رضی اللہ عنہ نے بڑے مسرور ہو کر ارشاد فرمایا جان پدر میں نے تمہارا بیان سنا اور مجھے خوشی ہوئی کہ تم کلام الٰہی کے مطالب اتنے عمدہ طریقے سے بیان کرسکتی ہو۔غرضیکہ اپنی علمیت وقابلیت ،فصاحت وبلاغت وزور بیان کے سبب آپ کی شہرت دور دور تک تھی۔

یہی نہیں بلکہ اپنے دیگر اوصاف حمیدہ مثلاً نعت ،وپارسائی ،شرم وحیا ،عبادت وشب بیداری میں بھی آپ رضی اللہ عنہ اپنی والدہ سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کا نمونہ تھیں۔شوہر کے گھر میں دولت کی فراوانی کے باوجود آپ کے مزاج میں کوئی تبدیلی نہ آئی اور آپ بدستور ایک خدمت گزار ،وفا شعار ،صابر وقانع ،سادہ وجفاکش بیوی کا روپ اپنائے رہیں۔

آپ رضی اللہ عنہا اپنے نانا رحمت عالم ﷺ اور والدین کریمین کے رنگ میں رنگی ہوئی تھیں اور نہایت کشادہ دست فیاض ورحمدل تھیں۔آپ کے دروازے سے کبھی کوئی سائل یا حاجت مند خالی ہاتھ نہ جاتا اور کوئی مصیبت زدہ ایسا نہ ہوتا جنکی آپ خبر گیری نہ کرتی ہوں۔آپ کا مطمع نظر یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ نے دولت دی ہی اس لئے ہے کہ

اس کے بندوں میں لٹا دیا جائے۔

اولاد کرام: حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے چار فرزند علی، محمد، عون، عباس اور ایک دختر کلثوم رضی اللہ عنہا پیدا ہوئیں۔

شہادت علی رضی اللہ عنہ:

سیدہ زینب رضی اللہ عنہا جو پہلے ہی اپنے نانا رحمت عالم ﷺ اور شفیق والدہ سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کا صدمہ سہہ چکیں تھیں پھر ایک اور صدمہ انہیں اپنے والد ماجد حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شہادت کی صورت میں سہنا پڑا 17 رمضان المبارک 40ھ کو حضرت علی رضی اللہ عنہ پر ایک خارجی عبد الرحمن بن ملجم نے آپ پر قاتلانہ حملہ کیا اور اپنی زہر سے بجھی ذاتی تلوار سے آپ رضی اللہ عنہ پر شدید وار کیا جس کے کاری زخم کے سبب 21 رمضان المبارک کو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جام شہادت نوش کیا۔ اپنے مہربان باپ کی جدائی سے حضرت زینب رضی اللہ عنہا پر غم والم کا ایک اور پہاڑ ٹوٹ پڑا۔

شہادت حسن رضی اللہ عنہ:

ان بڑے بڑے صدمات کے بعد ایک اور بڑا سانحہ آپ رضی اللہ عنہ کا منتظر تھا 49ھ یا 50ھ میں اپنے عزیز بھائی سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ کی شہادت کا صدمہ بھی اٹھایا۔ امام حسن رضی اللہ عنہ کو زہر دے کر شہید کیا گیا اور یوں آپ اپنے برادر بزرگ

سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ کے سایہ شفقت سے بھی محروم ہو گئیں۔

واقعہ کربلا و شہادت حسین رضی اللہ عنہ:

ام المصائب سیدہ زینب رضی اللہ عنہا صبر و رضا کا پیکر بنی مصائب پر مصائب جھیلتی رہیں یہاں تک کہ ایک اور بڑا حادثہ واقعہ کربلا اور شہادت امام حسین رضی اللہ عنہ سے دو چار ہونا پڑا 60ھ ذی الحجہ میں جب سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ اہل کوفہ کی دعوت پر اپنے اہل وعیال اور جانثاروں کے ساتھ مکہ سے کوفہ کی طرف روانہ ہوئے تو حضرت زینب رضی اللہ عنہا بھی اپنے دو فرزندوں محمد اور عون کے ہمراہ اس قافلے میں شامل ہو گئیں۔ آپ کے شوہر حضرت عبد اللہ بن جعفر طیار رضی اللہ عنہ ان دنوں سخت بیمار تھے ان کی آنکھوں میں سخت تکلیف تھی لہذا آپ امام حسین علیہ السلام کے ساتھ نہ جا سکے اور اپنی رفیقہ حیات حضرت زینب رضی اللہ عنہا سے ارشاد فرمایا:

”اے میری پاکباز رفیقہ حیات! اگر مجھے ناگہانی مرض لاحق نہ ہوا ہوتا تو میں بھی امام حسین رضی اللہ عنہ کے ہمراہ جاتا اور ان کی خدمت میں رہنے کا شرف حاصل کرتا“

10 محرم الحرام کو کربلا کا دلدوز و عظیم سانحہ پیش آیا حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے صبر واستقامت کا پیکر بنے بچشم خود اپنے بھائی امام حسین اپنے بیٹوں بھانجوں اور جانثاروں کو یزیدی فوج کا مردانہ وار مقابلہ کرتے ہوئے ایک ایک کر کے شہید ہوتے دیکھا یہاں تک کہ خانوادہ نبوت کے تمام نوجوان ایک ایک شہید ہو گئے۔ آپ رضی اللہ

عنہا کے ایک بھتیجے المعروف حضرت زین العابدین علی بن حسین بیمار تھے اور لڑنے کے قابل نہ تھے لہٰذا خیمہ میں موجود رہے جنگ میں شرکت نہ کر سکے۔

سیدہ زینب رضی اللہ عنہا جس بہادری اور شجاعت سے واقعہ کربلا ملاحظہ فرمایا اور اپنے بیٹوں بھتیجوں ۔اور اپنے بھائی امام حسین رضی اللہ عنہ کو جام شہادت نوش کرتے ہوئے دیکھا اس کی نظیر تاریخ میں موجود نہیں ۔ام المصائب سیدہ زینب رضی اللہ عنہ کے سامنے امام حسین رضی اللہ عنہ نہ صرف شہید کیا گیا بلکہ انہیں اور تمام شہدائے کربلا کے مقدس جسموں کو گھوڑوں کی ٹاپوں سے پامال کیا گیا امام حسین رضی اللہ عنہ کے سر مبارک کو کاٹ کر نیزے پر چڑھایا گیا آپ رضی اللہ عنہا یہ سب کچھ دیکھتی رہیں اور صبر و رضا کا پیکر بنی رہیں۔ پھر یزیدی فوج نے اہلبیت کے خیمے کا رخ کیا عفت مآب عورتوں کو سروں سے چادریں اتار لیں پھر یہی نہیں بلکہ 12 محرم الحرام کو باقی بچے ہوئے اہل بیت کی خواتین اور بچوں اور بیمار زین العابدین رضی اللہ عنہ کو یزیدی فوج گرفتار کر کے کوفہ لے گئی جہاں انہیں ابن زیاد کے دربار میں پیش کیا گیا اس کے بعد شہدائے کربلا کے سروں کے ساتھ اہل قافلہ اہل بیت کو فوج کی نگرانی میں یزید کے پاس دمشق روانہ کر دیا گیا اس دوران ان عفت مآب رسول زادیوں کو بے نقاب بازار میں پھیرایا گیا یزید کے دربار میں پیش کرنے کے بعد اس قافلہ کو مدینہ منورہ روانہ کر دیا گیا مدینہ منورہ پہنچ کر حضرت زینب رضی اللہ عنہا اپنا غم برداشت نہ کر سکیں اور فرط غم سے اس قدر روئیں کہ غش آ گیا۔

وصال:

تمام زندگی بے پناہ مصائب اٹھائے یہاں تک کہ سانحہ کربلا نے انہیں توڑ کر رکھ دیا کربلا سے واپس آنے کے بعد پھر کسی نے آپ کے چہرے پر مسکراہٹ نہ دیکھی آپ رضی اللہ عنہا کو ایک لمحہ بھی سکون نصیب نہ ہوا یہاں تک کہ ایک روایت کے مطابق 62ھ میں جان جان آفرین کے سپرد کر دی۔سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کے وصال و مرقد اطہر کے بارے میں مورخین کے درمیان اختلاف پایا جاتا ہے یہاں مورخین کی تین روایات پیش کی جاتی ہیں۔

1۔ ایک روایت میں ہے کہ سیدہ زینب رضی اللہ عنہا نے مدینہ منورہ میں وفات پائی اور جنت البقیع میں مدفون ہوئیں۔

2۔ ایک روایت کے مطابق سیدہ زینب رضی اللہ عنہا اپنے شوہر حضرت عبداللہ بن جعفر طیار رضی اللہ عنہ کے ساتھ دمشق چلی گئیں وہاں پہنچنے کے بعد بیمار ہو گئیں اور اس بیماری میں ہی وصال فرما گئیں۔

3۔ تیسری روایت کے مطابق یزید کے حکم کے مطابق سیدہ زینب رضی اللہ عنہا ،حضرت سکینہ رضی اللہ عنہا ،فاطمہ بنت حسین رضی اللہ عنہا اور کچھ دیگر خواتین کے ہمراہ مصر چلی گئیں وہاں حضرت مسلمہ بن مخلد انصاری رضی اللہ عنہ نے ان کی نہایت عزت و تکریم فرمائی اور اپنے گھر ٹھہرایا تقریباً ایک سال بعد 63ھ میں 15 رجب میں حضرت سیدہ زینب رضی اللہ عنہ وصال فرما گئیں۔

حضرت ام کلثوم بن علی رضی اللہ عنہا:

ولادت:

حضرت ام کلثوم بنت علی رضی اللہ عنہا نبی کریم ﷺ کی نواسی حضرت علی رضی اللہ عنہ وسیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی صاحبزادی اور حضرت امام حسن وحسین رضی اللہ عنہما اور سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کی حقیقی بہن ہیں آپ رضی اللہ عنہا کی ولادت روایات کے مطابق 9ھ بتائی جاتی ہے۔

نکاح:

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اپنے دور خلافت میں حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا سے نکاح کا پیغام بھیجا اور ارشاد فرمایا میں ام کلثوم رضی اللہ عنہا سے نکاح بشری خواہش سے نہیں بلکہ نبی کریم ﷺ کے اس فرمان مبارک کے سبب کرنا چاہتا ہوں کہ قیامت کے دن میرے علاوہ سب کے حسب نسب قطع کر دیئے جائیں گے۔لہذا میں اس نکاح کے ذریعے آپ ﷺ سے نسبت قائم کرنا چاہتا ہوں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی یہ خواہش سن کر اپنی صاحبزادی ام کلثوم رضی اللہ عنہا جو اس وقت کم عمر تھیں اور شادی کے قابل نہ تھیں کا نکاح حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے کرنے پر راضی ہو گئے اور یوں حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہ کم سنی میں ہی حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے نکاح میں آ گئیں اس وقت حضرت

عمر رضی اللہ عنہ کی عمر پچپن یا چھپن برس تھی۔حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا کی حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے کوئی اولاد نہ ہوئی۔

نکاح ثانی:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے وصال کے بعد سیدہ کلثوم رضی اللہ عنہا کا نکاح آپ کے چچازاد بھائی محمد بن ابی جعفر رضی اللہ عنہ سے ہوا محمد بن ابی جعفر رضی اللہ عنہ حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہ کی بہن حضرت سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کے خاوند حضرت عبد اللہ بن جعفر طیار رضی اللہ عنہ کے حقیقی بھائی تھے۔حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا کی حضرت محمد بن ابی جعفر رضی اللہ عنہ سے بھی کوئی اولاد نہ ہوئی۔

دیگر حالات حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہ نے بھی حضرت زینب رضی اللہ عنہ کی طرح کم عمری میں ہی اپنے نانا رحمت عالم ﷺ کی جدائی کا صدمہ سہا پھر اپنے والد حضرت علی رضی اللہ اور بھائی امام حسین رضی اللہ عنہ اور بھائی امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کا زخم بھی کھایا۔

پھر واقعہ کربلا کے موقع پر آپ بھی اس قافلہ میں شامل تھیں اور واقعہ کربلا میں ہونے والے مصائب دکھ صدمات یکے بعد دیگرے آپ کی جان پر پڑتے رہے اور آپ سہتی رہیں اپنے بھائی امام حسین رضی اللہ عنہ کی مظلومانہ شہادت بھتیجوں اور دیگر جانثاران اسلام کی جانی قربانیوں پھر شہادت کے بعد شہیدان کربلا کے جسموں کی بے حرمتی کا غم بھی سہا اور ابن زیادہ اور یزید کے دربار میں حاضری اور اہل بیت کی خواتین کی

تذلیل و بے حرمتی کا صدمہ بھی اٹھایا۔

غرضیکہ اپنی بہن حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی طرح آپ نے بھی بچپن ہی سے مصائب کو جھیلا واقعہ کربلا کے بعد حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا اپنی بہن کے ساتھ ہی نظر آئیں اور آپ کا شمار بھی واقعہ کربلا کے جانثار ساتھیوں میں ہوتا ہے۔

وصال:

حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا 51 برس کی عمر میں ملک شام میں وصال فرما گئیں آپ کا وصال آپ کی بہن حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے وصال سے دو ماہ بیس دن قبل ہوا۔ آپ کا مزار شام میں واقع ہے۔

حضرت امام حسن بن علی رضی اللہ عنہ

ولادت و باسعادت:

حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ 15 رمضان المبارک 3 ھ میں پیدا ہوئے۔ آپ رضی اللہ عنہ کا نام مبارک حضور ﷺ نے رکھا۔ امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ نام حسن وحسین دور جاہلیت میں نہیں پائے جاتے ابن سعد نے بھی یہی روایت کیا ہے کہ حسن وحسین دونوں نام اہل جنت کے ہیں یہ نام عہد جاہلیت میں کبھی نہیں رکھے گئے۔

مفضل فرماتے ہیں کہ اللہ عزوجل نے حسن وحسین نام پوشیدہ رکھے اور حضور ﷺ نے یہ دونوں نام اپنے نواسوں کے لئے تجویز فرمائے آپ رضی اللہ عنہ کی ولادت کے ساتویں روز آپ کا عقیقہ کیا گیا اور آپ کے سر کے بال اتارے گئے اور رسول اللہ ﷺ کے حکم کے مطابق آپ کے اتارے گئے بالوں کے ہم وزن چاندی صدقہ کر دی گئی۔

حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ حضور اکرم ﷺ سے بہت زیادہ مشابہت رکھتے تھے اور سوائے امام حسن رضی اللہ عنہ کے کسی اور کی صورت حضور ﷺ سے نہیں ملتی تھی۔ (رواہ حضرت انس رضی اللہ عنہ)

نبی کریم ﷺ کی محبت:

امام بخاری و امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کی ہے حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو اس ہیت میں دیکھا کہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو حضور ﷺ اپنے دوش مبارک پر اٹھائے فرما رہے تھے کہ الٰہی میں اس سے محبت کرتا ہوں تو بھی اس سے محبت فرما۔

امام بخاری علیہ الرحمہ نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو منبر پر اس طرح رونق افروز پایا کہ آپ کے پہلو مبارک میں حضرت حسن رضی اللہ عنہ بیٹھے ہوئے تھے کبھی تو آپ ﷺ لوگوں کی طرف دیکھتے تھے اور کبھی حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کی طرف اور فرماتے تھے کہ یہ میرا بیٹا سید ہے اور اللہ تعالیٰ اس کے ذریعے مسلمانوں کے دو گروہوں کے مابین صلح کروائے گا۔

امام بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ حسن رضی اللہ عنہ میرے دنیا کے پھول ہیں۔ امام ترمذی اور حاکم نے حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ حسن وحسین رضی اللہ عنہما نوجوانان جنت کے سردار ہیں۔

امام ترمذی نے حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول

اللہ ﷺ نے حضرت امام حسن اور امام حسین رضی اللہ عنہما کو اپنی گود میں اٹھایا ہوا تھا آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا یہ دونوں میرے بیٹے یعنی میری بیٹی کے فرزند ہیں اے اللہ میں ان سے محبت کرتا ہوں تو بھی ان سے محبت فرما اور جو ان سے محبت کرتے ہیں تو ان کو بھی اپنا محبوب بنالے۔

امام ترمذی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ کسی شخص نے رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا کہ حضور ﷺ کو اپنے اہل بیت میں سب سے زیادہ محبت کس سے ہے تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا حسن اور حسین رضی اللہ عنہما سے۔

حاکم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو اپنی دوش مبارک پر اٹھائے ہوئے تھے کسی شخص نے یہ دیکھ کر کہا کہ اے صاحبزادے تمہاری سواری کتنی اچھی ہے یہ سن کر حضور ﷺ نے فرمایا کہ سوار بھی کتنا اچھا ہے؟

ابن سعد نے ابن زبیر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ حضور ﷺ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ سے بہت زیادہ محبت کرتے تھے اور میں نے بچشم خود دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ سجدہ میں ہوتے تھے اور حضرت حسن رضی اللہ عنہ آپ کی گردن مبارک یا پیٹھ مبارک پر آ کر بیٹھ جاتے تھے اور جب تک وہ خود نہیں اترتے تھے آپ ﷺ انکو نہیں اتارتے تھے میں نے یہ بھی دیکھا کہ سرور عالم ﷺ حالت رکوع میں ہیں اور حضرت حسن رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کے پاپائے مبارک سے ہو کر دوسری طرف نکل گئے۔

ابن سعد نے حضرت ابن عبد الرحمن سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ زبان مبارک باہر نکالتے اور حسن رضی اللہ عنہ زبان کی سرخی دیکھ کر بہت ہنستے اور خوش ہوا کرتے تھے۔

حاکم نے زہیر بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ انہوں نے ایک شخص کے حوالے سے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ ایک مرتبہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو گود میں لئے ہوئے فرما رہے تھے کہ مجھ سے محبت کرنے والے کو چاہئے کہ ان سے بھی محبت کرے جو لوگ یہاں موجود ہیں وہ میری بات ان لوگوں تک بھی پہنچا دیں جو یہاں موجود نہیں ہیں۔

بلند کردار:

حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کے فضائل ومناقب میں بے شمار احادیث مبارکہ وارد ہوئی ہیں آپ رضی اللہ عنہ نہایت وسیع القلب برد بار حلیم الطبع دردمند دل رکھنے والے سخی اور پروقار تھے۔ آپ کی سخاوت کا یہ عالم تھا کہ بعض اوقات ایک ایک شخص کو ایک ایک لاکھ درہم عطا فرما دیتے تھے آپ رضی اللہ عنہ نے کئی مرتبہ اپنا آدھا مال اللہ تعالیٰ کی راہ میں خیرات کر دیا اور کئی مرتبہ اپنا تمام مال اللہ تعالیٰ کی راہ میں قربان کر دیا۔ حاکم نے حضرت عبداللہ بن عبیدہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نے پچیس حج بغیر سواری کے اس حال میں ادا فرمائے کہ آپ کے ساتھ اعلیٰ قسم کے اونٹ ہوتے تھے لیکن آپ ان پر سوار نہیں ہوتے تھے اور

پیادہ ہی تمام راستہ طے فرماتے۔

آپ رضی اللہ عنہ نہایت تحمل مزاج تھے۔ ابن سعد بن اسحق رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ مروان جب حاکم تھا تو وہ منبر پر علی الاعلان حضرت علی رضی اللہ عنہ کو برا بھلا کہتا تھا اور حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نہایت تحمل کے ساتھ اس کی فحش کلامی اور گستاخیاں برداشت فرما جاتے اور جواب میں خاموش رہا کرتے تھے ایک مرتبہ جب مروان نے آپ رضی اللہ عنہ کے والد حضرت علی رضی اللہ عنہ اور والدہ حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی شان میں حد درجہ گستاخیاں کی تو آپ رضی اللہ عنہ نے جواب میں ارشاد فرمایا کہ تمہیں یقین تھا کہ میں تمہاری گالیوں کے بدلہ تم کو گالیاں دوں گا لیکن میں صبر کرتا ہوں قیامت آنے والی ہے اگر تم سچے ہو تو اللہ عزوجل جزائے خیر دے گا اور اگر تم جھوٹے ہو تو اللہ تعالیٰ کا انتقام اور اس کی گرفت بڑی سخت ہے۔

آپ رضی اللہ عنہ انتہائی حلیم اور بردبار تھے مروان جب آپ کے سامنے آپ کو سب وشتم کرتا آپ کی شان میں انتہائی درجہ کی گستاخی کرتا پھر بھی آپ رضی اللہ عنہ خاموش رہتے۔

ابن سعد نے روایت کی ہے کہ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نہایت شیریں کلام تھے جب کسی سے تکلم فرماتے تو جی چاہتا کہ بس آپ اسی طرح سلسلہ کلام جاری رکھیں اور کبھی خاموش نہ ہوں اور آپ کی زبان سے کبھی کوئی فحش بات نہیں سنی گئی۔

ابن عساکر نے جویریہ بن اسماء کے حوالے سے لکھا ہے کہ:

حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے جنازے میں مروان نے جب گریہ زاری کی تو حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے اس سے کہا کہ اب تو روتا ہے اور آپ کی زندگی میں تو نے ان کے ساتھ کیا کچھ نہیں کیا یہ سن کر مروان نے کہا کہ آپ کو معلوم ہے کہ میں ایسا سلوک اس شخص کے ساتھ کرتا تھا جو اس پہاڑ (پہاڑ کی طرف اشارہ کر کے) سے بھی زیادہ حلیم و بردبار تھا۔

حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ توکل کے بلند مقام پر فائز تھے ابن عساکر کی روایت ہے کہ حضرت امام حسن رضی للہ عنہ نے ارشاد فرمایا کہ میں خود کو بالکل اللہ عزوجل پر چھوڑتا ہوں میں کسی ایسی بات کی تمنا ہی نہیں کرتا جو اس حالت کے خلاف ہو جو اللہ عزوجل میرے لئے اختیار کرتا ہو آپ رضی اللہ عنہ کا یہ فرمان مبارک اس بات پر شاہد ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ رضائے الٰہی کے تابع تھے۔

خلافت:

امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ کے شہادت کے بعد حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کے دست مبارک پر کوفہ کے تقریباً چالیس ہزار مسلمانوں نے بیعت کی اور آپ چھ ماہ خلافت کے منصب پر فائز رہے اور اس کے بعد جمادی الاول 41ھ میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے دست مبارک پر بیعت فرما کر خلافت ان کے سپرد کر دی۔

چونکہ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ سے صرف کوفہ والوں نے بیعت کی تھی اور باقی حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافت کے حق میں تھے اگر حضرت امام حسن رضی

اللہ عنہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے خلافت سپرد نہ کرتے تو عوام میں اتحاد و اتفاق قائم نہ رہتا چنانچہ آپ رضی اللہ عنہ اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے درمیان یہ معاہدہ طے پایا کہ فی الوقت حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ خلیفہ بن جاتے ہیں اور ان کے وصال کے بعد حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ خلیفۃ المسلمین ہوں گے اور یوں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے منصب خلافت سنبھال لیا اور اس طرح حضور ﷺ کا فرمان مبارک حرف بحرف صحیح ثابت ہوا جو آپ نے حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کے لئے ارشاد فرمایا تھا کہ میرا یہ بیٹا سید ہے اور اس کی وجہ سے اللہ عزوجل مسلمانوں کی دو بڑی جماعتوں میں صلح کروائے گا۔ خلافت سے دست بردار ہونے کے بعد حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کوفہ سے مدینہ تشریف لے گئے اور عبادت و ریاضت میں مشغول ہو گئے۔

شہادت:

ابن سعد نے حضرت عمران بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ حوالے سے لکھا ہے کہ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نے خواب دیکھا کہ ان کی دونوں آنکھوں کے درمیان "قل ہو اللہ احد" لکھا ہوا ہے۔ جب آپ کا یہ خواب حضرت سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ نے سنا تو فرمایا کہ اگر آپ کا یہ خواب سچا ہے تو آپ کی حیات پاک کے چند روز باقی رہ گئے ہیں چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ اس خواب کے دیکھنے کے چند روز بعد آپ رضی اللہ عنہ جام شہادت نوش فرما گئے۔

آپ کی شہادت زہر خورانی کے باعث 5 ربیع الاول 50ھ کو واقع ہوئی

۔حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے بہت کوشش کی کہ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ زہر دینے والے کا نام بتا دیں لیکن حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نے نام بتانے کے بجائے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالی سخت انتقام لینے والا ہے کوئی شخص محض میرے گمان کی بنا پر کیوں قتل ہو (یعنی میں نے کسی پر گمان کیا اور اصل میں وہ قاتل نہ ہوا تو؟)

ابن عبد البر روایت کرتے ہیں کہ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نے اپنی شہادت کے وقت ارشاد فرمایا کہ میں نے حضرت ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے خواہش کی تھی کہ وہ مجھے رسول اللہ ﷺ کے پہلو مبارک میں دفن ہونے کی اجازت دیں چنانچہ انہوں نے مجھے اجازت دے دی ہے لیکن میری وفات کے بعد تم پھر وہاں دوبارہ دفن کرنے کی اجازت حاصل کر لینا میرا خیال ہے کہ دوبارہ اجازت حاصل کرنے پر کچھ لوگ مزاحم ہوں گے لہذا ان کی مخالفت کی موجودگی میں تم زیادہ اصرار نہ کرنا۔ چنانچہ جب حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ وصال فرما گئے تو حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے اجازت چاہی آپ رضی اللہ عنہا نے اجازت عطا فرما دی لیکن مروان جو اس وقت حاکم مدینہ تھا اس معاملے میں حائل ہو گیا جس پر حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ اور آپ کے ساتھیوں نے مزاحمت کی لیکن حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے صلح کروا دی بل آخر حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کی والدہ سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کے پہلوئے مبارک میں جنت البقیع میں دفن کر دیئے گئے۔

اولاد کرام:

نواسہ رسول ﷺ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کے روایات کے مطابق 12 صاحبزادے اور 5 صاحبزادیاں تھیں جن کے نام درج ذیل ہیں۔

صاحبزادے:

1۔ حضرت زید بن حسن
2۔ حضرت حسن مثنیٰ
3۔ حضرت حسین اثرم
4۔ حضرت طلحہ
5۔ حضرت اسماعیل
6۔ حضرت حمزہ
7۔ حضرت یعقوب
8۔ حضرت عمر
9۔ حضرت عبدالرحمن
10۔ حضرت ابوبکر
11۔ حضرت قاسم رضی اللہ عنہم

صاحبزادیاں:

1۔ حضرت فاطمہ
2۔ حضرت ام سلمہ
3۔ حضرت ام عبداللہ
4۔ حضرت ام الحسین
5۔ حضرت ام الحسن رضی اللہ عنہن

آپ رضی اللہ عنہ کے صاحبزادوں میں حضرت ابوبکر، حضرت عمر، حضرت عبد اللہ اور حضرت قاسم رضی اللہ عنہم نے میدان کربلا میں اپنے چچا حضرت امام حسین رضی اللہ

عنہ کی معیت میں جام شہادت نوش فرمایا۔اور حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کے دو صاحبزادوں حضرت سیدنا زید بن حسن اور سیدنا حسن مثنیٰ رضی اللہ عنہم سے امام حسن رضی اللہ عنہ کی نسل پاک چلی۔

کرامات:

حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کی بہت سے کرامات ہیں جن سب کا ذکر کرنا یہاں ممکن نہیں چند ایک ذیل میں بیان کی جاتی ہیں۔

1۔ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ ایک سفر کے دوران کھجوروں کے ایک باغ میں سے گزرے جس کے تمام درخت خشک ہو چکے تھے اس سفر میں حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے بھی آپ رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھے۔حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نے اسی باغ میں پڑاؤ کیا غلام نے آپ کا بستر ایک سوکھے درخت کی جڑ میں بچھا دیا حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ کے فرزند نے عرض کیا اے ابن رسول ﷺ کاش اس سوکھے درخت پر تازہ کھجوریں ہوتیں تو ہم سیر ہو کر کھا لیتے یہ سن کر حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نے کوئی دعا پڑھی اور دیکھتے ہی دیکھتے سوکھا درخت بالکل سرسبز و شاداب ہو گیا اور اس میں تازہ و پکی ہوئی کھجوریں لگ گئیں اور آپ رضی اللہ عنہ کی دعا مقبول ہوئی اس کرامت کے سبب تمام ہمراہیوں نے خوب شکم سیر ہو کر انہیں کھایا۔

(روضۃ الشہداء، باب 109)

2۔ ایک مرتبہ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ حج کے لئے روانہ ہوئے دوران سفر

ایک منزل پر کچھ دیر کیلئے قیام کیا وہاں آپ رضی اللہ عنہ کا ایک عقیدت مند آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی کہ حضور میں آپ کا غلام ہوں میری بیوی دردزہ میں مبتلا ہے آپ دعا فرمائیے کہ تندرست لڑکا ہو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا تم اپنے گھر جاؤ تمہیں جیسے فرزند کی تمنا ہے ایسا ہی فرزند تم کو اللہ تعالیٰ نے عطا فرما دیا ہے تمہارا یہ لڑکا ہمارا عقیدت مند اور جانثار ہو گا۔

وہ شخص جب اپنی بیوی کے پاس پہنچا تو یہ دیکھ کر بے حد خوش ہوا کہ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نے جیسے فرزند کی بشارت کی تھی ویسا ہی لڑکا اس کے ہاں پیدا ہوا (شواہد النبوۃ 172)

حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ

ولادت باسعادت:

شہید کربلا نواسہ رسول ﷺ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی ولادت با سعادت 5 شعبان المعظم 4ھ کو مدینہ منورہ میں ہوئی آپ رضی اللہ عنہ کا نام حسین کنیت ابو عبداللہ اور لقب سبط رسول اور ریحانۃ الرسول تھا۔

نبی کریم ﷺ نے آپ کا نام حسین رکھا جیسا کہ پہلے مذکور ہوا کہ امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ نام حسن وحسین دور جاہلیت میں نہیں پائے جاتے ابن سعد نے بھی یہی روایت کی ہے کہ حسن وحسین دونوں نام اہل جنت کے ہیں اور یہ نام عہد جاہلیت میں کبھی نہیں رکھے گئے۔

مفضل فرماتے ہیں کہ اللہ عزوجل نے حسن وحسین نام پوشیدہ رکھے اور نبی کریم ﷺ نے یہ دونوں نام اپنے نواسوں کے لئے تجویز فرمائے۔ آپ رضی اللہ عنہ کی والدہ حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا امام حسن رضی اللہ عنہ کی ولادت کے پچاس راتیں بعد حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ سے حاملہ ہوئیں سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کو عام عورتوں کی طرح حیض ونفاس نہ ہوتا تھا لہذا آپ کو حور جنت سے تشبیہ دے کر آپ کا نام حور جنت لیا جاتا تھا۔

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ سے سینہ سے پاؤں تک مشابہ تھا

جبکہ امام حسن رضی اللہ عنہ سینہ سے سر تک مشابہ تھے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کا حسن وجمال منفرد دیکھا تھا جب آپ اندھیرے میں بیٹھتے تو آپ کی پیشانی اور رخسار سے روشنی پھوٹ کر نکلتی اور اطراف کو منور کر دیتی

حضرت ام الحارث رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضور ﷺ کی خدمت با برکت میں حاضر ہوئی اور عرض کیا کہ حضور میں نے ایک خواب دیکھا ہے جس سے میں ڈرتی ہوں نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا تم نے کیا دیکھا ہے؟ میں نے عرض کی کہ میں نے دیکھا کہ آپ ﷺ کے جسم اطہر پر ایک ٹکڑا کاٹ کر میری گود میں رکھ دیا گیا ہے حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا ابھی فاطمہ رضی اللہ عنہا ایک بچہ لائیں گی جو تمہاری گود میں ہوگا اس واقعہ کے بعد حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے۔

نبی کریم ﷺ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ سے بے حد محبت کرتے تھے آپ ﷺ فرمایا کرتے تھے کہ حسین مجھ سے ہیں اور میں حسین سے ہوں جو حسین کو دوست رکھتا ہے تو میں بھی اسے دوست رکھتا ہوں کیونکہ میرے بیٹوں میں سے ایک حسین ہے۔

حضرت سعد بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اس وقت حسن وحسین کھیل رہے تھے میں نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ کیا آپ ان دونوں سے بہت محبت رکھتے ہیں فرمایا کیوں نہ محبت رکھوں جبکہ یہ دونوں دنیا میں میرے پھول ہیں۔ (کنز العمال)

حضرت زید بن ابی زیاد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ سیدہ فاطمہ رضی

اللہ عنہا کے گھر کے دروازے کے پاس سے گزرے اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے رونے کی آواز سنی تو فرمایا بیٹی! اس کو رونے نہ دیا کرو تمہیں معلوم نہیں کہ اس کے رونے سے مجھے تکلیف ہوتی ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ حسین رضی اللہ عنہ کے منہ کے لعاب کو اس طرح چوستے تھے جس طرح کہ آدمی کھجور کو چوستا ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ سے پوچھا گیا کہ آپ کے اہل بیت میں سے کون آپ کو زیادہ محبوب ہے؟ فرمایا حسن وحسین اور آپ ﷺ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے ارشاد فرماتے میرے دونوں بیٹوں کو بلاؤ تو آپ دونوں کو سونگھتے اور اپنے سینہ سے چمٹالیتے۔ (ترمذی ومشکوۃ شریف)

ایک روز نبی کریم ﷺ چند صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ہمراہ ایک گلی سے گزرے تھے ایک مقام پر ملاحظہ فرمایا کہ کچھ بچے کھیل رہے تھے نبی کریم ﷺ ایک بچے کو گود میں اٹھا کر بہت پیار کیا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی یارسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ایک بار میں نے اس کو اپنے لخت جگر (حسین رضی اللہ عنہ) کے قدموں کے نیچے کی خاک آنکھوں میں ڈالتے دیکھا تھا اس دن سے مجھے اس سے محبت ہوگئی ہے۔ میں بروز قیامت اس کی اور اس کے والدین کی شفاعت کروں گا۔

ایک دن نبی کریم ﷺ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو اپنے دائیں زانوئے

مبارک اور اپنے بیٹے حضرت سیدنا ابراہیم رضی اللہ عنہ کو بائیں زانوئے مبارک پر بٹھائے ہوئے تھے کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام حاضر خدمت ہوئے اور عرض کی یارسول اللہ ﷺ اللہ عزوجل ان دونوں کو آپ ﷺ کے پاس یکجا نہ رہنے دے گا لہٰذا دونوں میں سے کسی ایک کو منتخب فرمالیں نبی کریم ﷺ نے فرمایا اگر حسین رضی اللہ عنہ رخصت ہو جائیں تو ان کی جدائی میں میرے ساتھ ساتھ فاطمہ رضی اللہ عنہا اور علی رضی اللہ عنہ بھی مغموم ہوجائیں گے اور اگر ابراہیم رضی اللہ عنہ وفات پاجائیں تو زیادہ غم مجھے ہی ہوگا اس لئے مجھے اپنا غم ہی منظور ہے اس واقعہ کے تین روز بعد شہزادہ گرامی حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کا وفات پاگئے۔

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ جب نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوتے آپ ﷺ ان کی پیشانی پر بوسہ دیتے اور خوش آمدید کہتے ہوئے ارشاد فرماتے اس پر میں نے اپنے بیٹے ابراہیم رضی اللہ عنہ کو قربان کیا ہے۔

نبی کریم ﷺ کی چچی ام الفضل رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں ایک روز بارگاہ رسالت ﷺ میں حاضر ہو کر حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو سرکار ﷺ کی رحمت بھری گود میں دیا کیا دیکھتی ہوں کہ سرکار ﷺ کی مبارک آنکھوں سے آنسو بہہ رہے ہیں میں نے عرض کیا یارسول ﷺ میرے ماں باپ آپ ﷺ پر قربان یہ کیا حال ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ جبرائیل علیہ السلام میرے پاس آئے اور انہوں نے خبر دی کہ میری امت میرے اس فرزند کو قتل کرے گی اور میرے پاس اس کے مقتل (قتل

ہونے کی جگہ) کی سرخ مٹی بھی لائے تھے۔ (بیہقی شریف)

خلافت یزید:

حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی شہادت اور حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کی خلافت سے دست برداری کے بعد حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے خلافت کی باگ دوڑ سنبھال لی یہاں تک کہ پھر اپنے بیٹے یزید کو جانشین کر دیا۔ یزید نے تخت نشین ہوتے ہی زبردستی حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ سے بیعت لینے کی کوشش شروع کر دی آپ رضی اللہ عنہ نے یزید کی بیعت سے انکار کر دیا۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے یزید کا انتخاب صرف اور صرف اسلام اور مسلمانوں کی خیر خواہی کے لئے کیا تھا کیونکہ وہ سابقہ حالات کے پیش نظر اچھی طرح جانتے تھے کہ اگر خلافت وامارت کو مسلمانوں کی صوابدید پر چھوڑ دیا یا مجلس شوریٰ کو خلیفہ کے انتخاب کے لئے مقرر کر دیا گیا تو لوگ کسی بھی طرح کسی ایک شخص پر راضی نہیں ہوں گے بلکہ مختلف علاقوں سے خلافت کے مدعی اٹھ کھڑے ہوں گے اور آپس میں قتل وغارت وخونریزی اور شدید اختلافات پیدا ہو جائیں گے اور اگر خلافت اپنی قوم کو چھوڑ کر بنی ہاشم کیطرف کر دی تو میری قوم جو قومیت میں عصبیت رکھتی ہے اور قوت وشوکت میں بھی اس کا پلہ بھاری ہے وہ یہ فیصلہ ہرگز تسلیم نہیں کرے گی اور مسلمانوں میں خونریزی کا اندیشہ قوی ہے لہذا چاروناچار انہوں نے یزید کی ولی عہدی کو ترجیح دی اور اسے ولی عہد بنانے کے بعد دعا کی۔

"اے اللہ، تو جانتا ہے اگر میں نے اس یزید کو ولی عہد کیا ہے بوجہ اس کے جو میں اس کے اندر اہلیت کو دیکھ رہا ہوں تو اس کی ولی عہدی کو پورا کرنا اگر میں نے بوجہ اس کی محبت کے اس کو ولی عہد کیا ہو تو اس کی ولی عہدی کو پورا نہ کرنا"

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی دعا اس پر شاہد ہے کہ آپ یزید کو ولی عہد اسلام اور مسلمانوں کی خیر خواہی اور انہیں خونریزی سے بچانے کے لئے بنایا۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو ہرگز یہ توقع نہ تھی کہ یزید ولی عہد بننے کے بعد ایسی بدبختی کا ثبوت دے گا۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے یزید کو خاص طور پر وصیت کی تھی کہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے نواسے ہیں اور اس قرابت کی وجہ سے نیک سلوک محبت وتعظیم کے حقدار ہیں چنانچہ اگر اہل عراق انہیں تمہارے مقابلے میں لے آئیں تو ان پہ غلبہ حاصل ہونے کی صورت میں بھی ان سے درگزر سے کام لینا اور قرابت رسول ﷺ کا خیال رکھنا مگر اس بدبخت نے اپنے باپ کی وصیت کو فراموش کر دیا اور اقتدار وقوت وشوکت کے نشے میں مست ہو کر سب کچھ بھول گیا اور وہ کچھ کیا جس کا کوئی مسلمان تصور بھی نہیں کر سکتا۔

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کا یزید کی بیعت سے انکار اسی سبب سے تھا کہ آپ اسے از روئے شریعت ہرگز مسلمانوں کی امامت وسیادت کے لائق نہیں سمجھتے تھے۔ اور نہ ہی شرعی قواعد کے مطابق اس کی امامت پر تمام لوگ متفق ہوئے تھے جس

کے سبب آپ پر اس کی بیعت واطاعت واجب نہ تھی اور آپ کے نزدیک اسے امامت وسیادت سے ہٹانا اس کے فسق وفجور وظلم وبدکاری کے سبب واجب تھا لیکن حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ پچھلے واقعات وحالات کے سبب جانتے تھے کہ خلافت مسلمانوں کے آپس میں فساد وخونریزی کا سبب بن چکی ہے اور تمام لوگ میرا ساتھ نہیں دیں گے لہذا آپ نے یزید کے خلاف قدم اٹھانے سے اجتناب کیا اور صبر کر کے مدینہ منورہ سے ہجرت فرما کر مکہ مکرمہ میں سکونت اختیار کی۔

شہادت حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

آپ رضی اللہ عنہ مکہ میں سکونت اختیار کرتے ہیں کوفیوں کے پے در پے خطوط اور وفود آنے لگے اور انہوں نے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو اپنے بھرپور تعاون کا یقین دلایا۔ حضرت مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ نے بھی کوفہ جا کر خود حالات کا جائزہ لیا پھر حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو اطلاع بھجوائی کہ حالات تسلی بخش ہیں۔

حضرت امام عالی مقام رضی اللہ عنہ کو بھی یقین ہوگیا کہ اب ان کے ساتھ اتنے حامی ہو گئے ہیں کہ جن کے ساتھ وہ یزید کی ظالم حکومت کے خلاف انقلاب برپا کر سکتے ہیں۔ اور اس کا تختہ الٹ سکتے ہیں تو پھر آپ رضی اللہ عنہ اس عظیم مشن کے لئے مکہ مکرمہ سے روانہ ہو گئے۔

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو بعض صحابہ کرام نے یزید کے خلاف خروج سے روکا کہ وہ اہل کوفہ کو قابل اعتماد نہ سمجھتے تھے اور جانتے تھے کہ کوفی اپنے وعدوں پر

قائم نہیں رہیں گے اور بے وفائی اور دغابازی کے مرتکب ہوں گے لیکن امام حسین رضی اللہ عنہ اہل کوفہ کے امراء اور حضرت مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر کوفیوں کی بیعت تعاون کا یقین اور پھر مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کی تسلی بخش اطلاع پر یزید کا تختہ الٹنے کے لئے روانہ ہو گئے تا کہ رعایا کو ایک ظالم (یزید) کے چنگل سے نجات دلائی جا سکے اور ظالم کے مقابلے میں مظلوم کی مدد کی جائے۔

آپ رضی اللہ عنہ 3 ذی الحجہ 60ھ بروز دوشنبہ مکہ سے روانہ ہوئے آپ کے ساتھ آپ رضی اللہ عنہ اہل خاندان 32 سوار اور چالیس پیادے تھے۔ امام عالی مقام رضی اللہ عنہ کربلا پہنچے تو فوج نے آپ رضی اللہ عنہ کو گھیرے میں لے لیا اور عمرو بن سعد نے آپ رضی اللہ عنہ کو مخاطب کیا کہ آپ اپنی گرفتاری پر مامور ہیں اگر آپ یزید کی بیعت کر لیں۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں اس وقت تین باتیں پیش کرتا ہوں ان میں سے جس کو چاہو میرے لئے منظور کرلو۔

اول یہ کہ میں جس طرف سے آیا ہوں اسی طرف مجھ کو واپس جانے دو تا کہ میں مکہ معظمہ پہنچ کر عبادت الہٰی میں مصروف رہوں۔

دوم یہ کہ مجھ کو کسی سرحد کی طرف نکل جانے دو کہ وہاں کفار سے لڑتا ہوا شہید ہو جاؤں۔

سوم یہ کہ تم مجھے یزید کے پاس لے چلو تا کہ میں براہ راست اس سے معاملہ طے کرلوں۔

لیکن حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی ان میں سے کوئی بات بھی نہیں مانی گئی اور انہیں عبید اللہ بن زید (کوفہ کے گورنر) کے پاس ہی چلنے پر اصرار کیا گیا۔

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ اپنے آپ کو ابن زیاد کے حوالے کرنے کے لئے تیار نہ تھے کیونکہ یہاں آ کر انہیں اطلاع ہو چکی تھی کہ ابن زیاد نے دھوکہ دیکر حضرت مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا ہے اور یہ بھی جان گئے تھے کہ اہل کوفہ جنہوں نے اپنے تعاون اور اپنی محبت کا یقین دلایا لیکن وقت آنے پر انہوں نے بے اعتنائی اور بے وفائی کا ثبوت دیا اور حضرت مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کا ساتھ دینے کے بجائے وعدہ خلافی کے مرتکب ہوئے۔ لہذا آپ رضی اللہ عنہ نے ابن زیاد کے پاس جانے سے انکار کر دیا۔ ابن زیاد نے شمر کو حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ سے جنگ اور انہیں قتل کرنے کیلئے کربلا روانہ کر دیا حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ اور آپ کے ساتھیوں پر پانی بھی بند کر دیا گیا۔

صبح شمر اور عمر بن سعد کی فوجیں صف آراء ہو کر میدان میں آ گئیں حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے جانثار ساتھی بھی میدان میں آ گئے اور پوری وفاداری اور جانثاری کا مظاہرہ کرتے ہوئے اپنے جانیں نواسہ رسول ﷺ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ پر قربان کر دیں۔

جب حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے سارے ساتھی شہید ہو گئے تو امام حسین رضی اللہ عنہ میدان جنگ میں تنہا رہ گئے خیمہ میں عورتیں اور آپ کے بیٹے حضرت زین

العابدین رضی اللہ عنہ جو کہ بیمار تھے باقی رہ گئے تھے۔

چنانچہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ تنہا رہ جانے کے باوجود نہایت جرات و بہادری اور جوانمردی کا مظاہرہ کرتے ہوئے دشمنوں پر ٹوٹ پڑے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے جسم نازنین پر 45 تلوار اور 33 زخم تیر کے لگ چکے تھے۔ مگر اس کے باوجود آپ دشمنوں کے مقابلے میں ڈٹے رہے جب آپ رضی اللہ عنہ کا گھوڑا مارا گیا تو آپ رضی اللہ عنہ پیدل ہی دشمنوں سے مقابلہ کرتے رہے بالآخر شمر چھ افراد کے ہمراہ آپ رضی اللہ عنہ پر حملہ آور ہوا اور نہایت بے دردی سے آپ کو زخمی کر دیا گیا آپ جب زخم کھا کر گر پڑے تو شمر نے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کا سر مبارک جسم اطہر سے علیحدہ کر دیا اور ابن زیاد کے حکم سے بارہ گھڑ سواروں نے اپنے گھوڑوں کی ٹاپوں سے آپ رضی اللہ عنہ کے جسم مبارک کو روند ڈالا اس کے بعد آپ رضی اللہ عنہ کی قیام گاہ کو لوٹا اور اہل بیت کی خواتین کے جسم پر سے چادریں تک اتار لی گئی۔ حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کو گرفتار کر لیا گیا اور آپ کے بعد تمام شہدائے کربلا کے سر کاٹ کر کوفہ لے جائے گئے اہل بیت کو بھی گرفتار کر کے کوفہ لے جایا گیا۔

ابن زیاد نے دربار طلب کیا وہاں تمام شہدائے کربلا کے سردار حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے سر مبارک کی سر عام نمائش کی گئی اسے دیکھ کر گستاخانہ کلمات کہے گئے پھر تمام سر اور اہل بیت قیدیوں کو یزید کے پاس دمشق روانہ کر دیا گیا۔ (الطبری ج 4، ابن کثیر ج 3 البدایہ ج 8)

اور یزید نے بھی حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ اور دیگر شہدائے کربلا کے سروں کی عام نمائش کی اور خیزران کی لکڑی سے جو کہ اس وقت اس کے ہاتھ میں تھی امام حسین رضی اللہ عنہ کے سر مبارک کو الٹ پلٹ کرتا رہا۔ اور آپ رضی اللہ عنہ کے اہل بیت کو اونٹوں پر پالان میں بٹھایا گیا اور پھر سر مبارک کو مدینہ منورہ روانہ کر دیا۔ (ابن حجر مکی)

شہادت حسین اور روایات و واقعات:

ذکر شہادت کا قصہ اس قدر رنج گیر ہے کہ دل مزید اس کے بیان کا متحمل نہیں ہوسکتا۔ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ سن 10 محرم الحرام 61ھ کو میدان کربلا میں دس دن سخت تکالیف و مصائب بھوک و پیاس جھیلتے ہوئے بے دردی سے شہید کر دیئے گئے۔

حضور غوث الاعظم اپنی کتاب میں تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ وہ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ میرے گھر میں تھے کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کے پاس آئے تو میں نے دروازے سے ان دونوں کو دیکھا تو حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نبی ﷺ کے سینہ مبارک پر کھیل رہے تھے اور نبی کریم ﷺ کے دست اقدس میں تھوڑی سی مٹی تھی۔ اور آپ ﷺ کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے پھر جب حسین رضی اللہ عنہ چلے گئے تو میں آپ ﷺ کے پاس حاضر ہوئی اور عرض کیا یارسول اللہ میرے ماں باپ آپ پر قربان میں نے آپ کے ہاتھ میں

مٹی اور آپ ﷺ کو روتے ہوئے دیکھا ہے تو حضور ﷺ نے مجھ سے فرمایا کہ جب حسین (رضی اللہ عنہ) میرے سینے پر کھیل رہے تھے اور میں مسرور ہو رہا تھا تو میرے پاس جبرائیل آئے اور انہوں نے مجھے یہ مٹی دی (اور کہا کہ) اس پر حسین (رضی اللہ عنہ) قتل کیے جائیں گے اس لیے میں رویا ہوں۔

مزید فرماتے ہیں کہ حضرت حمزہ بن زیادت سے روایت ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم ﷺ اور حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کو خواب میں دیکھا کہ وہ دونوں حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہ کی قبر پر نماز جنازہ پڑھ رہے ہیں اور حضرت امام باقر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جس دن حسین بن علی رضی اللہ عنہ شہید ہوئے اس دن ستر ہزار فرشتے ان کی قبر پر اترے اور وہ قیامت تک ان پر روئیں گے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو خواب میں دیکھا کہ آپ کے موئے مبارک پریشان گرد آلود ہیں اور آپ ﷺ کے ہاتھ میں ایک شیشی تھی اس میں خون تھا میں نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ یہ کیا ہے تو فرمایا حسین اور اصحاب حسین رضی اللہ عنہم کا خون ہے میں اسے اللہ عزوجل کے پاس لے جارہا ہوں پھر چند روز بعد شہادت حسین رضی اللہ عنہ کی خبر آئی کہ جس دن خواب دیکھا تھا اسی دن اس گھڑی شہید کر دیئے گئے (رواہ البیہقی)

ابو نعیم سے روایت ہے کہ لوگوں نے شہادت حسین رضی اللہ عنہ کے وقت جنات کا نوحہ سنا امام زہری روایت کرتے ہیں کہ ہم کو یہ بات پہنچی ہے کہ شہادت حسین

کے دن بیت المقدس میں سب نہیں اٹھایا گیا جس کے نیچے تازہ خون نہ نکلا ہو اور دنیا تین دن تک تاریک رہی لشکر حسین رضی اللہ عنہ کے اونٹوں کو یزیدیوں نے ذبح کر کے پکایا تو وہ بلغم کی ہو گئے کوئی شخص ان کا گوشت نہ کھا سکے اور آسمان سے خون برسا اور ہر شے خود آلود ہو گئی۔ قاتلان حسین میں سے کوئی بچ سکا یا تو مارا گیا یا چہرہ سیاہ ہو گیا کہ اس کی خلقت متغیر ہو گئی۔ جوزی روایت کرتے ہیں کہ ایک بوڑھا آدمی جس نے اس معرکہ میں شرکت کی تھی وہ اندھا ہو گیا اس سے سبب پوچھا گیا تو اس نے بتایا کہ حضور ﷺ کو خواب میں دیکھا کہ ہاتھ میں تلوار لئے ہوئے ہیں اور مجھ پر لعنت کی اور برا کہا اور ایک سلائی خون حسین رضی اللہ عنہ کی میری آنکھوں میں پھیر دی صبح کو اندھا اٹھا۔

ابن جوزی ہی روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص نے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے سر مبارک کو گردن اسپ سے لٹکایا تھا چند روز کے بعد وہ شخص سیاہ رو ہو گیا اور بہت ابتری کی حالت میں مرا۔ ایک شخص نے یہ حکایت سن کر انکار کیا تو آگ لپک کر اس کے بدن میں جا لگی اور اس کو جلا دیا۔

ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو وحی کی کہ میں یحییٰ بن زکریا کے عوض ستر ہزار قتل کئے اور میں تمہارے نواسے کے عوض دو بار ستر ہزار قتل کروں گا۔

حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ ایک طریق ضعیف سے آیا ہے کہ قاتل حسین ایک آگ کے تابوت میں ہے اور اس کو نصف اہل دنیا کا عذاب دیا جاتا ہے۔ (محافرات

ومحاورات)

ابو نعیم نے حضرت یحییٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ وہ سفر صفین میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے ہمراہ تھے جب حضرت یونس علی نبینا کے مزار کے قریب پہنچے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے پکارا اور کہا اے ابو عبد اللہ فرات کے کنارے ٹھہرو میں نے عرض کی یہ کس لئے تو فرمایا کہ نبی پاک ﷺ نے فرمایا کہ جبرائیل علیہ السلام نے مجھے خبر دی ہے کہ حسین رضی اللہ عنہ فرات کے کنارے شہید کئے جائیں گے۔ اور مجھے وہاں کی ایک مٹھی خاک دکھائی حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم ایک مرتبہ اس مقام پر پہنچے جہاں امام حسین رضی اللہ عنہ کا مزار بنا تھا حضرت مولیٰ علی رضی اللہ عنہ نے (مختلف جگہوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے) فرمایا یہاں ان شہداء کے اونٹ بندھیں گے یہاں ان کے کجاوے رکھے جائیں گے یہاں ان کے خون بہیں گے جوانان آل محمد ﷺ اس میدان میں شہید ہوں گے زمین و آسمان ان پر روئیں گے۔

فضائل ومناقب:

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے فضائل ومناقب کے لئے یہی کچھ کافی ہے کہ آپ جگر گوشہ رسول مقبول ﷺ اور سیدہ فاطمۃ الزہراء اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے فرزند حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کے بھائی، رسول مقبول ﷺ کی بشارت مبارک کے مطابق اہل جنت کے سردار اور سید الشہداء ہیں لیکن اس کے باوجود بھی آپ رضی اللہ عنہ بے شمار فضائل ومناقب محاسن ومجاہد ہیں اور آپ کے یہ فضائل ومحاسن ومناقب

وکمالات نبی کریم ﷺ کا مظہر بھی ہیں۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ:

اللہ تو یہی چاہتا ہے اے (نبی کے) گھر والو تم سے ہر ناپاکی کو دور رکھے اور تمہیں خوب پاک وصاف ستھرا رکھے (سورۃ الاحزاب)

اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ اللہ نے آپ کا قلب مبارک حب جاہ ومال اور ہوس اقتدار اور تمام رزائل دنیا سے پاک ومبرا فرمایا اور تمام تر اعتقادی اعمالی ،اخلاقی ناپاکیوں اور برائیوں سے پاک اور منزہ فرما کر قلبی صفائی ،اخلاقی ستھرائی اور تزکیہ ظاہر وباطن کا وہ اعلیٰ ترین مقام اور درجہ عطا فرمایا جس کی وجہ سے وہ سب سے ممتاز اور فائق ہیں۔حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور ﷺ کو دیکھا کہ حسن وحسین دونوں کو لئے ہوئے فرما رہے تھے۔

''یہ دونوں میرے اور میری بیٹی کے بیٹے ہیں اے اللہ، میں ان کو محبوب رکھتا ہوں تو بھی ان کو محبوب رکھ اور اس کو بھی محبوب رکھ جو ان کو محبوب رکھے (ترمذی شریف)

مذکورہ بالا قرآن وحدیث سے آپ رضی اللہ عنہ کا ابن رسول ﷺ اور جزء رسول ہونا ثابت ہوتا ہے جو آپ کے مناقب ومحامد کے لئے کافی ہے۔

اللہ عزوجل نے قرآن پاک میں ارشاد فرمایا ہے کہ:

''فرما دیجئے اے لوگو، میں تم سے اس (ہدایت وتبلیغ) کے بدلے کچھ اجرت نہیں مانگتا سوائے قرابت کی محبت کے اور یہ کہ تم میری حفاظت کرو میرے اہل بیت

کے معاملے میں اور میری وجہ سے ان سے محبت کرو۔(درمنثور)

چنانچہ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مذکورہ بالا آیت کریمہ نازل ہوئی تو صحابہ کرام نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ وہ آپ کے قرابت دار کون ہیں جن کی محبت ہم پر واجب کی گئی ہے۔تو فرمایا علی وفاطمہ اور ان کے دونوں بیٹے (یعنی حسن وحسین رضی اللہ عنہما)

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے حسن وحسین رضی اللہ عنہما کا ہاتھ پکڑ کر ارشاد فرمایا جس نے محبوب رکھا اور ان دونوں (حسن وحسین) اور ان کے باپ (علی) اور ماں (فاطمہ) کو محبوب رکھا وہ قیامت کے دن میرے ساتھ ہوگا

(ترمذی شریف باب المناقب)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا جس نے حسن وحسین کو محبوب رکھا اس نے حقیقت میں مجھے محبوب رکھا اور جس نے ان دونوں سے بغض رکھا اس نے درحقیقت مجھ سے بغض رکھا۔

(المستدرک حاکم ج ۳ البدایہ والنہایہ ج ۳)

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں حضور ﷺ سے سنا فرماتے تھے کہ حسن وحسین دونوں میرے بیٹے ہیں جس نے ان دونوں کو محبوب رکھا اس نے مجھے محبوب رکھا اور جس نے مجھے محبوب رکھا اس نے اللہ کو محبوب رکھا اور جس اللہ کو محبوب رکھا اس کو اللہ نے جنت میں داخل کیا اور جس نے دونوں (حسن وحسین) سے

بغض رکھا اس نے مجھ سے بغض رکھا اور جس نے مجھ سے بغض رکھا اس نے اللہ سے بغض رکھا اور جس نے اللہ سے بغض رکھا اس کو اللہ نے دوزخ میں داخل کیا (المستدرک حاکم جلد 3)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ہمارے پاس اس حال میں آئے کہ ایک کندھے پر حسن اور ایک کندھے پر حسین تھے آپ ﷺ حسن کو چومتے تو کبھی حسین کو ایک شخص نے کہا یا رسول اللہ ﷺ آپ ان دونوں کو بہت محبوب رکھتے ہیں؟ فرمایا جس نے ان دونوں کو محبوب رکھا بے شک اس نے مجھے محبوب رکھا اور جس نے ان دونوں سے بغض رکھا اس نے درحقیقت مجھ سے بغض رکھا (البدایہ والنہایہ ج 8) حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور پر نور ﷺ نے حضرت علی و فاطمہ و حسن و حسین کے متعلق فرمایا: ''جو ان سے لڑے میں ان سے لڑنے والا ہوں جو ان سے صلح رکھے میں ان سے صلح رکھنے والا ہوں (البدایہ والنہایہ جلد 8)

کرامات حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

کنوئیں سے پانی ابل پڑا:

ابو عون کہتے ہیں کہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کا مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کے راستے میں ابن مطیع کے پاس سے گزرے انہوں نے عرض کیا کہ اے ابن رسول

ﷺ میرے کنویں میں پانی بہت کم ہے اس میں ڈول بھرتا نہیں ہے میری ساری تدبیریں بیکار ہو چکی ہیں کاش آپ ہمارے لئے برکت کی دعا فرمائیں حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے اس کنویں سے پانی منگایا اور آپ نے ڈول میں منہ لگا کر پانی نوش فرمایا پھر اس ڈول میں کلی فرمادی اور حکم دیا کہ سارا پانی کنویں میں انڈیل دیں جب ڈول کا پانی کنویں میں ڈالا تو نیچے سے پانی ابل پڑا کنویں کا پانی بہت زیادہ بڑھ گیا اور پانی پہلے سے زیادہ شیریں اور لذیذ بھی ہو گیا۔ (ابن سعد ج 2 ص 144)

بے ادبی کرنے والا آگ میں:

میدان کربلا میں ایک بے باک اور بے ادب مالک بن عروہ نے جب آپ کے خیمہ کے گرد خندق میں آگ جلتی ہوئی دیکھی، تو اس بدکردار نے یہ کہا کہ اے حسین تم نے آخرت کی آگ سے پہلے یہاں دنیا میں آگ لگا لی؟ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا اے ظالم کیا تیرا گمان ہے کہ میں دوزخ میں جاؤں گا؟ پھر حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے اپنے مجروح دل یہ دعا مانگی کہ خداوند تو اس بدکردار کو نار جہنم سے پہلے دنیا میں بھی آگ کے عذاب میں ڈال دے امام عالی مقام رضی اللہ عنہ کی دعا ابھی پوری بھی نہیں ہوئی تھی کہ فوراً ہی مالک بن عروہ کا گھوڑا پھسل گیا یہ شخص اس طرح گھوڑے سے گر پڑا کہ گھوڑے کی رکاب میں اس کا پاؤں الجھ گیا اور گھوڑا اس کو گھسیٹتے ہوئے خندق کی طرف لے بھاگا یہ شخص خیمہ کے گرد خندق کی آگ میں گر کر راکھ ہو گیا (روضۃ الشہداء ص 169)

نیزہ پر سراقدس کی تلاوت:

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے سر مبارک کو نیزہ پر چڑھا کر کوفہ کی گلیوں میں گشت کیا گیا تو میں اپنے مکان کے بالا خانہ پر تھا جب سر مبارک میرے سامنے سے گزرا تو میں نے سنا کہ سر مبارک نے یہ آیت تلاوت فرمائی۔۔ام حسبت ان اصحاب الکھف والرقیم کانوا من آیاتنا عجباً۔۔(سورئہ کھف)

کیا تمہیں معلوم ہوا کہ پہاڑ کی کھوہ اور جنگل کے کنارے والے ہماری ایک عجیب نشانی ہے (ترجمہ کنزالایمان)

اسی طرح ایک دوسرے بزرگ نے فرمایا کہ جب یزیدیوں نے سر مبارک کو نیزہ سے اتار کر ابن زیاد کے محل میں داخل کیا تو آپ کے مقدس ہونٹ مل رہے تھے اور زبان اقدس پر اس آیت کی تلاوت جاری تھی۔۔فلا تحسبن اللہ غفلا عما یعمل الظلمون۔۔اور ہرگز اللہ کو بے خبر نہ جاننا ظالموں کے کام سے (ترجمہ کنزالایمان)

نبی کریم ﷺ کے چچا اور پھوپھی

سید الشہداء حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ

حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ عبد المطلب کے بیٹے اور نبی کریم ﷺ کے چچا تھے ان کی کنیت ابوعمارہ تھی اور لقب سید الشہداء ہے یہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے قبول اسلام سے تین دن قبل اور بعثت سے دوسرے سال اسلام لائے اور یہ غزوہ بدر میں شامل تھے۔اور اس غزوہ میں عقبہ بن ربیعہ اور شعبہ بن ربیعہ کو قتل کیا۔

قبول اسلام: ایک روز ابوجہل نبی کریم ﷺ کو برا بھلا کہنے اور اذیتیں دینے کی ناپاک جسارت میں مشغول تھا اس وقت حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ شکار پر گئے ہوئے تھے جب واپس آئے تو آپ رضی اللہ عنہ کی باندی نے عرض کی کہ آج ابوجہل نے آپ کے بھتیجے محمد (ﷺ) کو گالیاں دے کر ایذا پہنچاتا رہا۔ یہ سنکر حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو بہت غصہ آیا فوراً ابوجہل کے پاس پہنچے اور ہاتھ میں موجود کمان اس کے سر پر دے ماری جس سے اس کا سر زخمی ہو گیا اس کے بعد حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول کر لیا نبی کریم ﷺ آپ کے قبول اسلام سے بے حد خوش ہوئے۔

فضائل و مناقب: حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کا قبول اسلام تمام مسلمانوں کے لئے بے حد خوشی و مسرت کا باعث ہوا آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا میرے تمام چچاؤں

میں بہترین حمزہ ہیں۔

معجم بغوی میں روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ مجھے اس خدا عزوجل کی قسم ہے جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے اللہ تعالیٰ کے نزدیک ساتویں آسمان میں یہ مرقوم ہے کہ حمزہ اسد اللہ واسد رسولہ یعنی حمزہ اللہ اور اس کے رسول (ﷺ) کا شیر ہے۔

اسلام میں سب سے پہلے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے لئے ہی علم تیار کیا گیا تھا اسلام میں سب سے پہلا لشکر جو روانہ ہوا وہ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہا کا ہی تھا نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا حمزہ بن عبد المطلب سید الشہداء ہیں۔

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

"یا ایھا النفس المطمئنہ ارجعی الی ربک

ترجمہ کنزالایمان: اے نفس مطمئنہ اللہ عزوجل کی طرف پلٹ"

اس سے مراد حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ ہیں۔ حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ اللہ کا فرمان ہے۔ "فمنھم من قضی نحبہ" اسے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ مراد ہیں۔

شہادت:

حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے غزوہ احد میں جام شہادت نوش فرمایا۔

نبی کریم ﷺ نے جب حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو قتل شدہ ملاحظہ فرمایا تو سخت رنجیدہ ہوئے آپ کو مثلہ زدہ دیکھکر آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میں جس قدر بھی

مصیبت زدہ ہوں تمہاری مانند مجھے کبھی مصیبت نہ ہوگی اور جیسے اس جگہ غضبناک کھڑا ہوں کسی اور جگہ کبھی نہ ہوں گا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے نقل کیا گیا ہے کہ جس طرح رسول اللہ ﷺ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی وفات پر رو رہے تھے حتیٰ کہ آپ ﷺ پر بے ہوشی طاری ہوگئی اور آپ ﷺ نے فرمایا اے حمزہ اے اسد اللہ واسد رسولہ اے نیکیاں کرنے والے اے سختیوں کو برداشت کرنے والے اے رسول اللہ ﷺ کے روئے انوار کو پگھلا دینے والے۔ آپ رضی اللہ عنہ کی شہادت کے وقت آپ کی عمر مبارک انسٹھ برس تھی۔ آپ رضی اللہ عنہ عمر میں نبی کریم ﷺ سے چار سال بعض روایات کے مطابق دو سال بڑے تھے اور آپ ﷺ کے دودھ شریک یعنی رضاعی بھائی بھی تھے ابولہب کی لونڈی ثوبیہ نے پہلے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو پھر حضور ﷺ کو دودھ پلایا

کرامات

فرشتوں نے غسل دیا: حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو ان کی شہادت کے بعد فرشتوں نے غسل دیا چنانچہ نبی کریم ﷺ نے بھی اس کی تصدیق فرمائی کہ بے شک میرے چچا کو شہادت کے بعد فرشتوں نے غسل دیا۔

قبر کے اندر سے سلام: حضرت فاطمہ خزاعیہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ میں

ایک دن حضرت سید الشہداء جناب حمزہ رضی اللہ عنہ کے مزار اقدس کی زیارت کے لئے گئی اور میں نے قبر منور کے سامنے کھڑے ہو کر "السلام علیک یا عم رسول اللہ" کہا تو آپ رضی اللہ عنہ نے باآواز بلند قبر کے اندر سے میرے سلام کا جواب دیا جس کو میں نے اپنے کانوں سے سنا۔

(حجۃ اللہ علی العالمین الخاتمۃ فی اثبات کرامات الاولیاء۔۔الخ المطلب الثالث فی ذکر جملۃ جمیلۃ۔۔۔الخ ص 614)

اسی طرح شیخ محمود کردی شیخانی نزیل مدینہ منورہ نے آپ رضی اللہ عنہ کی قبر انور پر حاضر ہو کر سلام عرض کیا تو آپ رضی اللہ عنہ نے قبر منور کے اندر سے باآواز بلند ان کے سلام کا جواب دیا اور ارشاد فرمایا کہ اے شیخ محمود تم اپنے لڑکے کا نام میرے نام پر "حمزہ" رکھنا۔ چنانچہ جب خداوند کریم نے ان کو فرزند عطا فرمایا تو انہوں نے اس کا نام "حمزہ" رکھا۔

(حجۃ اللہ علی العالمین الخاتمۃ فی اثبات کرامات الاولیاء۔۔الخ المطلب الثالث فی ذکر جملۃ جمیلۃ۔۔۔الخ ص 614)

قبر میں خون نکلا:

جب حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اپنی حکومت کے دوران مدینہ منورہ کے اندر نہریں کھودنے کا حکم دیا تو ایک نہر حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے مزار اقدس کے پہلو میں نکل رہی تھی لاعلمی میں اچانک نہر کھودنے والوں کا پھاوڑا آپ کے قدم مبارک پر پڑ گیا اور آپ کا پاؤں کٹ گیا تو اس میں سے تازہ خون بہہ نکلا حالانکہ آپ کو دفن ہوئے چھیالیس سال گزر چکے تھے۔ (الطبقات الکبری لابن سعد ج3 ص7)

حضرت عباس رضی اللہ عنہ

حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی کنیت ابوالفضل تھی آپ رضی اللہ عنہ بچپن میں گم ہو گئے تھے چنانچہ آپ رضی اللہ عنہ کی ماں نے نذر مانی کہ اگر عباس مل گئے تو میں بیت اللہ پر غلاف چڑھاؤں گی چنانچہ جب حضرت عباس رضی اللہ عنہ مل گئے تو آپ کی ماں نے نذر پوری کی۔ بیت اللہ پر سب سے پہلے غلاف چڑھانے والی آپ کی ماں تھی۔

آپ رضی اللہ عنہ عام الفیل سے تین سال قبل پیدا ہوئے اور عمر میں آپ ﷺ سے دو یا تین سال بڑے تھے یہ قریش میں سردار مانے جاتے تھے مسجد بیت الحرام کی دیکھ بھال تعمیر و مرمت نیز حاجیوں کو پانی پلانے کی ذمہ داری بھی آپ ہی کے سپرد تھی۔

قبول اسلام:

بعض روایات میں ہے کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ خیبر کی فتح سے بھی پہلے مسلمان ہو چکے تھے لیکن اپنے اسلام کو پوشیدہ رکھا ہوا تھا جب اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو فتح و نصرت دی تو عباس بہت خوش ہوئے اور انہوں نے فتح مکہ کے روز اپنا اسلام ظاہر کیا۔

جبکہ بعض اہل سیر کہتے ہیں کہ یہ غزوہ بدر سے قبل مسلمان ہو چکے تھے لیکن

اپنے اسلام کا اظہار نہ فرمایا تھا یہ رسول اللہ ﷺ کو مشرکین کے حالات و واقعات لکھ کر بھیج دیا کرتے تھے آنحضرت ﷺ کو ان کی بھیجی ہوئی اطلاعات پر مکمل اعتماد تھا نبی کریم ﷺ نے یہ حکم بھی عام فرما دیا تھا کہ جسے بھی عباس ملیں وہ انہیں قتل نہ کرے کیونکہ آپ ﷺ ایک موقع پر حضرت عباس رضی اللہ عنہ بارگاہ رسالت ﷺ میں حاضر ہوئے تو نبی کریم ﷺ انہیں آتا دیکھ کر خود آگے بڑھ کر ان کی دونوں آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا اور ان کو اپنے دائیں طرف بٹھایا۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میرے چچا میرے والد کی طرح ہیں جو ان کو ایذا پہنچائے گا وہ مجھ کو ایذا دینے والا ہو گا۔

ایک موقع پر نبی کریم ﷺ اپنے چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے گھر تشریف لے گئے اور ان پر اپنی چادر مبارک ڈال دی پھر فرمایا اے خدا یہ میرے چچا ہیں اور قائم مقام ہیں میرے والد کی جگہ یہ ان کے بیٹے اور میرے اہلبیت ہیں تو بھی ان تمام کو دوزخ کی آگ سے اسی طرح چھپا جیسے کہ اپنی چادر میں میں نے انہیں چھپا رکھا ہے۔ چنانچہ سب گھر والوں نے آمین کہا۔ گھر کے تمام درو دیوار بھی آمین آمین پکارتے رہے۔ ایک روایت میں ہے کہ کوئی ایسا پتھر، ڈھیلا موجود نہ تھا جو آمین نہ پکارتا ہو (مدارج النبوۃ جلد دوم)

غزوہ بد کے موقع پر کفار زبردستی حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو مسلمانوں سے جنگ کرنے کیلئے ساتھ لائے چنانچہ آپ رضی اللہ عنہ ابو جہل و دیگر کفار کے جبر و قہر کے سبب انتہائی مجبوری و ناگواری کے ساتھ غزوہ بد میں شریک ہوئے آپ رضی اللہ

عنہ جب اس غزوہ میں اسیر ہو کر آئے تو دوسرے قیدیوں کے ساتھ آپ کو بھی باندھ ڈال دیا گیا بند سخت ہونے کی سبب آپ رضی اللہ عنہ کے آہ و نالہ کے سبب نبی کریم ﷺ سو نہ پائے صحابہ کرام علیہم الرضوان نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ آپ کو نیند کیوں نہیں آتی تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا عباس کی وجہ سے نیند نہیں آتی چنانچہ ایک صحابی نے جا کر حضرت عباس رضی اللہ عنہ بند ڈھیلے کر دیئے تو نبی کریم ﷺ نے حکم فرمایا کہ سب اسیران جنگ کے بند ڈھیلے کر دیئے جائیں۔

حضرت عباس رضی اللہ عنہ کرامت:

ان کے طفیل بارش ہوئی:

امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں جب شدید قحط پڑ گیا او رخشک سالی کی مصیبت سے دنیائے عرب بدحالی میں مبتلا ہو گئی تو امیر المومنین رضی اللہ عنہ نماز استسقا کے لئے مدینہ منورہ سے باہر میدان میں تشریف لے گئے اور اس موقع پر ہزاروں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اجتماع ہوا اس بھرے مجمع میں دعا کے وقت حضرت امیر المومنین رضی اللہ عنہ نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کا بازو تھام کر انہیں اٹھایا اور ان کو اپنے آگے کھڑا کر کے اس طرح دعا مانگی:

"یا اللہ عزوجل پہلے جب ہم لوگ قحط میں مبتلا ہوتے تھے تو تیرے نبی کو وسیلہ بنا کر بارش کی دعائیں مانگتے تھے اور تو ہم کو بارش عطا فرماتا تھا مگر آج ہم تیرے نبی

ﷺ کے چچا کو وسیلہ بنا کر دعا مانگتے ہیں لہذا تو ہمیں بارش عطا فرما دے۔

پھر جب حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے بھی بارش کے لئے دعا مانگی تو ناگہاں اسی وقت اس قدر بارش ہوئی کہ لوگ گھٹنوں گھٹنوں تک پانی میں چلتے ہوئے اپنے گھروں میں واپس آئے اور لوگ جوش و مسرت اور جذبہ عقیدت سے آپ کی چادر مبارک کو چومنے لگے اور کچھ لوگ آپ کے جسم مبارک پر اپنا ہاتھ پھیرنے لگے چنانچہ حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے جو دربار نبوت کے شاعر تھے اس واقعہ کو اپنے اشعار میں ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

سئل الامام وقد تتابع جدبنا

فسقی الغمام بغرۃ العباس

احی الالہ بہ البلاد فاصبحت

مخضرۃ الاجناب بعد الیاس

(یعنی امیر المومنین رضی اللہ عنہ نے اس حالت میں دعا مانگی کہ لگاتار کئی سال سے قحط پڑا ہوا تھا تو بدلی نے حضرت عباس (رضی اللہ عنہ) کی روشن پیشانی کے طفیل میں سب کو سیراب کر دیا۔ معبود برحق نے اس بارش سے تمام شہروں کو زندگی عطا فرمائی اور ناامیدی کے تمام شہروں کے اطراف ہرے بھرے ہو گئے۔

(بخاری ج 1 حجۃ اللہ ج 2 دلائل النبوۃ جلد 3)

وصال:

حضرت عباس رضی اللہ عنہ کا وصال ماہ رجب کی بارہ یا چودہ تاریخ میں ہوا آپ کی عمر مبارک اس وقت اٹھاسی یا نواسی برس تھی جس میں سے تقریباً بتیس یا تینتیس سال حالت اسلام میں گزرے۔ آپ کے وصال کے وقت حضرت عثمان غنی ذوالنورین رضی اللہ عنہ کا دور خلافت تھا شہادت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے دو سال قبل آپ کا وصال ہوا جنت البقیع میں سپرد خاک ہوئے۔

حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا

حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ کی پھوپھی تھیں اور صحابی رسول حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ کی والدہ ہیں آپ رضی اللہ عنہا مسلمان تھیں اور آپ رضی اللہ عنہا کا شمار ہجرت کرنے والی خواتین میں ہوتا ہے۔

آپ رضی اللہ عنہا کا حسب و نسب وہی ہے جو نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ کا ہے حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا نہایت بہادر و دلیر تھیں اسلام لانے کے بعد آپ رضی اللہ عنہا نے اکثر غزوات میں شرکت کی اور ہر موقع پر بڑی بہادری اور شجاعت کا مظاہرہ کیا۔

نبی کریم ﷺ کے محبوب چچا حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے جام شہادت نوش فرمایا حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی سگی بہن تھیں جب انہیں اپنے بھائی حمزہ رضی اللہ عنہ کی شہادت کی روح فرسا خبر ملی تو بھائی کی نعش دیکھنے کے لئے میدان جنگ میں پہنچیں نبی کریم ﷺ نے انہیں دور سے آتے دیکھا تو پہچان لیا نبی کریم ﷺ نے ان کے بیٹے حضرت زبیر بن العوام کو حکم فرمایا کہ اٹھو اور اپنی ماں کو آگے آنے سے منع کردو کہیں وہ اپنے بھائی کی مثلہ شدہ نعش دیکھ کر اپنے ہوش نہ کھو بیٹھیں چنانچہ زبیر رضی اللہ عنہ تعمیل حکم کے لئے دوڑتے ہوئے اپنی والدہ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کے پاس پہنچے اور انہیں آگے جانے سے روکا اور ان سے فرمایا امی جان

آپ واپس چلی جائیں تو وہ بولیں مجھے علم ہے کہ میرے بھائی کا قتل کیا گیا ہے لیکن یہ سب تو راہ خدا میں ہوا ہے میں اس مصیبت پر صبر کرونگی اور اس کے ثواب کی امید رکھوں گی۔ (انشاء اللہ)

حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر ان کا جواب پیش کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا انہیں کچھ نہ کہو انہیں جانے دو۔ چنانچہ صبر واستقامت کی پیکر یہ خاتون اپنے بھائی کی نعش کے پاس آئیں اور انکی مثلہ شدہ نعش کو دیکھا انا للہ پڑھا۔ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کفن کے لئے دو چادریں لے آئیں تھیں ایک میں حضرت حمزہ رضی اللہ عنہا کو کفن دیا گیا دوسری میں ایک انصاری صحابی شہید کو کفنایا گیا ۔جنگ خندق کے موقع پر آپ رضی اللہ عنہا نے جس جرات و بہادری کا مظاہرہ کیا اس کی مثال تاریخ میں نہیں ملتی ۔جنگ خندق کے موقع پر نبی کریم ﷺ نے عورتوں اور بچوں کی حفاظت کیلئے انہیں ایک قلعے میں ٹھہرایا اور حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کو حفاظت کی غرض سے قلعے میں عورتوں کے پاس چھوڑا۔ کفار نے مسلمانوں کو جنگ میں مشغول دیکھ کر موقعہ سے فائدہ اٹھانا چاہا کفار کا خیال تھا کہ قلعے میں صرف عورتیں ہی ہیں وہ ان کا کیا بگاڑ سکیں گی چنانچہ یہودیوں کے پانچ پانچ یا دس دس آدمیوں کی ٹولیوں نے اسی دوران اس قلعے کے ارد گرد چکر لگانے شروع کر دیئے حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا نے جب ایک یہودی کو مشکوک حالت میں قلعے کے ارد گرد گھومتے دیکھا تو

حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ آپ اس یہودی کو ادھر آتا دیکھ رہے ہیں مجھے اندیشہ ہے کہ یہ دوسرے یہودیوں کو جا کر بتائے گا کہ ہماری حفاظت کے لئے کوئی پہرہ دار نہیں ہے پھر ایسا نہ ہو کہ وہ ہم پر حملہ کر دیں بہتر ہے کہ اپ نیچے اتر کر اس یہودی کا کام تمام دیں انہوں نے جواب دیا اے عبد المطلب کی صاحبزادی! اللہ آپ کی مغفرت فرمائے بخدا آپ جانتی ہیں کہ یہ کام میرے بس کا نہیں ان کا یہ جواب سن کر حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا نے قریب پڑا ہوا ایک شہتیر اٹھایا اور نیچے اتر گئیں جب وہ یہودی آپ رضی اللہ عنہا کے پاس سے گزرا تو انہوں نے وہ شہتیر اس یہودی کے سر پر دے مارا اسی وقت اسکی جان نکل گئی فارغ ہو کر آپ رضی اللہ عنہا واپس اوپر آئیں اور حضرت حسان رضی اللہ عنہ سے فرمایا میں اسے مار آئی ہوں اب آپ اسکا سر کاٹ کر یہودیوں کی طرف پھینک دیں یہ سن کر حضرت حسان رضی اللہ عنہ نے معذوری ظاہر کی کہ میں ایسا نہیں کرسکتا چنانچہ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا دوبارہ نیچے اتریں اور اس یہودی کا سر کاٹ کر یہودیوں کی طرف پھینک دیا جب یہودیوں نے اپنے ساتھی کا کٹا ہوا سر دیکھا تو انہیں یقین ہوگیا کہ قلعے میں خواتین کی حفاظت کیلئے محافظ موجود ہیں اگر ہم نے ادھر کا رخ کیا تو ہماری خیر نہیں چنانچہ یہودیوں نے پھر دوبارہ ادھر کا رخ نہ کیا۔

عشق رسول ﷺ:

حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کے اشعار

الا یا رسول اللہ کنت رجاءنا — وکنت بنا برا ولم تک جافیا
وکنت رحیما هادیا ومعلما — لبیک علیک الیوم من کان باکیا
فدی لرسول اللہ امی وخالتی — وعمی وآبائی ونفسی ومالیا

ترجمہ: (1) یارسول اللہ ﷺ آپ ﷺ ہماری امید اور ہمارے ساتھ سلوک کرنے والے تھے بدسلوکی والے نہ تھے

(2) آپ ﷺ مہربان، رہنما، اور معلم تھے رونے والے کو چاہیے کہ آج آپ ﷺ پر روئے۔

(3) میری ماں، میری خالہ، میرے چچا، میرے آباء و اجداد، میری جان و مال سب کچھ رسول اللہ ﷺ پر قربان ہوں۔

وصال:

آپ رضی اللہ عنہا کو ایک یہودی نے شہید کیا اور نبی کریم ﷺ نے اس یہودی کو جہنم واصل کیا پھر آپ رضی اللہ عنہا جنت البقیع میں مدفون ہوئیں۔ اللہ عزوجل کی ان پر رحمت ہو اور ان کے صدقے ہماری بلاحساب مغفرت ہو۔

شہادت کی برکت:

شہادت کے متعلق آپ ہی کی روایت کردہ ایک حدیث مبارکہ پیش کی جاتی

ہے جو کہ اعلیٰ حضرت نے فتویٰ رضویہ شریف کی چوبیسویں جلد میں نقل فرمائی:

ابن ماجہ سنن اور طبرانی معجم کبری میں حضرت ابوامامہ اور ابونعیم حلیہ میں حضور سید عالم ﷺ کی پھوپھی حضرت صفیہ بن عبد المطلب اور شیرازی کتاب الالقاب میں حضرت عبداللہ ابن عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین سے روای ہے:

واللفظ لا بی امامة رضی الله عنه قال قال رسول الله ﷺ یغفر لشهید البر الذنوب کلها الا الدین ویغفر لشهید البحر الذنوب کلها والدین

ترجمہ: حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ کے الفاظ ہیں یعنی حضور سید عالم ﷺ فرماتے ہیں کہ جو خشکی میں شہید ہو اس کے سب گناہ بخشے جاتے ہیں مگر حقوق العباد اور جو دریا میں شہادت پائے اس کے تمام گناہ وحقوق العباد سب معاف ہو جاتے ہیں۔

اللھم ارزقنا بجاھه عندك ﷺ (اے اللہ حضور ﷺ کے اس بلند پایہ رتبہ کے طفیل جو ان کا تیری بارگاہ میں ہے ہمیں یہ دولت نصیب فرما آمین

شہید صبر یعنی وہ مسلمان سنی المذہب صحیح العقیدہ جسے ظالم نے گرفتار کر کے بحالت بیکسی ومجبوری قتل کیا، سولی دی، پھانسی دی، کہ یہ بوجہ اسیری قتال ومدافعت پر قادر نہ تھا بخلاف شہید جہاد کہ مارتا مرتا ہے اس کی بیکسی وبیدست پائی زیادہ باعث رحمت الٰہی ہوتی ہے کہ حق اللہ وحق العبد کچھ نہیں رہتا۔ انشاء اللہ تعالیٰ اگر اللہ تعالیٰ چاہے۔

حاضری کے آداب:

ذكر العلامة فضل الله بن الغوری من اصحابنا ان البداء ة بقبة العباس والختم بصفية رضی الله عنها اولى لان مشهد العباس اول ما يلقى الخارج من البلد عن يمينه فمجاوزته من غير سلام عليه جفوة فاذاسلم عليه وسلم على من يمر به اولا فيختتم بصفية رضی الله عنها فی رجوعه كما صرح به ايضا كثير من مشائخنا ..الخ

(مسلک متقسط ص345)

علامہ فضل اللہ بن غوری حنفی وغیرہ ایک جماعت علماء نے تصریح فرمائی کہ زیارت بقیع شریف میں قبہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے ابتداء کرے اور حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کے مزار پر ختم کرے یہ بہتر ہے کیونکہ باہر والا جب دائیں طرف سے شروع کرے تو پہلے وہی ملتا ہے تو ان کو سلام کئے بغیر گزر جانا بے ادبی جب ان پر گزرے اور جو مزار پہلے آتا جائے سلام کرتا جائے تو واپسی مزار حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا پر ختم کرے جیسا کہ

بہت سارے مشائخ نے تصریح فرمائی۔

اور امام غزالی تحریر فرماتے ہیں: اور ہر روز نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں سلام پیش کرنے کے بعد جنت البقیع جانا مستحب ہے اور حضرت سیدنا حسن بن علی رضی اللہ عنہما حضرت سیدنا عثمان غنی، حضرت سیدنا علی بن حسین بن علی، حضرت سیدنا محمد بن علی، حضرت سیدنا جعفر بن محمد اور حضرت سیدنا عباس رضی اللہ عنہم کی قبروں کی زیارت کرے۔ مسجد فاطمہ رضی اللہ عنہا میں نماز پڑھے اور حضور ﷺ کے صاحبزادے حضرت سیدنا ابراہیم اور آپ ﷺ کی پھوپھی حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کی قبروں کی زیارت کرے۔

نبی کریم ﷺ کے رضاعی رشتے

سیدہ حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا

نبی کریم ﷺ کو دودھ پلانے کی سب سے زیادہ سعادت سیدہ حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا کے حصے میں آئی۔ روایت کے مطابق سیدہ حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا نے نبی کریم ﷺ کو سب سے زیادہ عرصہ دودھ پلایا اس کی مدت دو سال پر مشتمل ہے۔

دوران رضاعت حالات وواقعات:

سیدہ حلیمہ سعدیہ خود ارشاد فرماتی ہیں کہ یہ سال خشک سالی اور قحط کا سال تھا۔ ہمارے پاس کچھ باقی نہ رہا تھا جس پر گزر اوقات کرسکیں میں ایک سبزی مائل رنگ والی گدھی پر سوار ہو کر اپنے قافلے کے ساتھ نکلی ہمارے ساتھ ایک بوڑھی اونٹنی بھی تھی جس کی کھیری میں دودھ کا ایک قطرہ تک نہ تھا میرا بچہ بھوک کی وجہ سے ساری ساری رات روتا رہتا اور ہمیں ایک پل کے لئے بھی سونا نصیب نہ ہوتا نہ میری چھاتیوں میں اتنا دودھ تھا جس سے وہ سیر ہو سکے اور نہ ہماری اونٹنی کی کھیری میں دودھ تھا جو ہم اس کو پلا سکتے۔

میں جس گدھی پر سوار ہو کر اس قافلے کے ساتھ روانہ ہوئی مارے بھوک کے وہ قدم بھی نہیں اٹھا سکتی تھی جس کی وجہ سے سارا قافلہ مصیبت میں تھا بڑی مشکل سے ہم

مکہ پہنچے ۔سب نے بچے تلاش کرنے کے لئے گھر گھر چکر لگانے شروع کر دیئے مجھے عبد المطلب رضی اللہ عنہ ملے انہوں نے پوچھا تم کون ہو میں نے کہا کہ بن سعد کی ایک خاتون ہوں اور میرا نام حلیمہ سعدیہ ہے ۔آپ نے فرمایا میرے ہاں ایک بچہ ہے جس کا باپ نہیں ہے کسی نے اس کے یتیم ہونے کی وجہ سے اسے قبول نہیں کیا تو اس کو گود لینے دودھ پلانے کے لیے تیار ہے ۔ہوسکتا ہے کہ اس کی برکت سے تیرا دامن سعادت سے لبریز ہو جائے میں نے کہا وہ بچہ مجھے دے دیجیے ۔میں اس کو دودھ پلانے کے لیے تیار ہوں وہ مجھے حضرت آمنہ کے گھر لے گئے سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہ نے مجھے خوش آمدید کہا اور مجھے اس کمرے میں لے گئیں جہاں یہ نور نظر لیٹے ہوئے تھے آپ ﷺ کے پاس کستوری کی مہک آ رہی تھی آپ ﷺ کے معصوم حسن و جمال کو دیکھ کر میں فریفتہ ہو گئی مجھ میں یہ جرات نہ تھی کہ آپ ﷺ کو جگاؤں میں نے اپنا ہاتھ آپ ﷺ کے سینہ مبارک پر رکھا تو آپ ﷺ مسکرانے لگے آپ ﷺ نے اپنی سرمگیں آنکھیں کھولیں تو میں نے محسوس کیا کہ ان آنکھوں سے انوار نکل رہے ہیں اور آسماں کو چھو رہے ہیں ۔ میں نے بے اختیار دونوں آنکھوں کے درمیان بوسہ لیا اور آپ ﷺ کو اٹھا کر اپنے سینے سے لگا لیا اور آپ ﷺ کو لے کر اپنے خیمہ میں پہنچی میں نے دودھ پلانے کے لیے اپنی دائیں چھاتی پیش کی تو آپ ﷺ نے اس سے پیا جتنا چاہا بعد میں بائیں چھاتی پیش کی تو آپ نے پینے سے انکار کر دیا ۔اللہ تعالی نے اپنے محبوب کو الہام فرمایا کہ تیرا ایک اور بھائی بھی ہے اس لئے آپ ﷺ عدل کریں اور دوسری طرف سے

دودھ نہ پئیں ۔

نبی کریم ﷺ کے دودھ پینے کی برکت سے میری چھاتیوں میں جن میں برائے نام دودھ تھا اب دودھ سے بھر گئیں اور آپ ﷺ کے رضاعی بھائی نے بھی خوب سیر ہو کر دودھ پیا ۔پھر میرا خاوند اس بوڑھی اور لاغر اونٹنی کی طرف گیا تو یہ دیکھکر حیرت اور خوشی کی انتہا نہ رہی کہ اس کی اونٹنی کی کھیری اب دودھ سے بھری ہوئی ہے پھر اس نے اور میں نے خوب جی بھر کر دودھ پیا اور ہم رات کو خوب راحت و آرام سے سوئے جب صبح اٹھے تو بخدا حلیمہ ہمیں سراپا سعادت و برکت جو دو نصیب ہوا ہے میں نے کہا کہ میں بھی یہی امید رکھتی ہوں ۔حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب ہمارا قافلہ واپس اپنے مسکن کی طرف روانہ ہوا تو میرے پاس وہی گدھی تھی جو کمزوری کے باعث چل نہیں سکتی تھی لیکن جب میں آپ ﷺ کے ساتھ اس پر سوار ہوئی تو اب اس کی حالت ہی بدل گئی اور وہ یوں تیزی سے قدم اٹھا رہی تھی کہ گویا چل نہیں رہی بلکہ ہو میں اڑ رہی ہو یہاں تک کہ قافلے کی ساری سواریوں کو پیچھے چھوڑ دیا ۔

قافلے کی باقی عورتیں حیرانگی سے کہہ رہی تھیں اے بنت ابی زویب یہ وہی گدھی ہے جو چلنے کے بھی قابل نہ تھی تو میں نے کہا کہ اللہ تعالی نے اس فرزند کی برکت سے اس سے طاقتور بنا دیا ہے وہ کہنے لگیں اللہ کی قسم یہ تو عظیم شان ہے تو میں نے کہا کہ میں اپنی گدھی کی آواز سنتی ہو وہ یہ کہہ رہی ہے اللہ کی قسم میری بہت بڑی شان ہے میں مردہ صورت ہو چکی تھی زندہ کر دیا میں لاغر تھی مجھے فربہ کر دیا اے بنی سعد کی عورتوں تم پر

تعجب ہے کہ تم غفلت میں پڑی ہو کیا تمھیں معلوم نہیں کہ میری پشت پر کون سوار ہے میری پیٹھ پر سید المرسلین خیر الاولین و آخرین اور حبیب رب العالمین سوار ہیں ۔ جب کعبہ شریف کے قریب پہنچی تو سجدہ کیا۔ حلیمہ سعدیہ فرماتے ہیں راستہ جاتے ہوئے مجھے آواز آئی اے حلیمہ تو غنی ہوگئی بنی سعد کی سب عورتوں سے افضل ہوگئی اور جس بھیڑوں کے ریوڑ میرا گزر ہوتا وہ بھیڑیں مجھ سے کہتی اے حلیمہ کیا تو جانتی ہے جس کو دودھ پلاتی ہے وہ زمین و آسمان کے پروردگار کا رسول محمد ﷺ ہیں ۔ اور تمام فرزندان آدم سے بہتر ہیں اور فرماتی ہیں کہ راستے میں ہم جس منزل پر بھی اترتے تھے اللہ تعالیٰ اسے سر سبز و شاداب فرما دیتا تھا باوجود اس امر کے کہ قحط سالی تھی ۔) مدارج النبوۃ)

آخر ہم اپنی قیام گاہوں پر پہنچ گئے اللہ عزوجل کی ساری زمین میں یہ علاقہ سب سے زیادہ قحط زدہ تھا گھاس کا ایک تنکا بھی نظر نہیں آتا تھا لیکن میری بکریاں جب شام کو واپس آتیں تو ان کے پیٹ بھرے ہوتے اور ان کی کھیریاں دودھ سے لبریز ہوتیں ہم دودھ دوھتے اور خوب پیتے اور فرماتی ہیں کہ جب ہم مکہ سے واپس گھر پہنچے تو ہر گھر سے کستوری کی مہک آنے لگی اور یوں دن بدن انعامات و برکات میں اضافہ ہوتا رہا ہم خوب خوشی کی زندگی بسر کرنے لگے یہاں تک کہ دو سال کا عرصہ ختم ہوگیا۔ میں نے حضور ﷺ کا دودھ چھڑا دیا اس عرصے میں آپ ﷺ کی نشو و نما کی کیفیت نرالی تھی ۔ دو سال میں آپ ﷺ قوی و توانا بچوں کی طرح ہوگئے ۔

حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ آنحضرت ﷺ ایک دن میں اس قدر نشو

ونما پاتے کہ دوسرے جس قدر ایک ماہ میں پاتے ہیں اور ایک ماہ میں اتنا بڑھتے جتنا دوسرے بچے ایک سال میں بڑھتے ہیں اور ہر روز آفتاب کی مانند ایک نور نیچے اترتا تھا اور آپ ﷺ کو ڈھانپ لیتا تھا اور واپس چلا جاتا تھا آنحضرت ﷺ اپنے کپڑوں میں بول و براز نہ کرتے تھے جیسا کہ بچوں کی عادت ہوتی ہے بلکہ روز معین وقت پر کیا کرتے تھے ۔ ہر گاہ کہ میں کوشش کرتی کہ آپ ﷺ کے منہ مبارک پر سے دودھ وغیرہ صاف کر دوں یا دھو دوں غیب سے مجھ سے پہلے ہی یہ کام کر دیا جاتا میں اگر لباس پہنانے میں تاخیر کرتی تو غیب سے پہنا دیا جاتا اگر شرمگاہ برہنہ ہو جاتی تو آپ ﷺ حرکت کرتے اور جب تک کہ دوبارہ پردہ نہ دے دیتی بے چین رہتے ۔

جب چلنے پھرنے لگے تو چھوٹے بچے کھیلنے کے لیے آتے لیکن آپ ﷺ ان سے علیحدہ ہو جاتے اور ان کو کھیلنے سے منع فرماتے تھے کہ ہمیں کھیلنے کے لیے پیدا نہیں کیا گیا۔ آپ ﷺ نہ رویا کرتے تھے ، نہ بد خلقی کیا کرتے تھے ، ہمیشہ دائیں ہاتھ سے شروع کرتے اور جس چیز پر ہاتھ رکھتے پہلے بسم اللہ پڑھتے تھے اور میں آنحضرت ﷺ کے دبدبے کے زیر اثر اپنے شوہر کو اپنے پاس نہ آنے دیتی تھی یہاں تک کہ دو سال گزر گئے ۔ حضرت حلیمہ سعدیہ فرماتی ہیں کہ ایک دن آپ ﷺ اپنی رضاعی بہن شما کے ساتھ باہر چلے گئے گرمی کا دن تھا میں آپ کی تلاش میں باہر آئی تو میں نے شما سے کہا کہ تو ان کو گرم ہوا میں کیوں لائی تو اس نے کہا ان کو گرمی نہیں لگتی کیونکہ میں نے دیکھا کہ ایک بادل آپ ﷺ کے سر اقدس پر سایہ کئے رہتا تھا اور جس طرف یہ جاتے

تھے وہ بھی ساتھ ساتھ جاتا تھا۔(مدارج النبوت ۲)

حلیمہ سعدیہ فرماتی ہیں کہ ایک روز میں حضور ﷺ کو گود میں لئے بیٹھی تھی کہ بکریوں کا ایک ریوڑ میرے قریب سے گزرا ان میں سے ایک بکری آگے آئی اور سر مبارک کو بوسہ دیا پھر بھاگ کر دوسری بکریوں میں مل گئی۔مزید فرماتی ہیں کہ سب لوگ حضور ﷺ کی محبت کے دیوانے ہو گئے وہ جب نبی کریم ﷺ کی برکتوں کا مشاہدہ کرتے تو سو جان سے فدا ہونے لگتے جب کسی کو کوئی بدنی تکلیف ہوتی تو وہ آتا اور حضور ﷺ کی بابرکت ہتھیلی پکڑ کر تکلیف والی جگہ پر رکھتا تو فوراً شفایاب ہو جاتا اگر ان کا کوئی جانور بیمار ہوتا تو اس پر حضور ﷺ کا دست مبارک پھیرتے تو وہ تندرست ہو جاتا راحت و خوشحالی کے یہ دو سال گویا پل بھر میں بیت گئے مدت رضاعت پوری ہونے کے بعد ہم حضور ﷺ کو آپ کی والدہ ماجدہ سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا کے پاس لے آئے لیکن ہمارا دل جدائی برداشت کرنے کے لیے تیار نہ تھا۔

دولت ایمان

خدمت رضاعت کی برکت سے سیدہ حلیمہ سعدیہ اور ان کے اہل خاندان کو جو بیش بہا سعادتیں نصیب ہوئیں وہ اپنی جگہ لیکن ان تمام جملہ نعمتوں برکتوں کے علاوہ سب سے بڑی دولت و نعمت جو حلیمہ سعدیہ اور ان کے اہل خاندان کے حصے میں آئی وہ نعمت ایمان تھی کہ حلیمہ سعدیہ اور ان کا سارا خاندان مشرف بہ اسلام ہو گیا اور یوں سیدہ حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا نے دودھ پلانے کی سعادت کیا حاصل کی کہ ان کی دنیا و آخرت

ہی سنور گئی۔روایت ہے کہ حضرت حلیمہ سعدیہ جو حضور ﷺ کی رضاعی والدہ تھیں اسلام لائیں اور حضور ﷺ سے احادیث روایت کیں۔(سنن ابو داؤد)

امام جوزی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت حلیمہ سعدیہ نبی کریم ﷺ کی بعثت کے بعد حاضر ہوئیں آپ بھی ایمان لے آئیں اور ان کے خاوند حارث رضی اللہ عنہ نے بھی اسلام قبول کیا اور دونوں نے حضور ﷺ کی بیعت کی۔(الحدائق)

تعظیم و ادب

سیدہ حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں روایت ہے کہ وہ جب نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوتیں تھیں تو نبی کریم ﷺ ان کا بڑا ادب و احترام فرماتے اور محبت سے پیش آتے اور انھیں انعام و اکرام سے سرفراز فرماتے۔ (مدارج النبوۃ ج ۲)

محمد بن منکدر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک عورت نے حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہونے کی اجازت طلب کی وہ عورت حضور ﷺ کو دودھ پلایا کرتی تھیں جب وہ داخل ہوئیں تو حضور ﷺ نے فرمایا میری ماں میری ماں اپنی چادر مبارکہ اٹھائی اسے بچھایا اور اپنی چادر پر اپنی ماں کو بٹھایا۔(ابن سعد) امام جوزی فرماتے ہیں کہ حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا نبی کریم ﷺ کی خدمت اقدس میں اس وقت حاضر ہوئیں جب نبی اکرم ﷺ نے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے نکاح فرمایا تھا حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا نے اپنی قحط سالی کی شکایت کی تو سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا نے نبی

کریم ﷺ کے ایماء پر آپ کو چالیس بکریاں اور ایک اونٹ بطور ہدیہ فرمایا۔ (الحدائق)

سیدہ حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا کو وصال کے بعد مدینہ منورہ کے قبرستان جنت البقیع میں دفن کیا گیا آپ رضی اللہ عنہ کی قبر پر ایک چھوٹا سا قبہ موجود تھا اس کو قبہ حلیمہ سعدیہ کہا جاتا تھا (مدارج النبوۃ جلد دوم)

مگر افسوس نجدی لعنتیوں نے یہ تمام قبے گرا دیئے ہیں۔ روایت میں آیا ہے کہ نبی کریم ﷺ حلیمہ سعدیہ کی قبر پر زیارت کے لیے اکثر جایا کرتے تھے (مدارج النبوت ج ۲)

حضرت ثوبیہ رضی اللہ عنہا

نبی کریم ﷺ کی ولادت باسعادت کے بعد عرب کے دستور کے مطابق آپ ﷺ کو دودھ پلانے کی سعادت مختلف خوش بخت خواتین کو حاصل ہوئی۔ سب سے پہلے تو سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہ نے اپنے عظیم فرزند محسن عالم ﷺ کو دودھ پلایا پھر یہ سعادت ثوبیہ کو نصیب ہوئی۔

ثوبیہ حضور ﷺ کے چچا ابولہب کی کنیز تھی ابولہب نے جب اپنے بھائی عبداللہ رضی اللہ عنہ کے گھر بھتیجے کی ولادت کی خبر سنی تو اپنی کنیز ثوبیہ کو خوشخبری سن کر دودھ پلانے کے لیے آزاد کر دیا۔ روایت میں آتا ہے کہ چونکہ ابولہب کافر تھا لیکن حضور پر نور

ﷺ کی ولادت کی خوشی منانے پر ہر پیر کے روز اس کے عذاب قبر میں تخفیف کر دی جاتی ہے ایک انگلی سے ٹھنڈا پانی پینے کو مل جاتا ہے۔ ایک روایت کے مطابق ثوبیہ نے سات روز تک حضور ﷺ کو دودھ پلانے کی سعادت حاصل کی۔

نبی کریم ﷺ کے سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ نکاح ہو جانے کے بعد جب ثوبیہ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوتیں تو سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا بھی ثوبیہ کے ساتھ بڑے ادب و احترام سے پیش آتیں اور نبی کریم ﷺ بھی مدینہ منورہ سے ثوبیہ کے لیے ملبوسات وغیرہ بھیجا کرتے تھے ثوبیہ فتح خیبر کے بعد انتقال فرما گئیں۔ (مدارج النبوۃ جلد دوم)

ام ایمن رضی اللہ عنہا

ام ایمن رضی اللہ عنہا نبی کریم ﷺ کی خادمہ خاص اور دایہ تھیں اور ساتھ ساتھ انہیں نبی کریم ﷺ کو دودھ پلانے کا شرف بھی حاصل ہوا۔ آپ کا نام تو برکت ہے لیکن اپنی کنیت سے ہی مشہور ہوئیں۔ ام ایمن رضی اللہ عنہ حبشہ کی دونوں ہجرتوں میں شامل تھیں بعد میں یہ بھی مدینہ شریف آگئیں دیگر روایات کہ مطابق ام ایمن رضی اللہ عنہا جو کہ نبی کریم ﷺ کی خادمہ خاص تھی حضرت عبداللہ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ سے وراثت میں آپ ﷺ کو حاصل ہوئی تھیں یا بعض روایت کے مطابق یہ آپ ﷺ کو سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہ کی طرف سے ملی تھیں۔ جب نبی کریم ﷺ نے سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہ سے

نبی کریم ﷺ رضاعی والد

حضرت حارث رضی اللہ عنہ

نبی کریم ﷺ کی رضاعی والدہ حضرت حلیمہ سعدیہ کے خاوند حارث نبی کریم ﷺ کے رضاعی والد تھے۔ نبی کریم ﷺ پر نزول قرآن کے بعد حضرت حارث مکہ مکرمہ بارگاہ رسالت ﷺ میں ملاقات کے لئے حاضر ہوئے تو اس سے قبل ہی قریش نے انہیں دیکھ کر کہا اے حارث! تم نے سنا کہ تمہارا بیٹا کیا کہتا ہے؟

جب حضرت حارث نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو قریش کی شکایات اور ناراضگی کے متعلق عرض کی تو آپ ﷺ نے جواباً ارشاد فرمایا روز قیامت میں آپ کا ہاتھ پکڑ کر آج کی گفتگو یاد دلاؤں گا۔ نبی کریم ﷺ کے اس ارشاد کو سن کر آپ پر فوراً اثر ہوا اور آپ نے اسلام قبول کر لیا۔

ایمان لانے بعد آپ اکثر کہا کرتے تھے ”اگر میرے بیٹے نے میرا ہاتھ پکڑا تو مجھے یہ گفتگو یاد دلائی تو پھر انشاء اللہ میرا ہاتھ اس وقت تک نہ چھوڑے گا جب تک وہ مجھے جنت میں داخل نہ کر دے۔ (الروض الانف)

نکاح فرمایا تو آپ رضی اللہ عنہا نے ام ایمن رضی اللہ عنہا کو آزاد فرما دیا اور ان کا نکاح عبید بن زید بن الحارث کے ساتھ کر دیا ان کے بطن سے ایمن نام کا بیٹا پیدا ہوا جن کی کنیت سے آپ رضی اللہ عنہ مشہور ہوئیں۔ حضرت عبید اللہ رضی اللہ عنہ کے بعد آپ حضرت زید بن حارث رضی اللہ عنہ کی زوجیت میں آگئیں اور ان سے ایک فرزند حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے۔ نبی کریم ﷺ ام ایمن رضی اللہ عنہ کو امی بعد امی کہا کرتے تھے کہ یہ میری ماں کے بعد ماں ہیں۔ حضرت ایمن اور حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی راویات کے مطابق ام ایمن رضی اللہ عنہا نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دور خلافت کے ابتدائی عرصے میں اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے وصال کے بیس دن بعد وصال فرمایا۔ (مدارج النبوت)

نبی کریم ﷺ کے رضاعی بھائی بہن:

نبی کریم ﷺ کے رضاعی بھائیوں میں حضرت حمزہ و حضرت ابوسلمہ بن عبد الاسد رضی اللہ عنھم شامل ہیں جنہوں نے ابولہب کی لونڈی ثوبیہ کا دودھ آپ ﷺ کے ساتھ نوش فرمایا: ثوبیہ نے پہلے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو دودھ پلایا پھر نبی کریم ﷺ کو اور آپ ﷺ کے بعد ابوسلمہ بن عبد الاسد رضی اللہ عنہ کو دودھ پلایا (مدارج النبوت)

نبی کریم ﷺ کے رضاعی بھائیوں میں آپ ﷺ کے چچازاد بھائی ابوسفیان رضی اللہ عنہ بھی شامل ہیں ۔سیدہ حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہ نے ان کو اور آپ ﷺ کو دودھ پلایا۔حلیمہ سعدیہ کی اولاد بھی نبی کریم ﷺ کے رضاعی بھائی بہنوں میں شامل ہے سیدہ حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا کے ایک فرزند نے نبی کریم ﷺ کے ساتھ ہی دودھ پیا جیسا کہ پہلے بیان کیا گیا ہے حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے میری سیدھی طرف سے دودھ نوش فرمایا اور دوسری طرف کا دودھ اپنے رضاعی بھائی میرے بیٹے کے لئے چھوڑ دیا تا کہ عدل ہو سکے اور آپ ﷺ کا رضاعی بھائی بھوکا نہ رہ جائے۔

نبی کریم ﷺ کی رضاعی بہنیں جو کہ حلیمہ سعدیہ کی بیٹی تھیں ان کا نام شیما تھا۔

جب نبی کریم ﷺ حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا کے پاس مدت رضاعت پوری فرما رہے تھے تو اس وقت آپ کی رضاعی بہن شیما آپ ﷺ کا دل بہلاتیں آپ کو کھلاتیں پلاتیں لوریاں دیتیں ۔ایک روایت کے مطابق آپ فرماتی ہیں کہ ۔اے میرے رب میرے بھائی محمد ﷺ کو ہمارے لیے سلامت رکھ یہاں تک کہ میں آپ کو جوان گبھرو

دیکھوں یہاں تک کہ میں آپ کو اپنی قوم کا سردار دیکھوں ۔جس کی سب واطاعت کر رہے ہوں ۔اے میرے رب اس کے دشمنوں اور حاسدوں کو ذلیل و رسوا کر اور انہیں وہ عزت عطا فرما جو ابد تک باقی رہے۔

نبی کریم ﷺ کی فوج ایک دفعہ ہوازن پر حملہ آور ہو رہی تھی ان کے قیدیوں میں ایک عورت بھی آئی وہ کہنے لگی کہ میں تمہارے آقا ﷺ کی ہمشیرہ ہوں جب انہیں نبی کریم ﷺ کی خدمت میں لایا گیا تو انہوں نے کہا اے محمد ﷺ میں آپ ﷺ کی رضاعی بہن ہوں پس آنحضرت ﷺ نے انہیں خوش آمدید کہا اپنی چادر مبارک بچھائی انھیں اس پر بٹھایا۔آپ ﷺ کو گزرے ہوئے حالات یاد آ گئے تو آپ ﷺ کی چشمان مبارک سے آنسو بہنے لگے۔آپ ﷺ نے ان سے فرمایا اگر تم چاہو تو میرے پاس ہی رہائش رکھو تم بڑی عزت واحترام اور بڑی محبت کے ساتھ رہو گی ۔انہوں نے کہا میں اپنی قوم کے ساتھ واپس جانا چاہتی ہوں ۔پس آپ ﷺ نے انہیں تین غلام باندیاں اور متعدد اونٹ ،بکریاں اور دیگر انعام و اکرام کے ساتھ روانہ کیا۔

شانِ خیر الانام ﷺ بزبانِ قرآن، قرآن اور احادیثِ نبوی، حلیہ مبارک، احادیث کی روشنی میں اور حضور ﷺ کے ۱۸۴ بے مثال واقعات پر مبنی کتاب

بے مثل رسول ﷺ کے بے مثل واقعات

مؤلف

محمد شہزاد قادری ترابی

والضحیٰ پبلی کیشنز

داتا دربار مارکیٹ، لاہور 0300-7259263

البشارات العالیہ لمن احب سیدنا امیر معاویہ

مناقب سیدنا

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ

مصنف

محقق اہلسنت حضرت علامہ

حافظ حکیم مفتی شفقات احمد نقشبندی مجددی کیلانی مدظلہ

تحت اشراف

ڈاکٹر محمد اشرف آصف جلالی

والضحیٰ پبلی کیشنز

عقائد اہل سنّت قرآنی تعلیمات کی روشنی میں

آئیے قرآن سمجھیں

مؤلف

ابو تراب مولانا محمد ناصر الدین ناصر مدنی

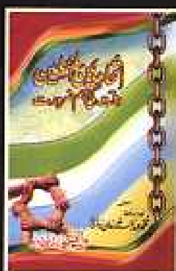
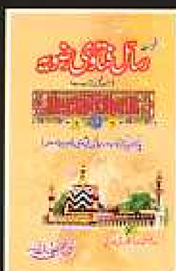
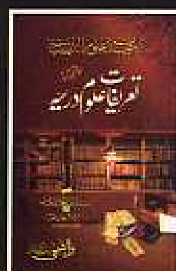
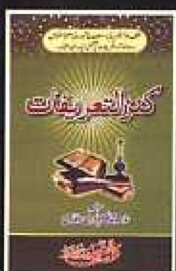
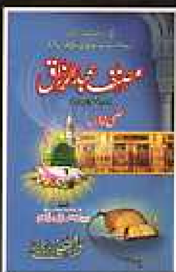
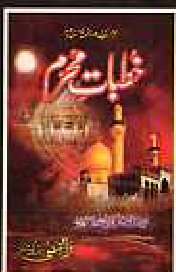
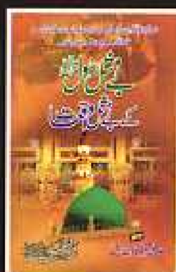
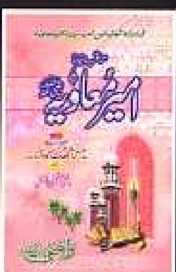
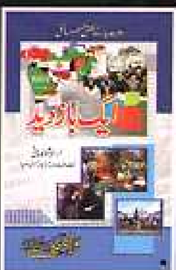
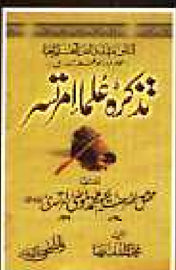
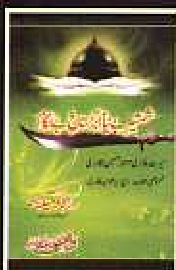
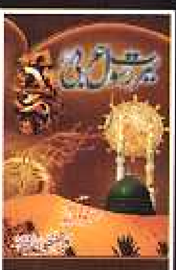
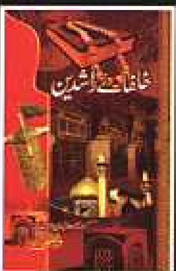
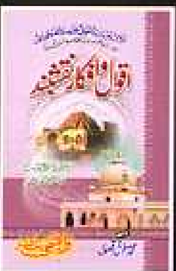
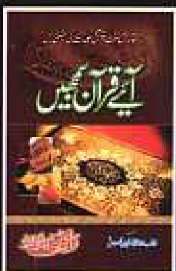
والضحیٰ پبلی کیشنز

داتا دربار مارکیٹ لاہور 0300-7259263

"دار الاسلام" کی تراثِ علمیہ

1	المبین مع تنقید وتبصرہ	حضرت سید محمد سلیمان اشرف بہاری		260
2	الرشاد	پروفیسر سید محمد سلیمان اشرف بہاری		80
3	نُزْهَةُ الْمَقَالِ فِيْ لِحْيَةِ الرِّجَالِ	علامہ سید محمد سلیمان اشرف بہاری		50
4	شرح المرقاۃ مع رسالہ وجود رابطی	مولانا عبد الحق خیر آبادی، برکات احمد ٹونکی		200
5	امام احمد رضا: ایک ہمہ جہت شخصیت	کوثر نیازی		10
6	ابحاثِ ضروری	ولی اللہ لاہوری، فقیر محمد جہلمی، خورشید احمد سعیدی		80
7	الروض المجود (وحدۃ الوجود)	علامہ فضل حق خیر آبادی، محمود احمد برکاتی		80
8	علامہ فضل حق خیر آبادی: چند عنوانات	خوشتر نورانی (ایڈیٹر جام نور)		160
9	حیات استاذ العلما مولانا یار محمد بندیالوی	علامہ غلام سعیدی (دار العلوم نعیمیہ کراچی)		80
10	مولودِ کعبہ کون؟	مولانا قاری محمد لقمان قادری	NET	50
11	من هو معاويه؟	مولانا قاری محمد لقمان قادری	NET	80
12	اَلصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ يَارَسُوْلَ الله	مولانا غلام دستگیر ہاشمی قصوری	NET	15
13	نورِ ایمان (دیوان)	مولانا عبد السمیع بیدل رام پوری	NET	40
14	توثیق صاحبین	فیصل خان (راول پنڈی)	NET	100
15	احسن الکلام فی تحقیق عقائد الاسلام	تاج الفحول مولانا عبد القادر بدایونی	NET	25
16	عقائد اہل سنت وجماعت	اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان بریلوی	NET	25
17	دفاعِ سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ	سندھی، پرہاروی، بدایونی، جھنگوی، قاسمی	NET	100
18	افضلیت سیدنا صدیق اکبر پر اجماع امت	فیصل خان	NET	100
19	دیوانِ فضل حق خیر آبادی	تحقیق: ڈاکٹر سلمہ فردوس سیہول		000
20	خیر الامصار، الستۃ الضروریہ، حفظ المتین	مولانا خیر الدین خیوری دہلوی		000
21	مسند ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ	امام ابو بکر احمد بن علی مروزی		000
23	کلیات کافی	مولانا سید کفایت علی کافی مراد آبادی		000

مناقب سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ	علامہ مفتی شفاقت احمد نقشبندی مجددی	200/-
افضلیت شیخین	علامہ مفتی شفاقت احمد نقشبندی مجددی	150/-
اقوال وافکار نقشبند	محمد صادق قصوری	200/-
سیرت الصدیق مع سرکاری خطوط	حبیب الرحمان شروانی	150/-
بے مثل رسول ﷺ کے بے مثل واقعات	مولانا محمد شہزاد قادری ترابی	160/-
تذکرہ علمائے امرتسر	حکیم محمد موسیٰ امرتسری	240/-
فہرست رسائل فتاویٰ رضویہ	ندیم احمد ندیم نورانی	200/-
خطبات محرم	فقیہ ملت مفتی جلال الدین احمد امجدی	300/-
حدائق بخشش	اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ	120/-
تعریفات علوم درسیہ (اردو)	مولانا محمد عبداللہ قصوری	240/-
دور جدید کے بعض مسلم مسائل ایک بازدید	خوشتر نورانی	160/-
فلاح ونجات کی تدبیریں	امام اہلسنت الشاہ امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ	30/-
شمشیر بے نیام بر گستاخ بے لگام سیرت غازی ممتاز حسین قادری	مصنف: مولانا سجاد حیدر قادری خصوصی عنایت: جناب دلپذیر اعوان قادری	300/-
کنز التعریفات	علامہ محمد ظفر قادری عطاری مدظلہ العالی	170/-
خلفاء راشدین	حضرت علامہ مفتی جلال الدین امجدی رحمۃ اللہ علیہ	80/-
اتحاد بین المسلمین وقت کی اہم ضرورت	مجاہد ملت مولانا عبدالستار خان نیازی رحمۃ اللہ علیہ	300/-
سیرت رسول عربی	علامہ نور بخش توکلی رحمۃ اللہ علیہ	300/-
انوار الحدیث	مفتی جلال الدین احمد امجدی رحمۃ اللہ علیہ	200/-
مصنف عبدالرزاق	مولانا محمد کاشف اقبال مدنی	200/-





کنز التعریفات


خطبات محرم




تذکرہ علماء امرتسر



خلفائے راشدین


آیئے قرآن سمجھیں

انوار الحدیث